المسائل المهمة

فيما ابتلت به العامة

اہم مسائل

جن میں ابتلاء عام ہے

جلد سوم

پسند فرمودہ :

حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی مد ظلہ العالی

رئیس: جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا نندربار

تحریک وتحریض:

حضرت مولانا محمد حذیفہ صاحب وستانوی

ناظم تعلیمات ومعتمد جامعہ

ترتیب :

مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی

صدر دارالافتاء جامعہ اکل کوا

تحقیق وتخریج:

معاون مفتیان کرام دارالافتاء

ناشر :

اکل کوا ، نندربار ،مہاراشٹر

تقسیم کار

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	المسائل المھمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ
پسند فرمودہ	:	حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی دامت برکاتہم
تحریک وتحریض	:	حضرت مولانا محمد حذیفہ صاحب وستانوی
ترتیب	:	حضرت مولانا مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی
تحقیق وتخریج	:	معاون مفتیان کرام دارالافتاء
کمپوزنگ وتصحیح	:	مفتی شمشیر احمد بستوی ومفتی عبدالمتین کانڑگانوی
طبع دوم	:	۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ء
صفحات	:	۳۱۳
قیمت	:	
باہتمام	:	ابوحمزہ وستانوی
ناشر	:	جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

ملنے کا پتہ

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا ضلع نندربار مہاراشٹر

Phone:02567,252556,252256

E-mail jafarmilly@gmail.com

fatawaakkalkuwa@gmail.com

http://jamiyaakkalkuwa.com/fatawa/

فہرست عناوین

کلماتِ دعائیہ

بانیٔ جامعہ، خادمِ قرآن وسنت
حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی
دامت برکاتہم وفیوضہم

قال النبي ﷺ: " لكل شيء دعامة ، ودعامة الإسلام الفقه في الدين ".

(ہر چیز کے لیے ایک ستون ہے جس پر اس کا مدار ہوتا ہے، اور اس دین کا ستون فقہ ہے)

(کنز العمال: ۱۰/۷۷، رقم الحدیث: ۲۸۹۲۰)

ہر زمانہ میں فقہ وفتاوی کو بڑی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا گیا، اور سماج ومعاشرہ کی اصلاح وانقلاب کا اسے ایک مؤثر ذریعہ سمجھا گیا۔

آج کے اس پُرفتن، خدا بیزار، علومِ اسلامیہ سے نہ صرف عدم واقفیت، بلکہ ایک حد تک اسلامی اقدار کے باغی معاشرہ اور سماج میں، بڑی حیرت انگیز تبدیلیاں اور زبردست انقلابات رونما ہوئے، سائنس وٹیکنالوجی کی ترقی نے نئے نئے اُفق پیدا کیے، اور اب دنیا گلوبلائزیشن (Globalization) کی دنیا کہی جانے لگی، معاشی اور اقتصادی امور میں، نت نئی ترقیات نے جہاں نئے نئے مسائل لا کھڑے کر دیئے، وہیں ذرائع ابلاغ کی نئی نئی ایجادات نے فکری ونظری، تہذیبی وثقافتی جنگوں کے محاذ کھول دیئے، اب جو لوگ شریعت اسلامیہ کو اپنی معاشرت، تجارت، اور زندگی کے دوسرے میدانوں میں معیارِ ہدایت قرار دے کر زندگی گزارنا چاہتے ہیں، ان کے سامنے ایسے سینکڑوں مسائل آ کھڑے ہیں، جن کے بارے میں وہ علماء اسلام واصحابِ افتاء کی طرف نظریں جمائے ہوئے ہیں، کہ کیا یہ جائز ہیں یا ناجائز؟

اس اہم موڑ پر ان کی رہنمائی و رہبری علماء شریعت پر فرض ہے، اسی فرض کی انجام دہی کے لیے جامعہ نے ۱۴۲۹ھ میں ’’قسم الإفتاء و دار الإفتاء‘‘ قائم کیا، تاکہ امت کو موجودہ حوادث ومسائل کا شرعی حل مل جائے، اور اس عظیم ذمہ داری کے بارِ گراں کو اٹھانے کے لیے، ملک ہندوستان کی مختلف ریاستوں کے علماء بھی تیار ہوں۔

الحمد للہ! اس سال اس شعبہ میں نو (۹) فضلاء جامعہ زیر تعلیم وتربیت رہے، اور ان کی تعلیمی وتربیتی مصروفیتوں کے ساتھ ساتھ، پورے سال ایک مصروفیت یہ بھی رہی کہ جن مسائل میں لوگوں کا ابتلاء عام ہے، ان میں سے کسی ایک مسئلہ کی پوری صورت قلمبند کرکے، ان پر آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ، عباراتِ فقہیہ، اور قواعد کی روشنی میں احکام شرعیہ کی تطبیق کے بعد، جامعہ کی مسجد (مسجد میمنی) میں بعد نماز ظہر اس کو سناتے رہے۔

اب انہیں مسائل کا مجموعہ: ﴿المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة﴾ جلد سوم کے نام سے منظر عام پر آرہا ہے، میں نے ان مسائل کو مسجد میمنی میں سنا، ان کو عوام وخواص کیلئے بے انتہاء مفید پایا، اور ان کو شائع کرنے کی اجازت دی، میری دعاء ہے اللہ رب العزت اسے قبولیت عطاء فرمائے، امت کی اصلاح کا ذریعہ بنائے، ان طلباء عزیز کو دنیا وآخرت میں فلاح ونجاح نصیب فرمائے، علومِ نافعہ سے بہرہ ور فرما کر خدمتِ دین کے لئے تاعمر قبول فرمائے، اور جامعہ کے تمام شعبہ جات کے ساتھ ساتھ، اس نوخیز شعبہ کو بھی خوب خوب پروان چڑھا کر بافیض بنائے۔ ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم وتب علينا إنك أنت التواب الرحيم . (آمین)

۲۲/۷/۱۴۳۱ھ

ایک اہم وضاحت

ابوحمزہ وستانوی، معتمد تعلیمات و مدیر شاہراہ
جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا

اللہ رب العزت کا فرمان ہے:﴿اتبعوا ما أنزل إليكم من ربكم﴾ تم لوگ اس (کتاب) کی پیروی کرو جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے۔ (سورۃ الأعراف:۳)

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: " لا يؤمن أحدكم حتى يكون هواه متبعًا لما جئت به " .
(کنز العمال: ۱/ ۱۲۱)

آیتِ مبارکہ میں "مــا" عموم کیلئے ہے، جو تمام مصادرِ شرعیہ (قرآن، حدیث، اجماع وقیاس وغیرہ) کو شامل ہے، ہمارے فقہاء کرام کا ہمیشہ سے یہ طریقہ رہا کہ وہ کتاب، سنت، اجماع اور قیاسِ صحیح ہی سے مسائل کا استخراج واستنباط کرتے رہے، اور پچھلی چودہ صدیوں سے اسی طرح حلال وحرام کی معرفت حاصل کیجاتی رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ پوری امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے......!!

۞ رسولِ عربی، آقا مدنی ﷺ کو، جن کے ذریعہ ہمیں مصادرِ شرعیہ عطا ہوئے۔

۞ حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو جنہوں نے علومِ وحی کو پوری امانت داری کے ساتھ اپنے بعد والوں تک پہنچا دیا۔

۞ حضرات فقہاء، مفسرین، محدثین اور علماء دین کو جنہوں نے کمالِ احتیاط اور نظم وضبط کے ساتھ اصول وقواعد کو مدِ نظر رکھ کر بے شمار مسائل کو حل فرمایا۔

الحمدللہ! جامعہ میں اس سال دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا تو اول یوم سے ہی یہ کوشش کی گئی کہ اس سے امت کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچایا جائے، اور ہر ممکن طریقہ سے امت کو حلال وحرام سے واقف کرایا جائے، اسی کے پیشِ نظر یہ کتاب ﴿المسائل المہمة فیما ابتلت به العامة﴾ **جلد سوم** کی طباعت عمل میں آرہی ہے، امید ہے کہ ائمۂ مساجد اس جانب متوجہ ہوں، اور فضائل کے ساتھ ساتھ مسائل سے بھی امت کو آگاہ کریں۔

اس کتاب میں حتی الامکان یہ کوشش کی گئی کہ ہر مسئلہ کو خوب سے خوب مدلل کیا جائے، اور مسئلہ کیلئے بطورِ دلیل قرآنِ کریم اور حدیثِ رسول ﷺ کو بعد از تتبع پیش کیا جائے، اور ساتھ ہی ساتھ فقہاء امت کی تصنیفات وتالیفات سے بھرپور تعاون حاصل کرتے ہوئے، جزئیاتِ فقہیہ سے بھی تقویت دیجائے، تاکہ مسئلہ بالکل منقیٰ ومجلیٰ ہوکر سامنے آجائے۔

اللهم وفقنا لما تحب وترضى ۔ آمین یا رب العالمین

ابوحمزہ وستانوی

ابتدائیہ

مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی
صدر دارالافتاء
جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إن الدين عند الله الإسلام ، ومن يبتغ غير الإسلام دينًا فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخٰسرين﴾ ''اور جوکوئی اسلام کے سواء کسی اور دین کو تلاش کرے گا، سو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، اور وہ شخص آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا''۔ (آل عمران:۸۵)

اور ارشاد نبوی ﷺ ہے:'' تركتكم على البيضاء ليلها كنهارها لا يزيغ عنها بعدي إلا هالك '' ''میں نے تم کو ایک ایسی روشن شریعت پر چھوڑا کہ اس کی رات بھی اس کے دن کی طرح ہے، اور میرے بعد اس سے وہی شخص انحراف کرے گا، جو تباہ و برباد ہوگا''۔ (اتحاف:۱/۱۸۲)

آیتِ قرآنی وحدیثِ نبوی دونوں سے معلوم ومفہوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کے اعمال وزندگیاں اسلامی تعلیمات کے مطابق ہوں گی کل قیامت کے دن وہی لوگ، کامیاب وکامران، اور شاداں وفرحاں ہوں گے، اور جن لوگوں کے اعمال وزندگیاں اسلامی تعلیمات سے ہٹ کر گزریں گی وہ لوگ سخت نقصان وخسارہ میں ہوں گے، اسلامی تعلیمات کی اسی اہمیت وضرورت کے پیشِ نظر رسول عربی ﷺ نے طلبِ علمِ دین کو ہر مسلم مرد وعورت پر فرض قرار دیا ہے، جن لوگوں نے عمر کے اس مرحلہ میں علم دین حاصل نہیں کیا جس میں عموماً علم دین حاصل کیا جاتا ہے، انہیں دینی تعلم سے آراستہ کرنے اور ان کی زندگیوں کو اسلامی زندگیاں بنانے کیلئے وارثین انبیاء اور

بزرگان دین نے بڑی محنتیں اور کوششیں فرمائی ہیں، اور آج بھی یہ محنتیں مختلف انداز و جہتوں سے جاری وساری ہیں۔

علومِ اسلامیہ اور احکامِ شرعیہ کی تعمیم وتشہیر میں مساجد کا بڑا کردار و رول رہا ہے، اور آج بھی مسجدیں اپنے اس اہم کردار کو ادا کررہی ہیں، جیسا کہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ جمعہ واعیاد کے موقع پر علماء اسلام وخطباء عظام، مسلمانوں کے جمِ غفیر کے سامنے موقع محل، موسم اور حالات کے عین مطابق اسلامی ہدایات اور شرعی احکام بیان فرماتے ہیں، جس سے امت کو بڑا فائدہ پہنچتا ہے، اور وہ ازسرنو اپنے اعمال وزندگیوں کا جائزہ لے کر راہ مستقیم پر چلنے عزم وارادہ کرلیتے ہیں، اور واقعہ یہی ہے کہ اس سے بہت سارے لوگوں کی زندگیوں میں بڑا انقلاب برپا ہوا ہے۔

زیرِنظر کتاب **"المسائل المهمة فی ما ابتلت به العامة"** جلد سوم جو دوسو پینتیس (۲۳۵) محقق ومدلل، ان مسائل پر مشتمل ہے، جو زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھتے ہیں، اور روزمرہ زندگی میں عام لوگوں کا ان میں ابتلاء ہے، اس کی طباعت میں بھی یہی جذبۂ خیر کارفرما ہے۔

جامعہ کے دارالافتاء کی کوشش ہے کہ ایسے مسائل جن ابتلاء عام ہے، ان کی صورتوں کو قلمبند کرکے ان کی تحقیق وتخریج کی جائے اور لوگوں کو ان سے باخبر کیا جائے، تاکہ وہ اپنے اعمال کی پیشی سے پہلے ان کی اصلاح ودرستی کرلیں، اور بروزِ قیامت فوز وفلاح سے ہمکنار ہوں۔

میں مبارکبادی پیش کرتا ہوں طلباء افتاء بالخصوص عزیزم مفتی افضل صاحب اشاعتی ممبئی کو جنہوں نے بڑی محنت ولگن اور شوق وذوق کے ساتھ ان مسائل کی تحقیق وتخریج فرمائی، اور بندۂ ناچیز کی تصحیح وصاد کے بعد بلاناغہ سال بھر بعد نماز ظہر روزانہ ایک مسئلہ جامعہ کی مسجد میمنی میں پڑھتے رہے، **فزادهم الله علماً نافعاً وعملاً متقبلاً**، اسی طرح میں مشکور ہوں عزیزم مفتی شمشیر احمد بستوی

ومفتی عبدالمتین کانڑگانوی صاحبان کا کہ ان دونوں حضرات نے ان مسائل کی تبویب وترتیب، کمپوز وپروف ریڈنگ جیسے اہم کاموں کوانجام دیا، **تقبل الله سعيهما وبارك في علمهما وعملهما . آمين**

اگر ائمۂ مساجد تھوڑی سی توجہ دیں، اور پنج وقتہ نمازوں میں سے کسی ایک نماز کے بعد روزانہ ایک مسئلہ اپنے مقتدیوں کو سنانے کا اہتمام کرلیں، تو امید ہے کہ دینی، تعلیمی اور اصلاحی اعتبار سے اس کا بڑا فائدہ ہوگا، **وما ذلک علی الله بعزیز ۔**

الحمد لله الذى هدانا لهذا وما كنا لنهتدي لو لا أن هدانا الله ، لا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم ، وصلى الله على نبيه الكريم ، وعلى آله الطيبين الطاهرين ، وسلم تسليمًا كثيرًا

۲۱/ ۷/ ۱۴۳۱ھ

کتاب العقائد

عقائد کا بیان

ماہِ صفر کے متعلق عقائد

مسئلہ (۱): اسلامی سال کا دوسرا مہینہ صفر کا مہینہ ہے، اس کے آغاز سے عرب بدفالی لیتے تھے، اور یہ سمجھتے تھے کہ یہ مہینہ منحوس ہے، اس مہینہ میں کوئی خیر نہیں ہے، حالانکہ آپ ﷺ نے اپنے ارشاد میں اس باطل عقیدہ کی تردید بھی فرمائی ہے[۱]، کہ یہ محض ایک شیطانی وسوسہ ہے، مگر آج بھی بہت سے لوگ اس جاہلانہ عقیدہ کی وجہ سے ماہِ صفر میں شادی بیاہ، اچھے اور بڑے کام کرنے کو معیوب اور بربادی سمجھتے ہیں[۲]، بعض لوگ تو اپنے اس غلط عقیدہ کی دلیل

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قل لن يصيبنا إلا ما كتب الله لنا ، هو مولٰنا وعلى الله فليتوكل المؤمنون﴾ . (سورة التوبة : ۵۱)

ما في " روح المعاني " : أي لن يصيبنا إلا ما خط الله تعالى لأجلنا في اللوح ، ولا يتغير موافقتكم ومخالفتكم ، فتدل الآية على أن الحوادث كلها بقضاء الله تعالى . (۱۶۶/۶)

(۲) ما في " الصحيح لمسلم " : عن أبي هريرة قال : إن رسول الله ﷺ قال : " لا عدوى ولا طيرة ولا صفر ولا هامة " . وفي " شرح النووي على هامش مسلم " : قوله : (ولا صفر) قال النووى : إن الصفر دواب فى البطن وهى دودٌ ، وكانوا يعتقدون أن فى البطن دابة تهيج عند الجوع وربما قتلت صاحبها ، وكانت العرب تراها أعدى من الجرب ، وهذا التفسير هو الصحيح ، وبه قال مطرف وابن وهب وابن حبيب وأبوعبيدة .

(۲۳۰/۲ ، باب لا عدوى ولا طيرة ، مرقاة المفاتيح : ۳۹۴/۸ ، باب الفال والطيرة)=

میں یہ موضوع حدیث بھی پیش کرتے ہیں:” **من بشّرني بخروج صفر بشّرتُه بالجنّة**“۔ ”جوشخص مجھے صفر کے گزرجانے کی خوشخبری دے گا میں اسے جنت کی خوشخبری دیتا ہوں“-جب کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کوموضوع وبے اصل قرار دیا ہے[۱]، اس لیے ہمیں اس طرح کے عقیدے سے بچنا واجب ہے۔

دسویں محرم کوشربت پلانا

مسئلہ (۲): بعض لوگ دس محرم کولوگوں کوشربت پلاتے ہیں، یہ عمل اپنی ذات میں مباح تھا، کیوں کہ جب پانی پلانے میں ثواب ہےتو شربت پلانے میں کیوں نہیں[۲]،

= ما في ” القول المفيد على كتاب التوحيد “ : قوله : (ولا صفر) قيل انه شهر صفر ، كانت العرب يتشاءمون ، ولا سيما في النكاح .... وهذا النفي في هذه الأمور الأربعة ليس نفيًا للوجود ، لأنها موجودة ، ولكنه نفى للتأثير ، فالمؤثر هو الله ، فما كان منها سببًا معلومًا فهو سبب صحيح ، وما كان منها سببًا موهومًا فهو سبب باطل ، ويكون نفيًا لتأثيره بنفسه إن كان صحيحًا ، ولكونه سببًا إن كان باطلا . (۲/ ۹۹ ، باب ما جاء في التطيّر)

(۱) ما في ” الموضوعات الكبرى لملا علي القاري “ : ” من بشّرنى بخروج صفر بشّرته بالجنة “ . لا أصل له . (ص/ ۲۲۵ ، رقم الحديث : ۸۸۶)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما فى ” الحديث النبوى “ : عن أبى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم : ” أن رجلا رأى كلبًا يأكل الثرىٰ من العطش فأخذ الرجل خفه فجعل يغرف له به حتى أرواه فشكر الله له فأدخله الجنة “ .

(صحيح البخارى : ۱/ ۲۹ ، باب إذا شرب الكلب فى الإناء)=

مگر آج کل لوگ اس عمل کو بطور رسم کرتے ہیں[۱]، نیز اس میں اہل رفض کے ساتھ تشبہ بھی ہے۔[۲] اسی طرح اس عمل میں ایک خرابی یہ بھی پوشیدہ ہے کہ شربت اس لیے پلایا جاتا ہے کہ حضراتِ شہدائے کربلا پیاسے شہید ہوئے تھے، اور شربت پیاس بجھانے والا ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس رسم کی پابندی کرنے والوں کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ شربت ان شہداء کو پہنچتا ہے، جبکہ یہ شربت وہاں نہیں پہنچتا، اور نہ ہی ان کو اس شربت کی ضرورت ہے، اللہ پاک نے ان کیلئے جنت میں اعلیٰ نعمتیں عطا کر رکھی ہیں، جن کے مقابلے میں یہاں کا شربت کوئی حیثیت نہیں رکھتا[۳]، اس لیے شربت پلانے کی اس رسم سے احتیاط لازم ہے، تا کہ اس عقیدہ کی اصلاح ہوجائے۔

= ما في " الحديث النبوی " : عن أبی هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " إن الله عز وجل يقول يوم القيامة : يا ابن آدم ! استسقيتک فلم تسقني ، قال : يا رب ! كيف أسقيک وأنت رب العالمين ؟ قال : استسقاک عبدی فلان فلم تسقه ، أما أنک لو سقيته وجدت ذلک عندي " .
(الصحيح لمسلم : ۳۱۸/۲ ، کتاب البر والصلة ، باب فضل عيادة المريض)

(۱) ما فی " مرقاة المفاتيح " : وفيه أن من أصرّ على أمر مندوب وجعله عزمًا ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال ، فكيف من أصرّ على بدعة ومنكر . (۲۶/۳ ، کتاب الصلاة، باب الدعاء ، رقم الحديث : ۹۴۷ ، السعاية : ۲۶۳/۲ ، شرح الطيبی : ۴۴۶/۲)

ما في " المقاصد الشرعية للخادمي " : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً ، وتكون واجبةً إذا كان المقصد واجباً . (ص/۴۶)

(۲) ما في " الحديث النبوي " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " من تشبه بقوم فهو منهم " . (السنن لأبي داود: ص/۵۵۹ ، کتاب اللباس ، باب فی لبس الشهرة)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تحسبن الذين قتلوا فی سبيل الله أمواتاً ، بل أحياء عند ربهم يرزقون ، فرحين بما آتٰهم الله من فضله﴾ . (آل عمران : ۱۶۹ ، ۱۷۰) =

۱۲ ربیع الاول آپ ﷺ کی تاریخ پیدائش ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۳): بعض لوگ ۱۲ ربیع الاول کو خوشیاں مناتے ہیں، مدرسوں میں چھٹیاں رکھتے ہیں، صدقہ خیرات کرنے کو لازم سمجھتے ہیں، جبکہ اس دن آپ ﷺ کی ولادت نہیں ہوئی، آپ ﷺ کی تاریخ پیدائش صحیح قول کے مطابق، ۹ ربیع الاول ہے [۱]، اسی طرح کسی خاص دن صدقہ وخیرات کو لازم سمجھنا بدعت ہے [۲]، البتہ اس دن نیک اعمال کی کثرت رکھی جائے۔

= ما في " صحيح البخاري " :عن أبى هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ : " قال الله: أعددت لعبادى الصالحين ما لا عين رأت ، ولا أذن سمعت ، ولا خطر على قلب بشر" . الحديث .

(۱/ ۴۶۰ ، كتاب بدء الخلق ، باب ما جاء فى صفة الجنة وأنها مخلوقة)

(فتاوی محمودیہ: ۳/ ۲۷۸، فتاوی رشیدیہ:ص/ ۱۳۹، فتاوی عثمانی: ۱/ ۱۳۹، کفایت المفتی :۱/ ۲۳۵، خیر الفتاوی : ۱/ ۵۲۹، اصلاح الرسوم:ص/ ۱۳۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فى " الرحيق المختوم " : ولد سيد المرسلين بشعب بنى هاشم بمكة فى صبيحة يوم الإثنين التاسع من شهر ربيع الأول لأول عام من حادثة الفيل ويوافق ذلك العشرين أو اثنين وعشرين من شهر أبريل إحدى وسبعين وخمس مأة ۵۷۱ م ، حسبما حققه العالم الكبير محمد سليمان المنصورفورى والمحقق الفلكى محمود باشا .

(ص/ ۶۲ ، السيرة النبوية :ص/ ۱۰۹ ، رحمة للعالمين : ص/ ۳۴)

(۲) ما فى " الحديث النبوي " : عن عائشة قالت : قال رسول الله ﷺ : " من أحدث فى أمرنا هذا ما ليس فيه فهو رد " . (السنن لأبى داود:ص/ ۶۳۵ ، كتاب السنة ، باب فى لزوم السنة)

ما فى " بذل المجهود " : سواء كان فى العمل أو الاعتقاد فهو مردود .

(۱۳/ ۳۳ ، رقم الحديث : ۴۶۲۲)

ما فى " الشامية " : إذا تردد الحكم بين سنةٍ وبدعةٍ كان ترك السنة راجحًا على فعل البدعة .

(۲/ ۳۵۳ ، كتاب الصلوة)

علماء کے لیے لفظ ''مولانا'' کا استعمال

مسئلہ (۴): بعض لوگ کہتے ہیں کہ ''مولانا'' کا لفظ جو سورۂ بقرہ کی آخری آیت ﴿أنت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین﴾ میں واقع ہے، جس کے معنی ''کارساز'' کے ہیں، تو علماء کیلئے لفظ ''مولانا'' کا استعمال صحیح نہیں ہونا چاہیے، جب کہ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ لفظ ''مولانا'' عربی زبان کا لفظ ہے، لغوی اعتبار سے لفظ ''مولا'' بمعنی رب، مددگا، آقا، سردار، رہنما، غلام اور نوکر وغیرہ اور کئی مختلف متضاد معنی میں مستعمل ہے، اور ''نا'' جمع متکلم کی ضمیر ہے، جو ''مولا'' کے ساتھ میں ہوتی ہے، اس طرح ان دونوں کے معنی ہمارے آقا، ہمارے سردار، ہمارے رہنما، اور ہمارے غلام وغیرہ کے آتے ہیں، جو ہر عبارت میں سیاق وسباق اور متعلقہ شخصیت کی حیثیت کے اعتبار سے موقع ومحل کی مناسبت سے مراد ہوتے ہیں، جبکہ سورۂ بقرہ کی آیت ﴿أنت مولانا﴾ سے مراد کارساز یعنی متولی اُمور کے ہیں، اور احادیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: '' أنت أخونا و مولانا '' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی ایک صحیح حدیث میں منقول ہے کہ ان کے پاس ایک جماعت آئی اور کہنے لگی: ''السلام علیک یا مولانا ''۔

ان مواقع میں سے پہلے میں، آزاد کردہ غلام، اور دوسرے میں سردار اور بڑے کے معنی مراد ہیں، اور علماء کیلئے عموماً احترام کے طور پر بڑے اور سردار کے معنی میں مستعمل ہیں،

اس لئے بلا وجہ شک وشبہ میں پڑنے سے احتراز لازم ہے، اور علماء کیلئے اس لفظ (مولانا) کا استعمال جائز ودرست ہے۔ [۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مرقاة المفاتيح " : المولى يقع على جماعة كثيرة كالرب والمالک والسيد والناصر والمعتق والمحب والجار .... وأكثرها قد جاء ت في الأحاديث فيضاف كل واحد إلى ما يقتضيه الحديث الوارد فيه . (۲۴۷/۱۱)

ما في " روح المعاني " : (أنت مولٰنا) أي مالكنا وسيدنا ، وجوز أن يكون بمعنى متولي الأمر وأصله مصدر أريد به الفاعل . (۱۱۵/۳ ، سورة البقرة : ۲۸۶)

ما في " الحديث النبوي " : قال البراء عن النبي ﷺ : " أنت أخونا ومولانا " . (صحيح البخاري : ۵۲۸/۱ ، مناقب زيد بن حارثة)

ما في " مرقاة المفاتيح " : عن رباح بن الحارث قال : جاء رهط إلى علي بالرحبة فقالوا : " السلام عليک يا مولانا ". فقال : كيف أكون مولاكم وأنتم عرب ؟ قالوا : سمعنا رسول الله ﷺ يقول: " من كنت مولاه فعلي مولاه " . (۲۵۸/۱۱)

''محمد'' نام رکھنا

مسئلہ(۵): بعض لوگ اپنے بچہ کا نام'' محمد'' رکھتے ہیں، تو لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں، جب کہ آنحضرت ﷺ کے اسم مبارک پر اپنے بچوں کا نام رکھنا نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے، اور یہ نام صحابۂ کرام سے لے کر آج تک مسلمانوں میں رائج ہے، اور احادیث مبارکہ میں اس کا جواز بلکہ فضائل منقول ہے[1]، اس لیے اس نام پر

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی '' الحديث النبوی '' : عن جابر بن عبد الله قال : ولد لرجل منا غلام فسمّاه محمدًا ، فقال له قومه : لا ندعک تسمی باسم رسول الله ، فانطلق بابنه حامله على ظهره فأتى به النبی ﷺ ، فقال : يا رسول الله ! ولد لي غلام فسميته محمدًا ، فقال لی قومی : لا ندعک تسمی باسم رسول الله ﷺ فقال رسول الله : '' تسموا باسمی ولا تكتنوا بكنيتی ، فإنما أنا قاسم أقسم بينكم '' . (الصحيح لمسلم : ۲/۲۰۶ ، كتاب الأدب ، باب النهی عن التكنی بأبی القاسم)

ما فی '' الحديث النبوي '' : عن عائشة قالت : جاء ت امرأة إلى النبی ﷺ فقالت : يا رسول الله ! إنی قد ولدت غلامًا فسميته محمدًا وكنيته أبا القاسم فذكر لی أنک تكره ذلک ، فقال : '' ما الذی أحل إسمي وحرم كنيتي أو ما الذي حرم كنيتي وأحل إسمي '' .

(السنن لأبي داود:ص/۶۷۹ ، كتاب الأدب ، باب الرخصة فی الجمع بينهما)

ما فی '' بذل المجهود '' : وحاصل الجواب : أن التسمية بإسمی والتكنية بكنيتی ليس بحرام ، وهذا يدل على أن هذه القصة إن كانت محفوظة فهی واقعة بعد النهی عن التكنی بكنيته ، أو الجمع بين الإسم والكنية ، فوجه الجمع بين هذا وبين ما تقدم من المنع ، أن المنع عن الجمع لم يكن للتحريم بل هو كان مكروهًا للالتباس فقط . (۱۳/ ۳۷۰ ، باب الرخصة فی الجمع بينهما)=

معترض ہونا درست نہیں ہے، البتہ اس اسم شریف کی وجہ سے مسمی کی تعظیم لازم ہے، اور اس کے ساتھ دیگر اسماء کا معاملہ نہیں کیا جائے گا، اور مسمیٰ پر لازم ہے کہ وہ اس اسم شریف کا پاس ولحاظ رکھے۔ (۱)

ختمِ قرآن پر شیرینی کی تقسیم

مسئلہ (۶): بسا اوقات میت کے گھر والے اپنے مکان پر مدرسہ کے طلباء یا عام مسلمانوں کو قرآن خوانی کی دعوت دیتے ہیں، اور تمام لوگ اجتماعی قرآن خوانی کے ذریعہ میت کیلئے ایصال ثواب کرتے ہیں، بعدہ اہل میت ان قرآن خوانی کرنے والوں کو کھانا کھلاتے ہیں، یا چائے وشیرینی وغیرہ سے ان کی ضیافت کرتے ہیں، اس طرح اہتمام کے ساتھ قرآن خوانی کرنا شرعاً ثابت نہیں ہے، البتہ انفرادی طور پر قرآن کریم پڑھ کر ایصالِ

= ما فی " الحدیث النبوی " : عن علی بن أبی طالب أنه قال : یا رسول الله ! " أرأیت إن ولد لي بعدک أسمیه محمدًا وأکنیه بکنیتک ؟ قال : نعم " . قال : فکانت رخصة فی هذا ، هذا حدیث حسن صحیح .

(جامع الترمذي : ۲/۱۱۱ ، أبواب الآداب ، باب ما جاء فی کراهیة الجمع بین إسم)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن سعید بن المسیب قال : " أحب الأسماء إلیه أسماء الأنبیاء " .

(المصنف لإبن أبی شیبة : ۱۳/۳۴۵ ، کتاب الأدب ، باب ما یستحب من الأسماء ، بیروت)

(۱) ما فی " مرقاة المفاتیح " : إذا سمی ولد بمحمد یجب تعظیمه بسبب هذا الإسم الشریف فلا یعامل معاملة سائر الأسماء ، ویؤیده ما رواه البزار عن أبی رافع مرفوعًا : إذا سمیتم محمدًا فأکرموه وأوسعوا له فی المجلس ولا تقبحوا له وجهًا .

(۹/۱۰ ، کتاب الآداب ، باب الأسامی ، رقم الحدیث : ۴۷۵۱)

ثواب میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اسی طرح کھانا کھلانا، چائے وشیرینی سے ضیافت کرنا صورۃً معاوضہ ہے، اس لیے اس سے بھی بچنا چاہیے۔[1]

میت کیلئے ایک لاکھ کلمۂ طیبہ کا ثواب

مسئلہ (۷): بعض علاقوں میں کسی کے انتقال کرجانے پر اس کے گھر والے ایک لاکھ مرتبہ کلمۂ طیبہ کا ختم کراکے ایصالِ ثواب کرتے ہیں، اور کلمۂ طیبہ پڑھنے والوں کو ختم کے بعد کھانا کھلاتے ہیں، کلمۂ طیبہ وغیرہ پڑھ کر میت کو ثواب پہنچانا یقیناً مفید اور باعث خیر ہے[2]،

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الشامیة " : قال تاج الشریعة فی شرح الهدایة : إن القراء ة بالأجرة لا یستحق الثواب لا للمیت ولا للقارئ ، وقال العینی فی شرح الهدایة : ومنع القاری للدنیا ، والآخذ والمعطی آثمان ، فالحاصل : فإذا لم یکن للقارئ ثواب لعدم النیة الصحیحة ، فأین یصل الثواب إلی المستأجر ، ولولا الأجرة لما قرأ أحد لأحد فی هذا الزمان .

(۹/ ٦٦ ، تحریم مهم فی عدم جواز الاستیجار علی التلاوة)

ما فی " الفتاوی البزازیة " : ویکره إتخاذ الدعوة بقراء ة القرآن ، وجمع الصلحاء والقراء للختم .

(۱/ ۷۸ ، الباب الخامس والعشرون فی الجنائز) (فتاوی محمودیہ:۳/ ۸۵،فتاوی رحیمیہ:۲/ ۱۱٦،احسن الفتاوی:۱/ ۳۷۵)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما فی " حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح " : فللإنسان أن یجعل ثواب عمله لغیره عند أهل السنة والجماعة ، صلاة کان أو صوماً أو حجاً أو صدقة أو قراء ة للقرآن أو الأذکار أو غیر ذلک من أنواع البر ، ویصل ذلک إلی المیت وینفعه .

(ص/ ٦۲۱ ، ٦۲۲ ، فصل فی زیارة القبور ، الشامیة : ۴/ ۱۰ ، مطلب فی إهداء ثواب الأعمال للغیر ، البحر الرائق : ۳/ ۱۰۵ ، باب الحج عن الغیر) =

لیکن ختم کے بعد کھانا کھلانا یہ اجرت کے مشابہ ہے[۱]، نیز میت کے ورثاء میں بعض دفعہ چھوٹے نابالغ بچے بھی ہوتے ہیں، تو ان کے مال میں تصرف کرنا اوران کے حصے سے صدقہ دینا بھی جائزنہیں ہے۔[۲]

علاوہ ازیں ایصالِ ثواب کیلئے جوکھانا کھلایا جاتا ہے، اس کے مستحق غرباء ہیں، مالدارنہیں[۳]، جبکہ ختم کے بعد جوکھانا کھلایا جاتا ہےاس میں غریب وغنی سب ہوتے ہیں، اور اس میں شہرت وناموری کا جذبہ بھی کارفرما ہوتا ہے[۴]، جیسا کہ دیگرتقریبات کا حال ہے،

= (۱) ما فی " الشامیة " : لا معنی لصلة القاری بقراء ته ، لأن هذا بمنزلة الأجرة والإجارة فی ذلک باطلة وهی بدعة ، ولم یفعلها أحد من الخلفاء .

(۹/ ۶۷ ، مطلب تحریم مهم فی عدم جواز الإستئجار علی التلاوة)

(۲) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿الذین یأکلون أموال الیتامیٰ ظلمًا إنما یأکلون فی بطونهم نارًا﴾ .

(سورة النساء : ۱۰)

ما فی " أحکام القرآن للجصاص " : لا خلاف بین المسلمین أن أکل مال الیتیم ظلمًا محظور وأن الوعید المذکور فی الآیة قائم فیه . (۲/ ۹۴)

(۳) ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : والوصیة المطلقة .... لا تحل لغني لأنها صدقة وهي علی الغنی حرام . (۱۰/ ۳۳۶ ، قبیل باب الوصیة)

(۴) ما فی " الحدیث النبوی " : عن أبي هریرة قال : قال رسول الله ﷺ : " المتباریان لا یجابان ولا یؤکل طعامهما " . قال الإمام أحمد : یعني المتعارضین بالضیافة فخرًا ورياءً .

(مشکوٰة المصابیح :ص/ ۲۷۹ ، باب الولیمة)=

اس لیے اس طریقہ پر ایصال ثواب سے اجتناب ضروری ہے [۱]، البتہ انفرادی طور پر قرآن کریم، کلمۂ طیبہ وغیرہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

ایصال ثواب تمام مُردوں کو پورا پورا ملتا ہے

مسئلہ (۸): اگر کوئی شخص قرآنِ کریم مثلاً سورۂ فاتحہ پڑھ کر اس کا ثواب تمام مسلم مرحومین کو پہنچائے، تو یہ ثواب ان کے درمیان تقسیم نہیں ہوگا، بلکہ تمام مرحومین کو پورا پورا ثواب پہنچے گا، اور پڑھنے والے کے ثواب میں بھی کمی نہیں آئے گی، اور یہی اللہ رب العزت کے فضل وکرم کے شایانِ شان بھی ہے۔[۲]

= (۱) ما فی " حلبی کبیر " : ویکره إتخاذ الضیافة من أهل المیت لأنه شرع فی السرور لا فی الحزن ، قالوا : وهی بدعة مستقبحة لما روی الإمام أحمد وابن ماجة بإسناد صحیح عن جریر بن عبد الله قال : کنا نعد الإجتماع إلی أهل المیت وصنعهم الطعام من النیاحة .

(ص/۶۰۹ ، فصل فی الجنائز، الثامن فی مسائل من الجنائز ، الفتاوی البزازیة علی هامش الهندیة: ۱/۷۸ ، الباب الخامس والعشرون فی الجنائز ، الشامیة : ۳/۱۳۸ ، باب صلاة الجنازة ، مطلب فی کراهة الضیافة من أهل البیت) (فتاوی محمودیہ:۳/۸۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی " کتاب شرح الصدور للسیوطی " : أخرج أبو محمد السمرقندی فی فضائل ﴿قل هو الله أحد﴾ عن علي مرفوعًا : " من مر علی المقابر وقرأ : (قل هو الله أحد) إحدی عشرة مرة ثم وهب أجره للأموات أعطی من الأجر بعدد الأموات " .

(ص/۲۹۶ ، باب فی قراءة القرآن للمیت أو علی القبر)

ما فی " الشامیة " : الأفضل لمن یتصدق نفلاً أن ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لأنها تصل إلیهم ولا ینقص من أجره شيء هو مذهب أهل السنة والجماعة ، قلت : لکن سئل ابن محمد =

مرنے کے بعد مُردے کی روح اور ہڈیوں کا گھومنا

مسئلہ (۹): بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جب کوئی آدمی مرجاتا ہے، اور اسے دفن کردیا جاتا ہے، تو اس کی قبر سے روح اور ہڈیاں نکل کر ادھر ادھر گھومتی پھرتی ہیں، یہ محض ایک جاہلانہ توہم ہے، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ''اگر روح منعَّم علیہ ہے یعنی اس پر اللہ کا انعام ہے، تو اسے یہاں آکر لپٹنے پھرنے کی کیا ضرورت ہے، اور اگر معذَّب ہے یعنی گرفتارِ عذاب ہے، تو فرشتگانِ عذاب کیوں کر چھوڑ سکتے ہیں''۔ (اشرف الجواب:۱/۱۶۳)

اسی طرح بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں، کہ جس گھر پر الو بیٹھ کر بول دے، اس میں موت یا کوئی بڑا حادثہ ضرور ہوگا، یہ خیال بھی جاہلانہ توہمات میں سے ہے، اس لیے اس طرح کے عقائد سے بچنا لازم وضروری ہے۔[1]

= المکی عما لو قرأ لأهل المقبرة الفاتحة هل يقسم الثواب بينهم أو يصل لكل منهم مثل ثواب ذلک كاملاً؟ فأجاب بأنه أفتى جمع بالثاني وهو اللائق بسعة الفضل . (۱۴۲/۳ ، باب الجنائز ، مطلب في القراءة للميت وإهداء ثوابها له ، الفتاوى التاتارخانية : ۷۱/۲ ، كتاب الزكاة ، الفصل السادس عشر في إيجاب الصدقة) (فتاوی محمودیہ:۹/۲۰۶،فتاوی رحیمیہ:۷/۹۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿كلا إن كتاب الفجار لفي سجين .... كلا إن كتاب الأبرار لفي عليين﴾ . (سورة التطفيف : ۷ - ۱۸)

ما في " تفسير المظهري " : وجه التطبيق أن مقر أرواح المؤمنين في عليين أو في السماء السابعة ونحو ذلک كما مر ، ومقر أرواح الكفار في سجين ، ومع ذلک لكل روح منها اتصال لجسده في قبره . (۱۹۶/۱۰) =

....

....

....

= ما فی " القرآن الکریم " : ﴿قل لن یصیبنا إلا ما کتب الله لنا هو مولٰنا﴾ . (سورة التوبة : ۵۱)
ما فی " روح المعاني " : أی لن یصیبنا إلا ما خط الله لأجلنا فی اللوح ولا یتغیر بموافقتکم ومخالفتکم ، فتدل الآیة علی أن الحوادث کلها بقضاء الله تعالی . (۱۶۶/۶)
ما فی " الحدیث النبوی " : عن أبی هریرة عن النبی ﷺ قال : " لا عدوی ولا طیرة ولا هامة ولا صفر " . (صحیح البخاری : ۸۵۷/۲ ، کتاب الطب ، باب لا هامة ، الصحیح لمسلم : ۲۰۳/۲)
ما فی " القول المفید علی کتاب التوحید " : (قوله : ولا هامة) الهامة بتخفیف المیم فسرت بتفسیرین : الأول أنها طیر معروف یشبه البومة أو هی البومة ، تزعم العرب أنه إذا قتل القتیل صارت عظامه هامة ، تطیر وتصرح حتی یؤخذ بثأره ، وربما اعتقد بعضهم أنها روحه . التفسیر الثانی : أن بعض العرب یقولون : الهامة هی الطیر المعروف ، لکنهم یتشاءمون بها ، فإذا وقعت علی بیت أحدهم ونعقت قالوا : إنها تنعق به لیموت، ویعتقدون أن هذا دلیل قرب أجله ، وهذا کله بلا شک عقیدة باطلة .

(ص/۹۹ ، حاشیة النووي علی الصحیح لمسلم : ۲۳۰/۲ ، مرقاة المفاتیح : ۳۹۴/۸)

ما فی " مرقاة المفاتیح " : إن الطیرة مصدر التطیر وکان ذلک یصدهم عن مقاصدهم فنفاه الشرع وأبطله ونهی عنه وأخبره أنه لیس له تأثیره فی جلب نفع أو دفع ضرر .
(۳۹۱/۸ ، باب الفال والطیرة)
ما فی " الموسوعة الفقهیة " : قد اتفق أهل التوحید علی تحریم التطیر ونفی تأثیره فی حدوث الخیر أو الشر لما فی ذلک من الإشراک بالله فی تدبیر الأمور . (۱۸۳/۱۲) (فتاوی محمودیہ:۱/۶۰۵)

کسی کی آمد سے بدشگونی لینا

مسئلہ (۱۰): بسا اوقات کسی کی آمد کے عین موقع پر لائٹ چلی جاتی ہے، تو کہا جاتا ہے کہ ''آپ آئے تو لائٹ گئی'' یہ بدفالی ہے، جوشرعاً جائز نہیں ہے [۱]، اسی طرح جب کوئی بات کہتے ہوئے لائٹ آجاتی ہے، تو کہا جاتا ہے کہ ''بات صحیح ہے، اس لئے لائٹ آگئی'' یہ فال نیک ہے، جوشرعاً جائز ہے۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قل لن يصيبنا إلا ما كتب الله لنا، هو مولنا، وعلى الله فليتوكل المؤمنون﴾ . (سورة التوبة : ۵۱)

ما في " روح المعاني " : أي لن يصيبنا إلا ما خط الله لأجلنا في اللوح ، ولا يتغير بموافقتكم ومخالفتكم ، فتدل الآية على أن الحوادث كلها بقضاء الله تعالى . (۱۶۶/۶)

ما في " الحديث النبوي " : عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال : " لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر " . (صحيح البخاري : ۸۵۷/۲ ، كتاب الطب ، باب لا هامة)

ما في " مرقاة المفاتيح " : إن الطيرة مصدر التطير وكان ذلك يصدهم عن مقاصدهم ، فنفاه الشرع وأبطله ونهى عنه وأخبره أنه ليس له تأثيره في جلب نفع أو دفع ضرر .

(۳۹۱/۸ ، باب الفال والطيرة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : قد اتفق أهل التوحيد على تحريم التطير ونفي تأثيره في حدوث الخير والشر لما في ذلك من الإشراك بالله في تدبير الأمور . (۱۸۳/۱۲)

(۲) ما في " الحديث النبوي " : عن أنس بن مالك أن رسول الله ﷺ قال : " لا عدوى ولاطيرة وأحب الفال " . قالوا : يا رسول الله ! وما الفال ؟ قال : " الكلمة الطيبة " . هذا حديث حسن صحيح . (جامع الترمذي : ۲۹۰/۱)=

غیر اللہ کے لیے بکرا وغیرہ ذبح کرنا

مسئلہ (۱۱): کسی شخص کا کسی دوسرے شخص کے کہنے پر غیر اللہ کیلئے مثلاً کسی پیر، یا دیوی دیوتا کیلئے بکرا وغیرہ ذبح کرنا خواہ اجرت لے کر ہو یا بلا اجرت، شرعاً ناجائز وحرام ہے [۱]، نیز اس ذبیحہ کا کھانا بھی حرام ہے [۲]، اور ایسے شخص کی اذان، اقامت اور امامت

= ما فی " فتح الباری " : عن أبی هریرة قال : قال النبی ﷺ : " لا طیرة وخیرها الفال " . قال : وما الفال یا رسول الله ؟ قال : " الکلمة الصالحة یسمعها أحدکم " .

(۱۰ / ۲۴۹ ، باب الفال ، ط : شیخ الهند دیوبند)

ما فی " الموسوعة الفقهیة " : التفاؤل مباح بل حسن إذا کان متعینًا للخیر ، کأن یسمع المریض یا سالم ، فینشرح لذلک صدره ، ولا خلاف بین الفقهاء فی جواز التفاؤل بالکلمة الحسنة من غیر قصد . (۱۳ /۷۷ ، کویت)

ما فی " التفسیر لإبن کثیر " : وقال معمر : أخبرنی أیوب عن عکرمة أنه قال : لما جاء سهیل بن عمرو قال النبی ﷺ : " قد سهل لکم من أمرکم " . (۳/ ۳۵۱ ، سورة الفتح)

(امداد الفتاوی:۵/ ۴۰۰،فتاوی محمودیہ:۱/ ۲۳۴)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما أهل لغیر الله به﴾ .

(سورة المائدة :۳)

ما فی " التفسیر الکبیر للرازي " : الرابع : ما أهل لغیر الله به ، والإهلال : رفع الصوت ...... وکانوا یقولون عند الذبح بإسم اللات والعزی فحرم الله تعالی ذلک .

(۴/ ۲۸۳ ، سورة المائدة :۳)

(۲) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿یآیها الذین آمنوا لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل﴾ .

(سورة النساء : ۲۹)=

مکروہِ تحریمی ہے[۱]، ہاں اگر وہ سچے دل سے توبہ کرلیں تو کراہت ختم ہوجائے گی۔[۲]

= ما فی " التفسیرات الأحمدیة " : معنی الآیة لا تأکلوا أموالکم أنفسکم بالباطل أی بالوجه الذی لم یجوزه الشرع کشرب الخمر والزنا وأنواع الفساد علی ما فی الحسینی ، أو المعنی لا یأکل بعضکم أموال بعض بالباطل کالسرقة والغصب والقمار والعقود الفاسدة ونحوها .

(ص/٦٣ ، البقرة)

ما فی " الهدایة " : ولا یجوز الاستیجار علی الغناء والنوح وکذا سائر الملاهی لأنه استیجار علی المعصیة ، والمعصیة لا تستحق بالعقد . (۳/۲۸۷، باب الإجارة الفاسدة)

ما فی " الفتاوی العزیزی " : لو ذبح شاة علی النصب من الأنصاب أو علی قبر من القبور وقصد به التقرب إلی صاحب القبر أو صاحب النصب وذکر إسم الله علیها لا یحل .

(ص/۴۸۴ ، بحواله فتاوی محمودیه : ۱/ ۳۲۹ ، الشامیة :۳/۳۷۹ ، قبیل باب الاعتکاف)

(۱) ما فی " التنویر وشرحه مع الشامیة " : (ویکره) ...... (إمامة عبد) ..... (وأعرابی) ...... (وفاسق وأعمی) . تنویر . وفي الشامیة : قال العلامة ابن عابدین الشامي رحمه الله : قوله : (فاسق) من الفسق وهو الخروج عن الإستقامة ، ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی وأکل الرباء ونحو ذلک . (۲/۲۹۸ ، کتاب الصلاة ، باب الإمامة)

(۲) ما فی " الحدیث النبوی " : عن عبد الله بن مسعود قال : قال رسول الله ﷺ : " التائب من الذنب کمن لا ذنب له " . (مشکوة المصابیح :ص/۲۰٦ ، باب الاستغفار والتوبة)

ما فی " قواعد الفقه " : إذا زال المانع عاد الممنوع . (ص/۵۷) (فتاوی محمودیہ:٦/۹۸)

شیخ احمد کا وصیت نامہ اور پمفلٹ (Pamphlet)

مسئلہ (۱۲): عرصۂ دراز سے عام لوگوں میں وقتاً فوقتاً ایک پمفلٹ (Pamphlet) اس مضمون کا تقسیم کیا جاتا ہے کہ مدینہ شریف سے شیخ احمد نے وصیت نامہ بھیجا ہے کہ میں اپنے مکان میں قرآن شریف پڑھ رہا تھا، اچانک مجھے نیند آ گئی، اور میں دیکھتا ہوں کہ محمد ﷺ تشریف لائے، اور فرمایا اس ہفتے اتنے ہزار آدمی مر گئے جس میں کوئی ایمان والا نہیں تھا، اور بہت برا وقت آنے والا ہے وغیرہ، اور جو شخص اس وصیت نامہ کو پڑھ کر اس کی نقل دوسروں تک پہنچائیگا، تو قیامت کے دن میں اس کی حفاظت کروں گا، جو غریب چھپوا کر تقسیم کرے گا وہ مالدار ہو جائیگا، ایک آدمی نے اسے جھوٹا سمجھا تو اس کا انتقال ہو گیا، ایک شخص نے چھپوانے میں لاپرواہی کی تو اس کی بیوی مر گئی، اور پانچ لوگوں نے ملکر ۱۵۰/ پرچے بانٹے تو ان کو پانچ لاکھ کی لاٹری لگ گئی وغیرہ۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسا وصیت نامہ بہت دفع شائع ہو چکا ہے، ہمیشہ اسی نام ولقب سے شائع ہوتا ہے، اول تو تعجب یہ ہے کہ ایک شخص اتنی بڑی عمر پائے، دوسرے یہ تعجب ہے کہ ایک شخص کے سوا اور کسی خادم کو یا اور ملکوں کے بزرگوں اور ولیوں کو یہ دولتِ زیارت اور ہم کلامی نصیب نہ ہو، تیسرے یہ کہ اگر ایسا ہی ہوتا تو خود مدینہ میں اس کی زیادہ شہرت ہونی چاہیے تھی، حالانکہ وہاں آنے جانے والوں یا خطوط سے ان امور کا نام ونشان بھی معلوم نہیں ہوتا، پھر محض اس طرح بلاسند کوئی مضمون قابل اعتبار نہیں ہوسکتا، ورنہ جو جس کے دل میں آوے مشہور کر دیا کرے، شرع میں حکم یہ ہے کہ جو

بات ہو خوب تحقیق کے بعد اس کو معتبر سمجھو۔ (۱)

علاوہ اس کے اس میں بعض مضامین ایسے ہیں جو شرع وعقل کے خلاف ہیں، مثلاً:

۱- اتنے ہزار مسلمان کلمہ گو مرے، اور ان میں صرف سترہ آدمی مسلمان ہوں، اول تو خدا کی رحمت غالب ہے اس کے غضب پر (۲)، دوسرے ہم خود دیکھتے ہیں کہ زیادہ مسلمان توبہ کرکے، کلمہ پڑھتے ہوئے مرتے ہیں، جو علامت خاتمہ بالخیر کی ہے، پھر اس مضمون کی گنجائش کہاں۔

۲- اس پرچے کو چھپوا کر تقسیم کرنے پر غنیٰ ومالداری کا حاصل ہونا، اور اس کو جھوٹا سمجھنے پر کسی کی موت واقع ہونا، یہ بھی خلاف عقیدہ بات ہے، کیوں کہ امیری وغریبی موت وحیات

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿یا أیها الذین آمنوا إن جائکم فاسق بنبأ فتبینوا أن تصیبوا قوماً بجهالة فتصبحوا علی ما فعلتم ندٰمین﴾. (سورة الحجرات : ٦)

ما فی " أحکام القرآن لظفر أحمد التهانوی " : مقتضی الآیة التثبت فی خبر الفاسق، والنهی عن الإقدام علی قبوله والعمل به، إلا التبین والعلم بصحة مخبره، وذلک لأن قراء ة هذه الآیة علی وجهین : ﴿فتثبتوا﴾ من التثبت ﴿فتبینوا﴾ من التبیّن، وکلتاهما یقتضی النهی عن قبول خبره إلا بعد العلم. (۲۵۵/۴)

(۲) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿ورحمتي وسعت کل شيء﴾. (سورة الأعراف : ۱۵٦)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن أبی هریرة قال : قال رسول الله ﷺ : " لما خلق الله الخلق کتب فی کتابه هو یکتب علی نفسه وهو وضع عنده علی العرش إن رحمتی تغلب غضبی ".

(صحیح البخاری : ۱۱۰۱/۲، بیروت)=

ذاتِ باری تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے۔(۱)

۳- اس پرچے کو چھپوا کر تقسیم کرنے سے لاٹری کا لگ جانا، اور جن لوگوں کی لاٹری لگ گئی ان میں سے ایک کا مسجد بنانے کی بات سوچنا، دونوں خلافِ شرع ہیں، کیوں کہ لاٹری شرعاً قمار و جوا پر مشتمل ہونے کی وجہ سے حرام ہے(۲)، اسی طرح حرام مال سے اللہ کے گھر کی تعمیر بھی حرام ہے۔(۳)

= (۱) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿قل لن یصیبنا إلا ما کتب اللہ لنا ھو مولٰنا﴾ . (سورۃ التوبۃ : ۵۱)

ما فی " روح المعانی " : أی لن یصیبنا إلا ما خط اللہ لأجلنا فی اللوح ولا یتغیر بموافقتکم ومخالفتکم ، فتدل الآیۃ علی أن الحوادث کلھا بقضاء اللہ تعالی . (۱۶۶/۶)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن أبی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال : " لا عدوی ولا طیرۃ ولا ھامۃ ولا صفر " . (صحیح البخاري : ۸۵۷/۲)

(۲) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ﴾ . (سورۃ المائدۃ : ۹۱)

ما فی " الشامیۃ " : قال الشامي رحمہ اللہ تعالی : لأن القمار من القمر الذی یزداد تارۃ وینقص أخری ، وسمی القمار قمارًا لأن کل واحد من المقامرین ممن یجوز أن یذھب مالہ إلی صاحبہ ، ویجوز أن یستفید مال صاحبہ وھو حرام بالنص .

(۵۷۷/۹ ، ۵۷۸ ، کتاب الحظر والإباحۃ ، باب الاستبراء ، فصل فی البیع)

(۳) ما فی " الشامیۃ " : قال تاج الشریعۃ : أما لو أنفق فی ذلک مالاً خبیثاً ومالا سببہ الخبیث والطیب فیکرہ ، لأن اللہ تعالی لا یقبل إلا الطیب فیکرہ تلویث بیتہ بما لا یقبلہ . شرنبلالیۃ .

(۳۷۳/۲ ، کتاب الصلوۃ ، مطلب کلمۃ لا بأس الخ)=

لہٰذا اس طرح کے پمفلٹ کے مضامین پر اعتماد واعتقاد نہ رکھا جائے، اور نہ ان کو شائع کیا جائے، اس لیے کہ مومن کامل کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ نفع ونقصان، خیر وشر، امیری وغریبی، خوشی وغمی جیسے تمام امور ذاتِ باری تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ (۱)

اِدّعائے وحدتِ اَدیان یعنی ''سرو دھرم ایک آہے'' کا دعویٰ

مسئلہ (۱۳): بعض لوگ اپنی سیکولر ذہنیت کو ثابت کرنے، اور غیروں میں اپنی مقبولیت ومحبوبیت بڑھانے کے خاطر کہتے ہیں: ''سرو دھرم ایکچ آہے'' یعنی سب مذہب ایک ہی ہیں، اس طرح کی بات کلمۂ کفر ہے، کیوں کہ اسلامی عقائد، اور دیگر مذاہب کے عقائد میں فرق واضح ہے، اسلام حق اور کفر باطل ہے، اسلام اللہ کے نزدیک دین مقبول ہے، اور کفر ودیگر مذاہب مردود ومنسوخ ہیں، تو تمام مذاہب یکساں کیسے ہوسکتے ہیں، اس لیے اس طرح کی بات کہنے سے بچنا واجب ہے، ہاں اسلام کے علاوہ تمام مذاہب ان کے باطل اور غیر مقبول ہونے میں یکساں ہوسکتے ہیں۔ (۲)

= (۱) ما فی '' القرآن الکریم '' : ﴿وإن تصبهم حسنة یقولوا هذه من عند الله وإن تصبهم سیئة یقولوا هذه من عندک ، قل کل من عند الله ، فما لهولاء القوم لا یکادون یفقهون حدیثاً﴾ .

(سورة النساء : ۷۸)

ما فی '' عقیدة الطحاوی '' : الإیمان هو الإیمان بالله وملائکته وکتبه ورسله والیوم الآخر والبعث بعد الموت ، والقدر خیره وشره وحلوه ومره من الله تعالی ونحن مؤمنون بذلک کله .

(ص/ ۹۵) (امداد الفتاویٰ:۴/ ۵۵۵)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی '' القرآن الکریم '' : ﴿إن الدین عند الله الإسلام﴾ . [آل عمران : ۱۹] ﴿ومن یبتغ غیر الإسلام دیناً فلن یقبل منه وهو في الآخرة من الخٰسرین﴾ . (آل عمران : ۸۵) =

....

....

= ما فی " روح المعانی " : ﴿ومن يبتغ غير الإسلام ديناً فلن يقبل منه﴾ نزلت فی جماعة ارتدوا وكانوا إثنی عشر رجلا وخرجوا من المدينة وأتوا مكة كفارًا ، منهم الحارث بن سويد الأنصاري ، والإسلام قيل : التوحيد والانقياد ، وقيل : شريعة نبينا عليه الصلاة والسلام بَيَّنَ الله تعالى أن من تحرى بعد مبعثه غير شريعته فهو غير مقبول منه ، وقبول الشيء هو الرضا به وإثابة فاعله عليه .

(۳۴۵/۳)

ما فی " الحديث النبوی " : عن جابر أن عمر بن الخطاب أتی رسول الله ﷺ بنسخة من التوراة فقال : يا رسول الله ! هذه نسخة من التوراة فسكت فجعل يقرأ ، ووجه رسول الله ﷺ يتغير ، فقال أبو بكر : ثكلتك الثواكل ما ترى ما بوجه رسول الله ؟ فنظر عمر إلى وجه رسول الله ﷺ فقال : أعوذ بالله من غضب الله وغضب رسوله ، رضينا بالله رباً وبالإسلام ديناً ، وبمحمد نبياً ، فقال رسول الله ﷺ : " والذی نفس محمد بيده لو بدا لكم موسى فاتبعتموه وتركتمونی لضللتم عن سواء السبيل ، ولو كان حياً وأدرك نبوتی لا تبعنی " .

(مشكوة المصابيح :ص/۳۲ ، كتاب الإيمان ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

ما فی " مرقاة المفاتيح " : (قال : أعوذ بالله من غضب الله وغضب رسوله) غضب الله توطئة لذكر غضب رسوله إيذاناً بأن غضبه غضبه ، كذا قاله الطيبی ، وإيماءً إلى أن التعوذ إنما هو من غضب الله حقيقة ، وإنما يتعوذ من غضب رسوله لأنه سبب لغضبه تعالى .

(۱/۳۹۹ ، ۴۰۰ ، باب الإعتصام)

ما فی " فقه النوازل " : الدعوة إلى وحدة الأديان كفرية ضالة ، لكونها مناقضة لأصول الاعتقاد فی الإسلام ، ومن آثار هذه الدعوة الغاء الفوارق بين الإسلام والكفر ، والحق والباطل ، وكسر حاجز النفرة بين المسلمين والكافرين وإبطال الجهاد . (۲/۵۶ ، وثيقة رقم : ۱۳)

ما فی " الفتاوى الهندية " : ومن اعتقد أن الإيمان والكفر واحد فهو كافر ، ومن لا يرضى بالإيمان فهو كافر . كذا فی الذخيرة . (۲/۲۵۷ ، الباب التاسع فی أحكام المرتدين)

آداب السفر

سفر کے آداب

سفر میں امیر کا انتخاب

مسئلہ (۱۴): جب سفر کا ارادہ ہو تو اپنے میں سے کسی با اخلاق اور علم وعقل میں بڑھے ہوئے شخص کو امیر بنالے (۱)، امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''لوگوں کی آراء، منزلوں، راستوں اور سفر کی مصلحتوں میں مختلف ہوتی ہیں، کسی کو امیر بنائے بغیر نظام سفر برقرار نہیں رہ سکتا ہے، اِکائی میں نظام ہے اور کثرت میں فساد ہے'' (۲)، اس لئے کسی ایک کو امیر بنالیں۔

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی '' الحدیث النبوی '' : عن أبی سعید الخدری أن رسول اللہ ﷺ قال : '' إذا خرج ثلاثة فی سفر فلیؤمروا أحدھم '' .

(السنن لأبی داود: ص/ ۳۵۱ ، کتاب الجھاد ، فی القوم یسافرون یؤمرون أحدھم)

ما فی '' بذل المجھود '' : فلیجعلوا أحدھم أمیراً علیھم لیسھل قطع النزاع والإختلاف علیھم ، والأمر للاستحباب . (۹/ ۱۹۳)

ما فی '' الموسوعة الفقھیة '' : یستحب أن یؤمر الرفقة علی أنفسھم أفضلھم وأجودھم رأیاً ، ویطیعونه لحدیث أبی سعید وأبی ھریرة قالا : قال رسول اللہ ﷺ : '' إذا خرج ثلاثة فی سفر فلیؤمروا أحدھم '' . (۲۵/ ۴۳)

(۲) ما فی '' إحیاء علوم الدین للغزالی '' : إنما یحتاج إلی الأمیر ، لأن الآراء تختلف فی تعیین المنازل والطرق ومصالح السفر ولا نظام إلا فی الوحدة ولا فساد إلا فی الکثرة ، وإنما انتظم أمر العالم ، لأن مدبر الکل واحد ﴿لو کان فیھما آلھة إلا اللہ لفسدتا﴾ ومھما کان المدبر واحدًا انتظم أمر التدبیر ، وإذا کثر المدبرون فسدت الأمور فی الحضر والسفر . (۲/ ۲۵۲ ، آداب السفر)

سفر کے رفقاء کیسے ہونے چاہیے؟

مسئلہ (۱۵): جب مسلمان سفر کا ارادہ کرے تو اپنے لئے ایسے رفقائے سفر کا انتخاب کرے جو نیکی کے کاموں میں اس کے مددگار رہوں، اور برے کاموں سے روکنے والے ثابت ہوں۔[1]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال : " لو یعلم الناس ما فی الوحدة ما أعلم ما سار راکب بلیل وحده " . (صحیح البخاری : ۱/۴۲۱ ، کتاب الجهاد ، باب السیر وحده)

ما فی " فتح الباری لإبن الحجر " : إنما کره ذلک لأن الواحد لو مات فی سفره ذلک لم یجد من یقوم علیه ، وکذلک الإثنان إذا ماتا أو أحدهما لم یجد من یعینه بخلاف الثلاثة ففی الغالب تؤمن تلک الخشیة . (۶۶/۶ ، کتاب الجهاد ، باب سفر الإثنین)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده قال : قال رسول الله ﷺ : "الراکب شیطان والراکبان شیطانان والثلاثة رکب " .

(السنن لأبی داود :ص/۳۵۱ ، کتاب الجهاد ، باب فی الرجل یسافر وحده)

ما فی " بذل المجهود " : أی إذا سافر الواحد والإثنان ففعلهم هذا من تسویل الشیطان وإغرائه ، وأما إذا کانوا ثلاثة فهم رکب وجماعة مجتمعة ید الله علیها ، وهذا یدل علی النهی عن السفر إذا سافر وحده أو سافر إثنان وأما إذا سافر ثلاثة فیجوز . (۱۹۱/۹ ، کتاب الجهاد ، باب فی الرجل یسافر وحده)

ما فی " الموسوعة الفقهیة " : یستحب أن یرافق فی سفره من هو موافق راغب فی الخیر کارهًا للشر إن نسی ذکّره وإن ذکّر أعانه ، ویستحب أن یرافق فی سفره جماعة لحدیث ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " لو یعلم الناس ما فی الوحدة ما أعلم ما سار راکب بلیل وحده " .

(۴۱/۲۵ ، آداب السفر)

سفر سے پہلے ان باتوں کا خیال رکھیں

مسئلہ (۱۶): جب مسلمان سفر کا ارادہ کرے تو سب سے پہلے اس پر واجب ہے کہ اپنے ذمہ لازم قرض اور دیگر حقوق کو ادا کرے[1]، نہ یہ کہ سفر میں جاتے ہوئے مزید قرض کا بوجھ اپنے اوپر لادے، جیسا کہ آج کل عموماً کیا جاتا ہے، نیز مسافر کیلئے مستحب ہے کہ اپنے گھر والوں کو اور اپنے دوستوں کو الوداع کہہ کر جائے، چپکے چپکے سفر میں نہ نکل جائے، کیوں کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے، چنانچہ آپ ﷺ مسافر کو یہ دعا دے کر رخصت فرماتے تھے: " **استودع الله دینک وأمانتک وخواتیم عملک** "۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿إن الله یأمرکم أن تؤدوا الأمانات إلی أهلها﴾ .

(سورة النساء : ۵۸)

ما فی " أحکام القرآن لظفر أحمد التهانوی " : یجب أداء کل أمانة إلی أهلها قال أنس : قلما خطبنا رسول الله ﷺ إلا قال : " لا إیمان لمن لا أمانة له ولا دین لمن لا عهد له " . (۲/۲۹۰)

ما فی " الموسوعة الفقهیة " : إذا استقر عزم المسافر علی السفر فینبغی أن یبدأ بالتوبة من جمیع المعاصی ، ویخرج من مظالم الخلق ویقضی ما أمکنه من دیونهم ویوکل من یقضی ما لم یتمکن من قضائه من دیونه . (۲۵/۴۱)

(۲) ما فی " الحدیث النبوی " : عن قزعة قال : قال لی ابن عمر : هلم أُوَدِّعُکَ کما دعنی رسول الله ﷺ : " أستودع الله دینک وأمانتک وخواتیم عملک " .

(السنن لأبی داود : ص/۳۵۰ ، کتاب الجهاد ، فی الدعاء عند الوداع)

ما فی " بذل المجهود " : أی أجعل هذه الأمور ودیعة عند الله استحفظه إیاها ، قال فی " المجمع " : لأن السفر مظنة إهمال بعض أمور الدنیا وتضییع الأمانة فی الأخذ والعطاء من الناس، وآخر عملک فی سفرک أو مطلقاً أن یختمه بالخیر . (۹/۱۷۳ ، کتاب الجهاد) =

مقصد پورا ہوجانے پر جلد گھر لوٹ آنا مستحب ہے

مسئلہ (۱۷): جس ضرورت ومقصد سے سفر کیا جائے اس کے پورا ہونے پر اپنے گھر والوں کی طرف جلد لوٹ آنا مستحب ہے، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: " **السفر قطعة من العذاب يمنع أحدكم طعامه وشرابه ونومه، فإذا قضى نهمته من سفره فليعجل إلى أهله** ". " سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے تم میں سے کسی کو اس کے کھانے پینے سونے سے روکتا ہے، جب وہ اپنے سفر کی غرض کو پورا کرلے تو جلد گھر لوٹ آئے"[۱]- آپ ﷺ نے جلد لوٹ آنے کا حکم اس لئے فرمایا کہ گھر والوں کے ساتھ رہنا

= ما في " الموسوعة الفقهية " : يستحب أن يودع أهله وجيرانه وسائر أحبابه لحديث ابن عمر كان يقول للرجل إذا أراد سفرًا : هلم أُوَدِّعک كما ودعنى رسول الله ﷺ : " أستودع الله دينک وأمانتک وخواتيم عملک " . (۲/۴۲ ، إحياء علوم الدين : ۲/۲۵۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الحديث النبوى " : عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال : " السفر قطعة من العذاب يمنع أحدكم نومه وطعامه وشرابه ، فإذا قضىٰ أحدكم نهمته فليعجل إلى اهله " .

(الصحيح لمسلم : ۲/۱۴۴ ، كتاب الإمارة ، باب السفر قطعة من العذاب ، صحيح البخاري : ۱/۲۴۲ ، كتاب العمرة ، السفر قطعة من العذاب)

ما في " شرح النووى على مسلم " : قوله : (إذا قضى أحدكم نهمته من وجهه فليعجل إلى أهله) قال النووي : النهمة بفتح النون وإسكان الهاء هى الحاجة والمقصود فى هذا الحديث استحباب تعجيل الرجوع إلى الأهل بعد قضاء شغله ولا يتأخر بما ليس له بمهم . (۲/۱۴۴)

صلاحِ دین ودنیا اور قوت علی العبادۃ میں معاون ومددگار ہے۔[۱]

طلباء مدارس دینیہ کیلئے تعطیلات کے ختم ہونے پر فوراً مدرسہ لوٹ آنے میں صلاحِ دین ہے، اس لئے ان کے لیے بھی لوٹ آنا مستحب ہوگا، اور بسا اوقات امر مستحب ومباح جبکہ اس کا مقصد واجب ہو، واجب ہوجاتا ہے، اور ہم اور آپ بخوبی جانتے ہیں کہ طلبِ علم دین ہر مسلمان پر فرض ہے[۲]، اس لئے جلد لوٹ کر آنا بھی واجب ہونا چاہیے۔[۳]

---

(۱) ما فی " تکملة فتح الملهم " : قوله : (فليعجل إلى أهله) فی الحديث كراهة التغرب عن الأهل لغير حاجة ، واستحباب استعجال الرجوع ، ولا سيما من يخشى عليهم الضيعة بالغيبة ولما فی الإقامة فی الأهل من الراحة المعينة على صلاح الدين والدنيا ، ولما فی الإقامة من تحصيل الجماعات والقوة على العبادة .

(۹/۳۹۳ ، كتاب الإمارة ، باب السفر قطعة من العذاب ، فتح الباري :۳/۷۸۶ ، كتاب العمرة)

(۲) ما فی " الحديث النبوی " : عن أنس بن مالک قال : قال رسول الله ﷺ : " طلب العلم فريضة على كل مسلم " . (السنن لإبن ماجة :ص/۲۰ ، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم)

ما فی " حاشية ابن ماجة " : قال البيضاوی : المراد من العلم هنا ما لا مندوحة للعبد عن تعلمه كمعرفة الصانع والعلم بوحدانيته ونبوة رسوله وكيفية الصلوة فإن تعلمه فرض عين . (ص/۲۰)

ما فی " المقاصد الشرعية " : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمةً إذا كان المقصد محرماً ، وتكون واجبةً إذا كان المقصد واجباً . (ص/۴۶)

ما فی " إعلام المؤقعين " : وسيلة المقصود تابعة للمقصود وكلاهما مقصود . (۳/۱۷۵)

(۳) ما فی " الموسوعة الفقهية " : السنة للمسافر إذا قضى حاجته أن يعجل الرجوع إلى أهله لحديث أبی هريرة أن رسول الله ﷺ قال : " السفرة قطعة من العذاب يمنع أحدكم نومه وطعامه وشرابه ، فإذا قضى أحدكم نهمته فليعجل إلى أهله " . (۲۵/۴۳)

مسافر سفر سے واپس لوٹے تو پہلے گھر والوں کو اطلاع دیدے

مسئلہ (۱۸): جب مسافر اپنے سفر سے لوٹ رہا ہو، تو اپنے مقام سے قریب پہونچنے پر گھر والوں کو اپنی آمد سے مطلع کرنا اس کیلئے مستحب ہے، تاکہ گھر والوں کے حق میں اس کی آمد اچانک نہ ہو، آپ ﷺ نے آدمی کو اس بات سے منع فرمایا کہ وہ رات کے وقت اپنے گھر والوں کے پاس آئے، موجودہ زمانے میں مواصلاتی نظام نے کافی ترقی کرلی ہے، اس لئے موبائل فون وغیرہ کے ذریعہ سے اپنے آمد کی اطلاع دے کر اس استحباب پر عمل کرنا بڑا آسان ہے۔ (۱)

سفر میں جاتے وقت اور لوٹنے کے بعد یہ دعائیں پڑھیں

مسئلہ (۱۹): آپ ﷺ جب سفر کیلئے نکلتے تو سواری پر سوار ہوکر تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے، پھر سفر کی دعا " سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ، وَإِنَّا إِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ " پڑھتے، پھر " اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُکَ فِيْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى ، اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهٗ ، اَللّٰهُمَّ أَنْتَ

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحديث النبوی " : عن جابر بن عبد الله قال : " نهى النبی ﷺ أن يطرق أهله ليلا " .

(صحيح البخاری : ۱/۲۴۲ ، كتاب العمرة)

ما فی " عمدة القاري " : إن القادم من سفر لا يطرق أهله إذا بلغ البلد الذي يقصد دخولها ، والحكمة فيه هی كراهة أن يهجم منها على ما يقبح عنده اطلاعه عليه ، فيكون سبباً إلى بغضها وفراقها ، فنبه النبی على ما تدوم به الألفة بينهم وتتأكد المحبة ، فينبغی لمن أراد الأخذ بأدب أن يجتنب مباشرة أهله فی حال البذاذة وغير النظافة ، وأن لا يتعرض لرؤية عورة يكرهها منها .

(۱۸۹/۱۰)

الصَّاحِبُ فِیْ السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَةُ فِی الأهلِ ، اللهم إنِّی أعُوْذُبِکَ مِنْ وعثاءِ السَّفَرِ وَکَآبَةِ المَنْظَر وسُوءِ المنقلب فِی المَال والأهل " پڑھا کرتے تھے،اور جب سفر سے واپس ہوتے تو یہی کلمات پڑھا کرتے اوراس پر ان کلمات کا اضافہ فرماتے: "**آئبون تائبون عابدون لربنا حامدون**" [۱]،اور گھر جانے سے پہلے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھتے [۲]،اس لئے اس دعا کا پڑھنا اور گھر جانے سے پہلے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے، نیز مسافر کو بحالت سفر نمازوں، دعا اور رجوع الی اللہ کا پورا اہتمام والتزام کرنا چاہیے، اپنے لئے اوراپنے مسلمان بھائیوں کیلئے دنیا وآخرت کی بھلائی مانگنا چاہیے، کیوں کہ مسافر کی دعاء قبول ہوتی ہے۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) (السنن لأبی داود :ص/ ۳۴۹ ، کتاب الجهاد ، باب ما یقول الرجل إذا سافر ، کتاب عمل الیوم واللیلة :ص/ ۱۷۳ ، ما یقول إذا خرج فی سفر)

(۲) ما فی " الحدیث النبوی " : عن کعب أن النبی ﷺ : " کان إذا قدم من سفر ضحیً دخل المسجد فصلی رکعتین قبل أن یجلس " .

(صحیح البخاری : ۱/ ۴۳۴ ، کتاب فرض الخمس ، الصلوٰة إذا قدم من سفر)

(۳) ما فی " الحدیث النبوی " : عن أبی هریرة قال : قال رسول الله ﷺ : " ثلاث دعوات مستجابات لا شکّ فیهنّ : دعوة المظلوم ، ودعوة المسافر ، ودعوة الوالد علی ولده " .

(جامع الترمذي : ۲/ ۱۲ ، کتاب البر والصلة ، ما جاء فی دعوة الوالدین) =

= ما فی " الموسوعة الفقهیة " : یستحب للمسافر أن یدعو فی سفره فی کثیر من الأوقات لأنه دعوته مجابة لحدیث أبی هریرة قال : قال رسول الله ﷺ : " ثلاث دعوات مستجابات لا شک فیهن : دعوة المظلوم ، ودعوة المسافر ، ودعوة الوالد علی ولده " . (۲۵/ ۴۳)

کتاب الطهارة

پاکی کے مسائل

آبِ زمزم سے وضواور غسل

مسئلہ(۲۰): پاکی کی حالت میں تبرکاً آبِ زمزم سے وضو وغسل کرنا اور بدن پر ملنا جائز ہے[۱]، البتہ ناپاکی کی حالت میں اس سے وضو وغسل کرنا اور نجاست کو دور کرنا ناجائز ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی '' الحدیث النبوی '' : قال أنس بن مالک : کان أبوذر یحدث أن رسول الله ﷺ قال : '' فرج سقفی وأنا بمکة فنزل جبرئیل ففرج صدري ثم غسله بماء زمزم ، ثم جاء بطست من ذهب ممتلیء حکمة وإیماناً فأفرغها فی صدری ثم أطبقه '' . الحدیث .

(صحیح البخاری : ۱/ ۲۲۱ ، کتاب المناسک ، باب ما جاء فی زمزم)

ما فی '' حاشیة الطحطاوی '' : یجوز الاغتسال والتوضؤ بماء زمزم إن کان علی طهارة للتبرک .

(ص/ ۲۲ ، کتاب الطهارة ، الموسوعة الفقهیة : ۱/ ۹۱ ، آبار)

ما فی '' التنویر وشرحه مع الشامیة '' : شرب من ماء زمزم . تنویر . وفي الشامیة : قال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالی : ماسحًا به وجهه ورأسه وجسده صابا منه علی جسده إن أمکن کما فی البحر . (۳/۴۸۴ ، مطلب فی طواف الصدر)

(۲) ما فی '' التنویر وشرحه مع الشامیة '' : ویکره الاستنجاء بماء زمزم ، وکذا إزالة النجاسة الحقیقیة من ثوبه أو بدنه ، حتی ذکر بعض العلماء تحریم ذلک . (۴/۶۲ ، کتاب الحج ، مطلب فی کراهیة الاستنجاء بماء زمزم)

ما فی '' حاشیة الطحطاوی '' : فلا ینبغی أن یغتسل به جنب ، ولا محدث ، ولا فی مکان نجس ، ولا یستنجی به ، ولا یزال به نجاسة حقیقیة . (ص/ ۲۲ ، کتاب الطهارة) =

کمپیوٹر کی اسکرین پر لکھے ہوئے قرآن کو بلا وضو چھونا

مسئلہ (۲۱): زبانی قرآن کریم کی تلاوت کرنے یا سننے کیلئے باوضو ہونا شرط نہیں ہے، البتہ تلاوت کرنے کیلئے اگر قرآن کریم کو چھونا پڑتا ہے، چاہے کسی کاغذ وغیرہ پر ہو، یا کمپیوٹر کی اسکرین پر تو اسے بلا وضو چھونا جائز نہیں ہے[1]، جب کہ بہتر یہی ہے کہ باوضو ہونے کی حالت میں تلاوت کی جائے۔[2]

= ما فی " الموسوعة الفقهية " : ولا خلاف معتبرًا فی جواز الوضوء والغسل به لمن كان طاهر الأعضاء ...... أما الحنفية فقد صرحوا بأنه لا يغتسل به جنب ولا محدث . (۱/ ۹۱ ، آبار)

(فتاوی محمودیہ:۵/۱۳۳، فتاوی رحیمیہ:۸/۱۳۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحديث النبوی " : عن علي قال : " كان رسول الله ﷺ يقرئنا القرآن على كل حال ما لم يكن جنبًا " . قال أبو عيسى : هذا حديث حسن صحيح .

(جامع الترمذي : ۱/ ۳۸ ، أبواب الطهارة)

ما فی " حلبی كبير " : (لا تكره قراءة القرآن للمحدث ظاهرًا) أی على ظهر لسانه حفظًا بالإجماع . (ص/ ۶۰)

(۲) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿لا يمسه إلا المطهرون﴾ . (سورة الواقعة : ۷۹)

ما فی " أحكام القرآن شفيعي " : وجه الاستدلال بالآية أن المراد بالمطهرين هم المطهرون من الأحداث ، ويؤيد هذا أن الكلام مسوق لتعظيم القرآن .... وهذا شرط لمس نقوشه وأوراقه . (۵/ ۱۰)

ما فی " مراقی الفلاح مع الطحطاوي " : ويحرم مسها أی الآية لقوله تعالى : ﴿لا يمسه إلا المطهرون﴾ سواء كتب على قرطاس أو درهم أو حائط . (ص/ ۳۴ ، كتاب الطهارة)=

جس موبائل فون میں قرآن ڈاؤن لوڈ کیا گیا اسے بے وضو چھونا

مسئلہ (۲۲): موبائل فون میں قرآن کریم کا ڈاؤن لوڈ (Download) کرنا اور اس قرآن کریم سے پڑھنا اور سننا شرعاً جائز ہے، اور جس وقت اس کی اسکرین (Screen) پر قرآن کریم کے حروف نہ آرہے ہوں، اسے بے وضو ہونے کی حالت میں اپنے پاس رکھنا یا بیت الخلاء (Toilet) وغیرہ میں لے جانا جائز ہے، کیوں کہ اس حالت میں اس پر قرآن کریم کی تعریف صادق نہیں آتی ہے [۱]، ہاں البتہ جس وقت قرآن کریم کے حروف اسکرین (Screen) پر لکھے ہوئے آرہے ہوں تو اس حالت میں محدث (بے وضوء شخص) اور جنبی (جس پر غسل واجب ہے) کیلئے اس کا چھونا جائز نہیں ہے [۲]، کیوں کہ اس پر قرآن کریم کی تعریف صادق آتی ہے۔

= ما فی " الدر المختار مع الشامية " : ويحرم به أی بالأكبر وبالأصغر مس مصحف ، أی ما فيه آية كدرهم وجدار . (۱/۲۹۲ ، كتاب الطهارة ، مطلب يطلق الدعاء على ما يشمل الثناء)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " كشف الأسرار لفخر الإسلام البزدوی " : أما الكتاب فالقرآن المنزل على الرسول المكتوب فی المصاحف، المنقول عن النبي ﷺ نقلاً متواتراً بلا شبهة وهو النظم والمعنى جميعاً فی قول عامة العلماء . (۱/۶۷)

(۲) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿لا يمسّه إلا المطهرون﴾ . (سورة الواقعة : ۷۹)

ما فی " أحكام القرآن لظفر أحمد التهانوی " : إن المراد به المطهرون من الأحداث ، وهم المكلفون من الآدميين لما روی أنس بن مالك فی حديث إسلام عمر قال لأخته : أعطونی الكتاب الذی كنتم تقرؤن ، فقالت : إنک رجس إنه لا يمسه إلا المطهرون ، فقم واغتسل =

موبائل فون ناپاک پانی میں گر جائے

مسئلہ(۲۳): اگر کسی شخص کا موبائل ناپاک پانی میں گر جائے، اور وہ اس کے ظاہری اور اندرونی حصہ کو پونچھ لے تو شرعاً وہ پاک ہوجائیگا، اس کے بعد اسے جیب میں رکھنے سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔(۱)

= أو توضأ .... ولذا ذهب الجمهور إلى أنه لا يجوز للمحدث مس المصحف إلا بواسطة شيء منفصل عنه . (۱۰/۵)

ما فی " الفتاوى الهندية ": لا يجوز مسّ شيء مكتوب فيه شيء من القرآن من لوح أو دراهم أو غير ذلک إذا كان آية تامة . هكذا فی الجوهرة النيرة . والصحيح منع مس حواشی المصحف والبياض الذی لا كتابة عليه . هكذا فی التبيين .

(۳۹/۱ ، بدائع الصنائع : ۱۴۱/۱ ، كتاب الطهارة ، مطلب فی مس القرآن ، مراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوي :ص/۳۴ ، كتاب الطهارة ، الدر المختار مع الشامية : ۲۸۲/۱ ، كتاب الطهارة)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : (يغسل) يطهر (صقيل) لا مسام له (كمرآة) وظفر وعظم وزجاج وآنية مدهونة أو خراطيٍّ وصفائح فضةٍ غير منقوشةٍ بمسح يزول به أثرها مطلقاً به يفتى . الدر المختار . وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله تعالى : قال فی " الحلية " : والذی يظهر أنها لو يابسة ذات جرم تطهر بالحت والمسح بما فيه بالٌ ظاهر من خرقة أو غيرها حتى يذهب أثرها مع عينها ولو يابسة ليست بذات جرم كالبول والخمر فبالمسح بما ذكرناه .

(۴۴۴/۱ ، كتاب الطهارة، باب الأنجاس)

ما فی " الفتاوى التاتارخانية " : يطهر بالمسح بخرقة طاهرة إذا كان الحديد صقيلاً غير خشن كالسيف والسكين والمرآة ونحوها. (۱۹۳/۱ ، كتاب الطهارة ، الفصل الثامن فی تطهير النجاسات)

ما فی " حاشية الطحطاوی " : إن كان الإناء من حديدٍ أو صفرٍ أو رصاصٍ أو زجاج وكان صقيلا يمسح . (ص/۱۶۰ ، كتاب الطهارة ، باب الأنجاس والطهارة عنها)

چھوٹے بچے کا پیشاب پاخانہ دھلانے سے وضو نہیں ٹوٹتا

مسئلہ (۲۴): بعض عورتیں باوضو ہونے کی حالت میں اپنے چھوٹے بچے کا پیشاب پاخانہ دھلانے پر یہ خیال کرتی ہیں کہ ان کے اس عمل سے خود ان کا وضو بھی ٹوٹ گیا، جبکہ یہ خیال صحیح نہیں ہے، کیوں کہ وضو کے ٹوٹنے کیلئے نواقضِ وضو میں سے کسی ناقض کا پایا جانا ضروری ہے، اور وہ یہاں نہیں پایا گیا، اس لئے ان کا وضو بھی نہیں ٹوٹا۔[1]

ماربل اور ٹائلس لگی ہوئی دیوار پر تیمّم کرنا

مسئلہ (۲۵): فرش ودیواریں صاف ستھری رہیں، بار بار چونا کرانے کی ضرورت پیش نہ آئے، اس لئے آج کل فرش ودیواروں پر ماربل اور ٹائلس لگانے کا رواج عام ہوتا جارہا ہے، ٹائلس چونکہ سمینٹ، چونا وغیرہ سے بنایا جاتا ہے، جو زمین کی جنس سے ہے،

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " نصب الراية " : سئل رسول الله ﷺ ما الحدث ؟ فقال : " ما يخرج من السبيلين " . (۱/۸۳ ، فصل نواقض الوضوء)

ما في " الإختيار لتعليل المختار " : وينقضه كل ما خرج من السبيلين ومن غير السبيلين إن كان نجسًا وسال عن رأس الجرح . (۱/۱۴ ، مختصر القدوري : ۱/۲۹ ، نواقض الوضوء)

ما في " الفتاوى الهندية " : منها : ما يخرج من السبيلين من البول والغائط ، والريح الخارجة ، من الدبر والودي والمذي والمني والدودة والحصاة .... ومنها ما يخرج من غير السبيلين ويسيل إلى ما يُطهَّر من الدم والقيح والصديد والماء لعلة وحد السيلان أن يعلوَ فينحدر عن رأس الجرح . (۱/۹ ، ۱۰ ، الفصل الخامس في نواقض الوضوء ، البحر الرائق : ۱/۶۱ ، الشامية : ۱/۲۳۵ ، مطلب في نواقض الوضوء)

اور جس چیز پر تیمّم کیا جارہا ہو، اس کا زمین کی جنس سے ہونا ضروری ہے، یعنی اس میں زمین کے اندر پائے جانے والے اجزاء شامل ہوں، اور انہیں معمول کی آگ میں جلایا جائے، تو وہ نہ راکھ بن جائیں اور نہ پگھل جائیں، یہ ضروری نہیں کہ وہ گرد آلود ہوں، اسی لئے فقہاء کرام نے پتھر پر بھی تیمّم کی اجازت دی ہے، لہذا ماربل وٹائلس پر تیمّم کرنا درست ہوگا، خواہ ان پر گردوغبار لگا ہو یا نہ لگا ہو۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿فإن لم تجدوا مآءً فتيمّموا صعيدًا طيبًا﴾ . (سورة المائدة : ٦)

ما فی " أحكام القرآن للجصاص " : قال أبوحنيفة : يجزی التيمم بكل ما كان من الأرض ، التراب والرمل والحجارة والزرنيج والنورة والطين الأحمر والمرداسنج . (۲/۴۸۷)

ما فی " الحديث النبوی " : قال أبو الجهيم : " أقبل النبی ﷺ من نحو بئر جمل ، فلقيه رجل فسلم عليه ، فلم يرد عليه النبی ﷺ حتى أقبل على الجدار فمسح بوجهه ويده ثم رد عليه السلام" . (صحيح البخاری : ۱/۴۸ ، كتاب التيمم)

ما فی " المبسوط للسرخسي " : وكل شيء من الأرض تيمم به من تراب أو جص أو نورة أو زرنيج فهو جائز . (۱/۲۴۶ ، باب التيمم)

ما فی " التنوير وشرحه مع الشامية " : تيمم ...... بمطهر من جنس الأرض وإن لم يكن عليه نقع . تنوير . وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله : قوله : (من جنس الأرض) الفارق بين جنس الأرض وغيره أن كل ما يحترق بالنار فيصير رمادًا كالشجر والحشيش ويلين كالحديد والصفر والذهب والزجاج ونحوها فليس من جنس الأض . (۱/۳۵۸ ، ۳۵۹ ، كتاب الطهارة ، باب التيمم)

ما فی " الفتاوى الهندية " : وبالحجر عليه غبار أو لم يكن بأن كان مغسولا أو أملس مدقوقاً أو غير مدقوق . كذا فی فتاوى قاضی خان . (۱/۲۷ ، الباب الرابع فی التيمم)

کتاب الصلوۃ

نماز کے مسائل

آپ ﷺ کے اذان دینے کا ثبوت

مسئلہ (۲۶): عوام میں یہ بات مشہور ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی اذان نہیں دی، مگر تقریراتِ رافعی میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے حوالے سے ایک مرسل روایت نقل کی گئی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ اذان دی ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الحديث النبوى " : عن يعلى بن مرة عن أبيه عن جده : " أنهم كانوا مع النبى ﷺ فى سفر فانتهوا إلى مضيق فحضرت الصلاة فمطروا السماء من فوقهم والبلة من أسفل منهم ، فأذن رسول الله ﷺ وهو على راحلته وأقام ، فتقدم على راحلته فصلى بهم ، يومي إيماء يجعل السجود أخفض من الركوع " .

(جامع الترمذي : ۱/۹۴ ، أبواب الصلاة ، باب ما جاء فى الصلاة على الدابة)

ما فى " تقريرات الرافعى على حاشية الشامية " : ذكر السندى ما نصه ، وفى السراج : روى عقبة بن عامر قال : " كنت مع رسول الله ﷺ فى سفر فلما زالت الشمس أذن بنفسه وأقام وصلى الظهر " . وقال السيوطى : ظفرت بحديث آخر مرسل أخرجه سعيد بن منصور فى سننه قال : " أذن رسول الله ﷺ مرة فقال : " حي على الصلاة " وهذه رواية لا تقبل التأويل .

(۶۵/۱۳ ، باب الأذان)

ما فى " الدر المختار مع الشامية " : وفى الضياء : أنه عليه الصلاة والسلام أذن فى سفر بنفسه وأقام وصلى الظهر . (۷۱/۲ ، باب الأذان ، مطلب هل باشر النبى ﷺ الأذان بنفسه ؟ ، الفقه الإسلامي وأدلته : ۷۲۰/۲ ، أحكام الإقامة)

اذان واقامت کیلئے جگہ کی تعیین

مسئلہ (۲۷): اذان واقامت کیلئے کوئی جگہ متعین نہیں، مسجد سے باہر جس طرف بھی اذان کہی جائے درست ہے، خواہ دائیں طرف ہو یا بائیں طرف[١]، اسی طرح اقامت بھی جس طرف کھڑے ہوکر کہی جائے درست ہے، عام طور پر مؤذن کیلئے امام کے پیچھے جگہ خاص کی جاتی ہے، ایسا کرنا جائز نہیں، بلکہ مسجد میں کسی کیلئے بھی جگہ متعین کرنا جائز نہیں[٢]، مؤذن اگر امام سے قریب رہنا چاہے، تو دوسرے نمازیوں سے پہلے آجائے، ورنہ جہاں بھی جگہ ہو، وہیں سے اقامت کہہ دے۔[٣]

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " الشامية " : ويسن الأذان في موضع عال والإقامة على الأرض، وفي السراج : وينبغي للمؤذن أن يؤذن في موضع يكون أسمع للجيران، ويرفع صوته . (٢/٤٥ ، باب الأذان ، بدائع الصنائع : ١/٣٦٩ ، الفتاوى التاتارخانية : ١/٣٢٠ ، البحر الرائق : ١/٤٤٤)

(٢) ما في " الدر المختار مع الشامية ": ويحرم تخصيص مكان لنفسه. الدر المختار . وفي الشامية: قال العلامة ابن عابدين رحمه الله : لأنه مخل بالخشوع .... وما في البحر عن النهاية : لأن المسجد ليس ملكاً لأحدٍ ، قلت : وينبغي تقييده بما إذا لم يقم عنه على نية العود بلا مهلة كما لو قام للوضوء مثلا ، ولا سيما إذا وضع فيه ثوبه لتحقق سبق يده . (٢/٣٧٩ ، كتاب الصلاة ، فصل في الغرس في المسجد ، البحر الرائق : ٢/٦٠ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة)

(٣) ما في " الفتاوى الهندية " : ويقيم على الأرض . هكذا في القنية . وفي المسجد . هكذا في البحر الرائق .

(١/٥٦ ، الفصل الثاني في كلمات الأذان ، البحر الرائق : ١/٤٤٣ ، شامية : ٢/٤٥ ، باب الأذان)

(فتاوی محمودیہ: ۵/۳۸۶-۴۶۴، کفایت المفتی: ۳/۴۸، أحسن الفتاوی: ۲/۲۸۲، فتاوی دار العلوم: ۲/۱۱۹، فتاوی محمودیہ: ۱۵/۲۲۲)

نماز کی نیت زبان سے کرنا

مسئلہ (۲۸): نماز کی نیت الفاظ میں ادا کرنا ضروری نہیں ہے، اور بدعت ممنوعہ بھی نہیں ہے، ادا کرلے گا تو گنہگار نہیں ہوگا، نہیں ادا کرے گا تو نماز فاسد نہیں ہوگی، کیوں کہ نیت مراد قلبی کا نام ہے، اور وہ ادائے نماز کیلئے کافی ہے [۱]، لوگوں کے قلوب پر افکار کا ہجوم رہتا ہے، اور وہ پوری یکسوئی کے ساتھ قلب کو حاضر نہیں کر پاتے ہیں، اس لیے زبان سے بھی الفاظ ادا کرائے جاتے ہیں، تا کہ حضور قلب میں جس قدر کمی ہے، وہ الفاظ کے ذریعہ سے پوری ہو جائے، اگر کوئی شخص احضار قلب پر قادر نہ ہو، تو اس کیلئے الفاظ کا ادا کر لینا بھی کافی ہے۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : النية هي الإرادة لا مطلق العلم ، والمعتبر فيها عمل القلب اللازم للإرادة ، فلا عبرة للذكر باللسان إن خالف القلب لأنه كلام لا نية ، وهو أي عمل القلب أن يعلم عند الإرادة بداهة بلا تأمل أي صلاة يصلي . (۲/۸۳ ، كتاب الصلاة ، بحث النية)
ما في " حلبي كبير " : ولو نوى بالقلب ولم يتكلم باللسان جاز بلا خلاف بين الأئمة ، لأن النية عمل القلب لا عمل اللسان . (ص/۲۵۴ ، الهداية : ۱/۹۶ ، البحر الرائق : ۱/۴۸۳)
(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : والتلفظ عند الإرادة بها مستحب هو المختار . (۲/۸۳)
ما في " حلبي كبير " : والمستحب في النية أن ينوي بالقلب ويتكلم باللسان بأن يقول : أصلي صلاة كذا ، وذلك لإجتماع عزيمته يعني أن الإنسان قد يغلب عليه تفرق الخاطر فإذا ذكر بلسانه كان عوناً على تجمعه . هذا هو المختار . (ص/۲۵۴ ، كذا في الهداية : ۱/۹۶ ، البحر الرائق : ۱/۴۸۳) (فتاوی محمودیہ: ۵/ ۵۰۸، فتاوی دار العلوم: ۲/ ۱۴۷)

اگر امام صرف اپنی نماز کی نیت کرے

مسئلہ (۲۹): اگر امام صرف اپنی نماز کی نیت کرے، اور امامت کی نیت نہ کرے، تو نماز صحیح ہوجائے گی، البتہ جماعت کی امامت کا ثواب اسی وقت حاصل ہوگا جب کہ وہ امامت کی نیت کرلے۔(۱)

رکوع میں جاتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہنا

مسئلہ (۳۰): نماز کو شروع کرنے کیلئے پوری تکبیر تحریمہ کو بحالتِ قیام ادا کرنا شرط ہے، بسا اوقات لوگ امام کو رکوع کی حالت میں دیکھتے ہیں، تو رکعت پانے کیلئے

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : والإمام ينوى صلاته فقط ، ولا يشترط لصحة الإقتداء نية إمامة المقتدى . الدر المختار . وفي الشامية : قال ابن عابدين الشامي رحمه الله : بل يشترط نية إمامة المقتدى لنيل الإمام ثواب الجماعة .

(۲/۹۳، مطلب مضى عليه سنوات ، مجمع الأنهر : ۱/۱۲۹)

ما في " الفتاوى الهندية " : والإمام ينوى ما ينوى المنفرد ، ولا يحتاج إلى نية الإمامة ، حتى لو نوىٰ أن لا يؤم فلانا فجاء فلان واقتدى به جاز . (۱/۶۶ ، الباب الثالث ، الفصل الرابع فى النية)

ما في " البحر الرائق " : قيد بالمقتدي لأن الإمام لا يشترط في صحة اقتداء الرجال نية الإمامة لأنه منفرد في حق نفسه . (۱/۴۹۳ ، النهر الفائق : ۱/۱۹۰ ، بدائع الصنائع : ۱/۳۳۰)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : وتصح الإمامة بدون نيتها ...... ولو حلف أن لا يؤم أحدًا فاقتدى به إنسان صح الإقتداء ، وفي حاشية الحموى : قوله : (وتصح الإمامة) إلا أنه لا يكون مثاباً عليها لما تقدم أنه لا ثواب إلا بالنية . (ص/۷۷) (فتاوی محمودیہ:۵/۵۰۷)

دوڑے دوڑے آتے ہیں، اور تکبیر تحریمہ اس طرح کہتے ہیں کہ اس کا بعض حصہ بحالتِ قیام اور بعض حصہ بحالتِ رکوع ادا ہوتا ہے، اس طرح نماز میں شامل ہونا صحیح نہیں ہے، اور نہ ہی ایسے شخص کی نماز درست ہوگی۔ (۱)

اگر صفِ اول کے درمیان منبر حائل ہوجائے

مسئلہ (۳۱): اگر کسی مسجد میں صفِ اول کے درمیان منبر اس طرح حائل ہوجائے کہ اس کی بناء پر انقطاعِ صف لازم آتا ہے، تو اس منبر کو اکھاڑ کر اس کی جگہ لکڑی کا منبر بنانا تاکہ اس پر خطبہ بھی پڑھ لیا جائے (۲)، اور بوقتِ جماعت علیٰحدہ کردیا جائے، تاکہ

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " التنویر وشرحه مع الشامية " : من فرائضها التی لا تصح بدونها التحريمة قائمًا وهی شرط . (۱۱۲/۲ ، ۱۱۳ ، باب صفة الصلاة)

ما فی " فتاوی فتاوی قاضيخان علی هامش الهندية " : وكذلک لو أدرک الإمام فی الركوع فقال : " الله أكبر " إلا أن قوله : " الله " كان فی قيامه ، وقوله : " أكبر " فی ركوعه لا يكون شارعًا فی الصلاة . (۸۷/۱ ، باب افتتاح الصلاة ، الفتاوی الهندية : ۶۹/۱ ، الفصل الأول فی فرائض الصلاة ، الدر المختار مع الشامية : ۱۵۷/۲ ، آداب الصلاة ، فصل ، النهر الفائق : ۲۰۴/۱ ، باب صفة الصلاة)

ما فی " الكافی فی فقه الحنفی " : من أدرک الإمام راكعًا فأتی بالتحريمة قريبًا من الركوع لم يصح دخوله فی الصلاة . (۲۴۰/۱ ، شروط الصلاة ، البحر الرائق : ۵۰۸/۱ ، باب صفة الصلاة)

(فتاوی محمودیہ: ۵۴۳/۵، کفایت المفتی: ۴۳۰/۳، خیر الفتاوی: ۲۸۶/۲)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما فی " الحديث " : عن ابن عمر : " أن النبی ﷺ كان يخطب إلی جذع ، فلما اتخذ النبی ﷺ المنبر حنَّ الجِذعُ حتی أتاه فالتزمه فسكن " . (جامع الترمذي : ۳۷۴/۱ ، أبواب الجمعة ، باب ما جاء فی الخطبة علی المنبر ، رقم الحديث : ۵۰۵) =

انقطاعِ صف لازم نہ آئے، جائز اور درست ہے، کیوں کہ اتمامِ صف سنت ہے۔ (۱)

تشہد میں کیفیتِ عقد

مسئلہ (۳۲): تشہد میں کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرنا بالاتفاق مسنون ہے (۲)، اوراس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ابتداء میں انگلیاں سیدھی رکھی جائیں، جب کلمۂ شہادت پر پہنچے تو چھنگلی اوراس کے ساتھ کی انگلی کو بند کرلے، اور درمیان کی انگلی اور انگوٹھے کے سروں کو ملا کر حلقہ بنالے، پھر ''لا'' پر شہادت کی انگلی اٹھائے، اور ''اِلا اللّٰہ'' پر قدرے جھکائے (۳)،

---

(۱) ما فی '' الحدیث '' : عن النعمان بن بشیر قال : سمعت رسول اللہ ﷺ یقول : '' لتسوّنّ صفوفکم أو لیخالفنّ اللہ بین وجوھکم '' . (الصحیح لمسلم : ۱/۱۸۲ ، السنن لأبی داود، رقم الحدیث : ۶۶۳ ، تسویۃ الصفوف)

ما فی '' موسوعۃ فتح الملھم '' : والمراد بتسویۃ الصفوف اعتدال القائمین بھا علی سمت واحد ، أو یراد بھا سدّ الخلل الذی فی الصف . (۳/۳۸۳ ، ۳۸۴ ، باب تسویۃ الصفوف)

(فتاوی دارالعلوم:۱۴/۷۹)

الحجۃ علی ما قلنا :

(۲) ما فی '' السعایۃ '' : قلت : لکن لما اتفقت الروایات عن أصحابنا جمیعًا فی کونھا سنۃ ، وکذا عن الکوفیین والمدنیین وکثرت الأخبار والروایات والآثار کان العمل بہ أولی . (۲/۲۱۸)

(۳) ما فی '' الحدیث النبوی '' : عن ابن عمر قال : '' کان رسول اللہ ﷺ إذا قعد فی التشھد وضع یدہ الیسری علی رکبتیہ الیسری ، ووضع یدہ الیمنی علی رکبتیہ الیمنی ، وعقد ثلاثۃ وخمسین وأشار بالسبابۃ '' . رواہ مسلم . (مشکوٰۃ المصابیح :ص/۸۴ ، کتاب الصلاۃ ، باب التشھد)

ما فی '' الشامیۃ '' : وصفتھا أن یحلق من یدہ الیمنی عند الشھادۃ الإبھام والوسطی ، ویقبض البنصر والخنصر ویشیر بالمسبحۃ. (۲/۱۹۲ ، کتاب الصلاۃ ، مطلب مھم فی عقد الأصابع عند التشھد)=

اس موقع پر عام لوگ انگلی بالکل گرادیتے ہیں، یہ صحیح نہیں ہے، بلکہ اشارہ کو ختم کرکے انگلی کا رخ نیچے کو کردیا جائے، اور یہ ہیئت اخیر تک باقی رہے، سب انگلیاں کھول کر نہ پھیلائی جائیں۔[1]

فرض نمازوں کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر دعا پڑھنا

مسئلہ (۳۳): بعض حضرات قوتِ حافظہ کیلئے پانچوں نمازوں کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر گیارہ بار "یاقوی" پڑھتے ہیں، یہ بزرگوں کا مجرب عمل ہے، لہٰذا اس کا پڑھنا صحیح ودرست ہے[2]، البتہ روایات میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ جب نماز سے فارغ ہوجاتے تو اپنا دایاں ہاتھ سر مبارک پر پھیرتے، اور بعض روایتوں میں ہے کہ پیشانی مبارک پر پھیرتے، اور یہ دعا پڑھا کرتے تھے: " **بسم الله الذي لا إله إلا هو الرحمن الرحيم ، اللهم أذهب عني الهم والحزن** " "اس اللہ کے نام سے کہ اس کے سوا

= (۱) ما فی " السعاية " : الوجه السابع فی بقاء العقد والتحليق وعدم بقائه ، المختار هو الإبقاء اهـ. كما ذكرناه . والصحيح المختار عند جمهور أصحابنا أن يضع كفيه على فخذيه ثم عند وصوله إلى كلمة التوحيد يعقد الخنصر والبنصر ويحلق الوسطى والإبهام ويشير بالمسبحة رافعًا لها عند النفي واضعًا لها عند الإثبات ثم يستمر على ذلك لأنه ثبت العقد عند ذلك بلا خلاف ولم يوجد أمر بتغييره ، فالأصل بقاء الشيء على ما هو عليه واستصحابه إلى آخر أمره .

(۲/ ۲۲۱ ، باب صفة الصلاة)

ما فی " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : الأصل بقاء ما كان على ما كان . (۱/ ۳۵٦)

(أحسن الفتاوی:۳/ ۳۰، امداد الفتاوی:۱/ ۱۹۲، فتاوی محمودیہ:۵/ ٦۳۵، فتاوی رشیدیہ:ص/ ۳۱۲، خیر الفتاوی:۲/ ۲٦۱)

الحجة على ما قلنا :

(۲) (أشرف العمليات :ص/ ۲۳٦ ، مؤلفه حكيم الأمت تهانوي رحمه الله) =

کوئی معبود نہیں، وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے، اے اللہ! مجھ سے رنج وغم کو دور فرما‘‘[1]

اس لیے اس دعا کا پڑھنا بہتر ہے۔

خانۂ کعبہ کی تصویر والے مصلے پر نماز پڑھنا

مسئلہ (۳۴): بعض حضرات ایسے مصلے پر نماز پڑھنے کو ناجائز کہتے ہیں، جن میں کعبۃ اللہ، مسجدِ نبوی ﷺ اور روضۂ اقدس وغیرہ کی تصویریں ہوتی ہیں، جب کہ اس قسم کے مصلے پر مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر نماز پڑھنا جائز ہے:

۱- جائے نماز پر غیر ذی روح شئ کی تصویر کا ہونا مانع صلاۃ نہیں، اور نہ اس سے کوئی کراہت لازم آتی ہے۔[2]

= (۱) (المعجم الأوسط للطبراني : ۲/ ۲۵۱ ، رقم الحديث : ۳۱۷۸)

ما فی ” كتاب عمل اليوم والليلة “ : عن أنس بن مالک قال : كان رسول الله ﷺ إذا قضى صلاته مسح جبهته بيده اليمنى ثم قال : ” أشهد أن لا إله إلا هو الرحمن الرحيم ، اللهم أذهب عني الهم والحزن “ .

(ص/ ۴۴ ، باب ما يقول فی دبر صلاة الصبح ، كذا فی حصن حصين : ص/ ۱۰۶ ، ۱۰۷)

(فتاوی دار العلوم:۲/ ۲۱۱، فتاوی حقانیہ:۳/ ۱۰۲، جامع الفتاوی:۳/ ۵۲، فتاوی عثمانی:۲/ ۸۲، فتاوی عثمانی:۱/ ۲۶۳، خیر الفتاوی:۱/ ۳۰۰)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما فی ” حلبی كبير “ : وأما صورة غير ذی روح فلا خلاف فی عدم كراهة الصلاة عليها أو إليها . (ص/ ۳۵۹ ، فصل فی كراهة الصلاة ، الدر المختار مع الشامية : ۲/ ۳۶۱)

ما فی ” البحر الرائق “ : وكره عبثه بثوبه وبدنه ...... وأن يكون فوق رأسه أو بين يديه أو بحذائه صورة إلا أن تكون صغيرة أو لغير ذی روح ، فإن غير ذی روح لا يكره كالشجر .

(۲/ ۴۸ ، باب ما يفسد الصلوٰة ، تبيين الحقائق : ۱/ ۴۱۵) =

۲- عین کعبہ یا اس کی دیواروں پر نماز پڑھنا جائز ہے، تو اس کی تصویر پر نماز پڑھنا جائز ہوگا۔ (۱)

۳- نماز پڑھنے کے دوران ان تصاویر پر سر رکھا جاتا ہے، پاؤں نہیں، اور اس میں تعظیم ہے توہین نہیں۔

۴- تصویر کا حکم عین شئ کا حکم نہیں ہے، تاہم اس طرح کے مصلوں پر نماز پڑھتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ ان تصاویر پر پاؤں نہ آئے، تاکہ بے ادبی کا شبہ پیدا نہ ہو، ورنہ یہ عمل مکروہِ تنزیہی ہوگا۔ (۲)

= (۱) ما فی " الفتاوی الهندية " : ولو صلی فی جوف الكعبة أو علی سطحها جاز إلی أی جهة توجه ، ولو صلی علی جدار الكعبة ، فإن كان وجهه إلی سطح الكعبة يجوز وإلا فلا .
(۱/۶۳ ، الفصل الثالث فی استقبال القبلة ، الدر المختار مع الشامية : ۲/۱۵۶ ، الصلاة فی الكعبة ، مجمع الأنهر : ۱/۲۸۱)

(۲) ما فی " مراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوي " : (صح فرض ونفل فيها) أی فی داخلها إلی أی جزء منها توجه ، بقوله تعالی :﴿أن طهّرا بيت﴾ الآية ، لأن الأمر بالتطهير للصلاة فيه ظاهر في صحتها فيه ، وكذا صح فرض ونفل فوقها وإن لم يتخذ مصليهما سترة لما ذكرنا ، لكنه مكروه له الصلاة فوقها لإساءة الأدب باستعلائه عليها وترك تعظيمها . (ص/۱۶۱ ، باب الصلاة فی الكعبة)
(فتاوی محمودیہ: ۶/۶۷۰)

خطبۂ جمعہ منبر کی کس سیڑھی پر کھڑا ہوکر دینا چاہیے؟

مسئلہ (۳۵): امامِ جمعہ منبر کی کسی بھی سیڑھی پر کھڑا ہوکر خطبہ دیدیوے، تو اس سے منبر پر کھڑے ہوکر خطبہ دینے کی سنت ادا ہوجائیگی، شرعاً اس میں کچھ تحدید نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " الحديث النبوی " : عن ابن عمر قال : " كان النبی صلی اللہ علیہ وسلم يخطب خطبتين كان يجلس إذا صعد المنبر الآخر " . (السنن لأبی داود :ص/١٥٦ ، باب الجلوس إذا صعد المنبر)

ما في " الشامية " : ومن السنة أن يخطب عليه اقتداءً به صلی اللہ علیہ وسلم .

(۳/۳٦ ، الفتاوی الهندية : ١/١٤٧) (فتاوی دارالعلوم:۵/۱۱۶، فتاوی محمودیہ:۸/۱۹۹)

باب سجدة التلاوة والشكر

سجدۂ تلاوت وشکر

ٹی وی یا موبائل کے ذریعہ آیتِ سجدہ سننے کا حکم

مسئلہ (٣٦): ٹی وی پر جو قرآن کریم کی تلاوت نشر کی جاتی ہے عام طور سے پہلے اس کو ریکارڈ کرلیا جاتا ہے، اوراس کے بعد ٹی وی (T.V) پرنشر کیا جاتا ہے، تو اس صورت میں آیتِ سجدہ سننے والوں پرسجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوگا[1]، یہی حکم موبائل میں محفوظ آیتِ سجدہ کو سننے کا ہے، ہاں اگرکسی پروگرام میں براہِ راست قاری کی آواز سنائی جارہی ہو، یا براہِ راست موبائل فون سے آیتِ سجدہ سنی جائے، تو سجدۂ تلاوت واجب ہوگا۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " الفتاوى الهندية " : لا تجب إذا سمعها من طير وهو المختار ...... وإن سمعها من الصدى لا تجب عليه . كذا في الخلاصة . (١/١٣٢ ، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة ، الدر المختار مع الشامية : ٢/٥٠٩ ، باب سجود التلاوة)

ما في " نفع المفتي والسائل المعروف به مجموعة المسائل " : الاستفسار : سمع آية السجدة من طوطى هل تجب ؟ الاستبشار : لا تجب ، وهو المختار . كذا في فتاوى عالمكير .
(ص/٣٧٦ ، ط : مكتبه صديقيه ٹانڈا)

ما في " بدائع الصنائع " : فوجد سماع تلاوة صحيحة فتجب السجدة بخلاف السماع من الببغاء والصدى فإن ذلك ليس بتلاوة . (١/٤٤٠ ، فصل في بيان من تجب عليه السجدة)

(٢) ما في " الدر المختار مع الشامية " : يجب بسبب تلاوة آية .... بشرط سماعها فالسبب التلاوة والسماع ، وإن لم يوجد السماع كتلاوة الأصم ، والسماع شرط في حق غير التالي .
(٢/٥٠٣ ، باب سجود التلاوة) =

کرکٹ میچ جیتنے والوں کا سجدۂ شکر ادا کرنا

مسئلہ (۳۷): بسا اوقات کرکٹ کھیلنے والوں کی ایک ٹیم جیت جاتی ہے تو وہ سجدۂ شکر بجالاتے ہیں، اسی طرح دیگر لوگ تالیاں بجا کر ان کی اس خوشی میں شریک ہوتے ہیں، جبکہ کرکٹ کھیلنا خود تضییعِ اوقات اور دیگر مفاسد کی وجہ سے فعلِ مکروہ ہے[1]، جس پر سجدۂ شکر نہیں بلکہ استغفار کی ضرورت ہے، اور لوگوں کا تالیاں بجا کر ان کی خوشی میں شرکت، یہ بھی

= ما فی " بدائع الصنائع " : وأما سبب وجوب السجدة فسبب وجوبها أحد شيئين ؛ التلاوة أو السماع ، كل واحد منهما على حاله موجب . (۱/ ۴۳۰ ، فصل فی سبب وجوب السجدة التلاوة)

(فتاوی محمودیہ: ۷/ ۴۷۲، خیر الفتاوی: ۲/ ۶۵۵، فتاوی حقانیہ: ۳/ ۳۳۸، فتاوی دار العلوم: ۴/ ۴۲۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضلّ عن سبيل الله بغير علم﴾ . (سورة لقمان : ٦)

ما فی " روح المعاني " : ومما ذكرنا يعلم ما فی الاستدلال بها على حرمة الملاهی كالرباب والجنک والسنطير والكمنجة والمزمار وغيرها من الآلات المطربة بناء على ما روي عن ابن عباس والحسن أنهما فسرا : (لهو الحديث) بها نعم أنه يحرم استعمالها واستماعها لغير ما ذكر .

(۱۲/ ۱۱۵، ۱۱٦)

ما فی " الحديث النبوي " : عن سليمان بن بريدة عن أبيه أن النبی ﷺ قال : " من لعب بالنردشير فكأنما صبغ يده فی لحم خنزير ودمه " .

(الصحيح لمسلم : ۲/ ۲۴۰ ، كتاب الشعر ، باب تحريم اللعب بالنردشير)

ما فی " تكملة فتح الملهم " : النردشير : بفتح النون وسكون الراء والدال وكسر الشين ، كلمة فارسية معربة تستعمل للعب المعروف .... فالضابط فی هذا الباب عند مشائخنا المستفاد من أصولهم وأقوالهم أن اللهو المجرد الذی لا طائل تحته وليس له غرض صحيح مفيد فی =

درست نہیں، کیوں تالیاں بجانا کفار وفجار کی عادت اور ان کے ساتھ مشابہت میں داخل ہے [۱]، اورشرعاً ہمیں کفار وفجار کی عادتوں اور ان کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

= المعاش ولا المعاد حرام أو مکروہ تحریمًا ، وهذا أمر مجمع علیه الأمة متفق علیه بین الأئمة .... ما شهدت التجربة بأن ضررہ أعظم من نفعه ومفاسدہ أغلب من منافعه وأنه من اشتغل به ألهاہ عن ذکر الله وحدہ وعن الصلوات ، التحق ذلک بالمنهی عنه لاشتراک العلة فکان حرامًا أو مکروهًا .

(۱۰/۳۸۱، ۳۸۲ ، باب تحریم اللعب بالنردشیر ، أحکام القرآن لظفر أحمد التهانوی :۳/۱۹۹)

(۱) ما في " القرآن الکریم " :﴿وما کان صلوتهم عند البیت إلا مکاء وتصدیة﴾ . (سورۃ الأنفال :۳۵)

ما في " السنن لأبي داود ": عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " من تشبه بقوم فهو منهم " .

(ص/۵۵۹ ، کتاب اللباس ، باب لبس الشهرۃ)

ما في " تأویلات أهل السنة للماتریدي " : المکاء شبه الصفیر ، والتصدیة التصفیق .

(۵/۱۹۴ ، ۱۹۵ ، الدر المنثور في التفسیر المأثور : ۳/۳۳۲ ، ۳۳۳)

ما في " فتح القدیر للشوکاني " : المکاء الضرب بالأیدي والتصدیة الصیاح . (۱/۶۸۵)

ما في " تفسیر النسفي لأبي البرکات " : إنهم کانوا یطوفون بالبیت عراۃ وهم مشبکون بین أصابعهم یصفرون فیها ویصفقون . (۱/۶۴۳، ۶۴۴)

ما في " الشامیة " : کرہ کل لهو ..... أي کل لعب وعبث ..... والإطلاق شامل لنفس الفعل کالرقص والسخریة والتصفیق ، فإنها کلها مکروهة لأنها زي الکفار .

(۹/۵۶۶ ، کتاب الحظر والإباحة)

باب إدراک الفریضة

فرض نماز کو پانے کا بیان

اگرکوئی شخص امام کو رکوع میں پالے

مسئلہ (۳۸): اگرکوئی شخص امام کے رکوع سے سر اٹھانے سے پہلے پہلے ایک لمحہ بھی امام کو رکوع میں پالے، گو یہ لمحہ ایک تسبیح سے کم ہو تو وہ اس رکعت کو پانے والا سمجھا جائیگا، البتہ اگر امام رکوع سے اٹھنے کی حالت میں ہو، اور مقتدی رکوع میں جانے کی حالت میں ہو، تو وہ رکعت کو پانے والا نہ ہوگا، لہٰذا اس کو رکعت دہرانا لازم ہوگا۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی '' حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح '' : والحاصل أنه إذا وصل إلی حد الرکوع قبل أن یخرج الإمام من حد الرکوع ، فقد أدرک معه الرکعة ، وإلا فلا ، کما یفیده أثر ابن عمر .... ولفظه إذا أدرکت الإمام راکعًا فرکعت قبل أن یرفع رأسه فقد أدرکت الرکعة ، وإن رفع قبل أن ترکع فقد فاتتک الرکعة . (ص/۴۵۵ ، کتاب الصلاة ، باب إدراک الفریضة)

ما فی '' حلبی کبیر '' : والشرط المشارکة فی جزء واحد کما لو رکع الإمام أولا ، وشارکه المقتدی فی آخر جزء منه ، أو رکع علی اثر إمامه ثم دفع قبله حیث یجوز اتفاقًا .

(ص/۲۸۱ ، الرابع الرکوع)

ما فی '' الدر المختار مع الشامیة '' : ولو اقتدی بإمام راکع فوقف حتی رفع الإمام رأسه لم یدرک المؤتم الرکعة ، لأن المشارکة فی جزء من الرکن شرط . در مختار . وفي الشامیة : قال الشامی رحمه الله تعالی : وکذا لو لم یقف بل انحط فرفع الإمام قبل رکوعه لا یصیر مدرکاً لهذه الرکعة مع الإمام . (۲/۱۵۴ ، کتاب الصلاة، مطلب هل الإساء ة دون الکراهة الخ ، نصب الرایة للزیلعی : ۲/۱۶۱ ، الفتاوی التاتارخانیة : ۱/۳۴۹) (کتاب الفتاوی:۲/۱۷۸)

اگرامام کودوران قرأت حدث لاحق ہوجائے

مسئلہ(۳۹): اگر امام کو نماز کی حالت میں دورانِ قرأت حدث لاحق ہوجائے، اوروہ کسی شخص کواپنا خلیفہ بنائے،تو یہ خلیفہ قرأت ہی سے نماز کوشروع کرے[۱]،اگر خلیفہ کووہ سورت یاد نہ ہوجوامام پڑھ رہا تھا،تو وہ کوئی بھی سورت پڑھ کر رکوع کردے[۲]، بلکہ اگرامام بقدرِواجب قرأت کرچکا تھا،تو خلیفہ اس کی جگہ جاکرفوراً رکوع میں بھی جاسکتا ہے۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : قوله : (ولو أحدث في ركوعه أو سجوده توضأ وبنى وأعادها) لأن إتمام الركن بالإنتقال ، ومع الحدث لا يتحقق فلا بد من الإعادة .

(۱/۶۶۷ ، الفتاوى التاتارخانية : ۱/۴۳۳ ، الهداية : ۱/۱۳۲)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فاقرء وا ما تيسّر من القرآن﴾ . (مزمل : ۱۹)

ما في " روح المعاني " : إن الإمام أبا حنيفة استدل بقوله تعالى : ﴿فاقرء وا ما تيسّر من القرآن﴾ على أن الفرض في الصلاة مطلق القراء ة . (۱۶/۱۹۳)

ما في " بدائع الصنائع " : المفروض هو أصل القراء ة عندنا من غير تعيين .

(۱/۲۹۵ ، الكلام في القراء ة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وحرر أن ما في الهداية هو المحرر (الفاتحة) وجوباً (أي سورة شاء) وفي الضرورة بقدر الحال أي سواء كان في الحضر أو السفر . (۲/۲۳۰)

(۳) ما في " بدائع الصنائع " : عن أبي حنيفة في رواية : قدر الفرض بآية طويلة كآية الكرسي وآية الدين أو ثلاث آيات قصار ، وبه أخذ أبو يوسف ومحمد وأصله قوله تعالى : ﴿ فاقرء وا ما تيسّر من القرآن﴾ فهما يعتبران العرف ويقولان : مطلق الكلام ينصرف إلى المتعارف وأدنى ما يسمى المرء به قارئاً في العرف أن يقرأ آيةً طويلةً أو ثلاث آيات قصار .

(۱/۲۹۷ ، الكلام في القراء ة ، الشامية : ۲/۲۸۸)(فتاوی دارالعلوم:۳/۴۰۳)

اگر امام کا وضوٹوٹ جائے تو مدرک کو خلیفہ بنائے

مسئلہ (۴۰): اگر امام کا وضوٹوٹ جائے تو بہتر ہے کہ وہ کسی مدرک ، یعنی ایسا شخص جو تکبیر تحریمہ کے بعد سے ہی امام کے ساتھ شریک ہے [۱] کو خلیفہ بنائے [۲]، تاہم اگر امام نے کسی مسبوق کو خلیفہ بنادیا تو بھی درست ہے، اور یہ مسبوق خلیفہ سلام کے وقت کسی ایسے شخص کو اپنی جگہ امام بنادے جس کی نماز پوری ہوگئی ہے، وہ سلام پھیر دے، اور یہ مسبوق کھڑا ہوکر اپنی باقی ماندہ رکعات پوری کرلے۔ [۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " التعریفات الفقهیة للمجددي " : المدرک : هو الذی أدرک الإمام بعد تکبیرة الإفتتاح أی أدرک جمیع رکعات الإمام . (ص/۴۷۵)

(۲) ما فی " البحر الرائق " : والأولی للإمام أن یقدم مدرکاً لأنه أقدر علی إتمام صلاته .

(۱/۶۶۰ ، باب الحدث فی الصلاة ، الشامیة : ۲/۳۰۴ ، باب الإستخلاف ، الهدایة : ۱/۱۳۲ ، باب الحدث فی الصلوة ، الفتاوی التاتارخانیة : ۱/۴۳۹ ، باب الاستخلاف)

(۳) ما فی " بدائع الصنائع " : إن المسبوق یصلح خلیفة فیتم صلاة الإمام ثم یقوم إلی قضاء ما سبق به من غیر تسلیم لبقاء بعض أرکان الصلاة علیه . (۱/۵۳۰ ، شرائط جواز الاستخلاف)

ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : ولو استخلف الإمام مسبوقاً صح ، فلو أتم المسبوق صلاة الإمام قدم مدرکاً للسلام .

(۲/۳۱۴ ، باب الاستخلاف ، البحر الرائق : ۱/۶۶۰ ، باب الحدث فی الصلوة ، الهدایة : ۱/۱۳۱ ، باب الحدث فی الصلوة) (فتاوی دار العلوم: ۳/۴۰۲)

مسبوق کوخلیفہ بنانا

مسئلہ (۴۱): اگرامام کونماز کی حالت میں حدث لاحق ہوجائے، جس کی بناء پراسے خلیفہ بنانے کی ضرورت پڑ جائے، اورخلیفہ کو یہ معلوم نہ ہوکہ کتنی رکعتیں باقی ہیں،تو محدث امام کو چاہیے کہ اگرایک رکعت باقی تھی تو ایک انگلی سے، اوراگر دورکعتیں باقی تھیں تو دوانگلیوں سے اشارہ کرے، اگررکوع چھوٹا ہواہےتو گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر، سجدہ چھوٹا ہواہےتو پیشانی پر ہاتھ رکھ کر، اورقرأت چھوٹی ہوئی ہےتو منہ پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کرے،سجدۂ تلاوت کیلئے پیشانی اورزبان پر ہاتھ رکھ کر، اورسجدۂ سہو واجب تھا تو سینہ پر ہاتھ رکھ کراشارہ کرے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی ” الدر المختار مع الشامية “ : سبق الإمام حدث استخلف أى جاز له ذلک ولو فی جنازة بإشارة أو جرّ لمحراب ، ولو لمسبوق ويشير بأصبع لبقاء ركعة ، باصبعين لركعتين ، ويضع يده على ركبته لترک ركوع ، وعلى جبهته لسجود ، وعلى فمه لقراء ة ، وعلى جبهته ولسانه لسجود تلاوة ، أو صدره لسهو . (۲/۳۰۳ ، ۳۰۴ ، كتاب الصلاة ، باب الاستخلاف)

ما فی ” نصب الراية للزيلعي “ : عن أبی هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : ” إذا صلى أحدكم فقاء أو رعف فی صلاته فليضع يده على فمه وليقدم من لم يسبق بشيء من صلاته “ . (۲/۶۱ ، البحر الرائق : ۱/۶۴۶ ، باب الحدث فی الصلاة ، الفتاوى الهندية : ۱/۹۶ ، النهر الفائق : ۱/۲۵۸ ، بدائع الصنائع : ۲/۱۰۱ ، الموسوعة الفقهية : ۳/۲۵۳ ، استخلاف)

اگر کسی مقتدی کا وضو ٹوٹ جائے

مسئلہ (۴۲): اگر کسی مقتدی کا وضو بلا قصد واختیار ٹوٹ جائے، تو شرعاً اس کو اجازت ہے کہ وہ خاموش ناک پر ہاتھ رکھ کر چلا جائے [۱]، اور جس قدر پانی قریب ہو اس سے وضو کرلے، اور اگر اتنی دیر میں امام نماز سے فارغ ہو چکا ہے، تو جہاں چاہے اپنی نماز پوری کرلے، اور اگر امام فارغ نہیں ہوا ہے تو پہلی جگہ لوٹ آئے [۲]، اور وضو کرنے کے

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الحديث النبوی " : عن عائشة عن النبی ﷺ قال : " إذا صلی أحدکم فأحدث فليمسک علی أنفه ثم لينصرف " . (اعلاء السنن :۵/۴ ، باب جواز البناء لمن أحدث ، السنن لإبن ماجة :ص/۸۵ ، باب ما جاء فيمن أحدث في الصلاة کيف ينصرف)

ما في " الحديث النبوی " :عن عائشة قالت : قال رسول الله ﷺ : " من أصابه قيء أو رعاف أو قلس أو مذي فلينصرف فليتوضأ وليبن علی صلاته وهو في ذلک لا يتکلم " . (السنن لإبن ماجة: ص/۸۵ ، باب ما جاء في البناء علی الصلاة ، سنن الدار قطنی : ۱/۱۶۱ ، رقم الحديث : ۵۶۲)

ما في " بدائع الصنائع " : يجوز البناء استحساناً .... وجه الاستحسان : النص ، وإجماع الصحابة ، فإن الخلفاء الراشدين والعبادلة الثلاثة وأنس بن مالک وسلمان الفارسی رضی الله تعالی عنهم قالوا مثل مذهبنا . (۱/۵۱۷ ، فصل في بيان ما يفسد الصلاة ، شروط جواز البناء)

ما في " المبسوط للسرخسي " : مصلّ سبقه الحدث في الصلاة من ريح أو رعاف بغير قصده فتوضأ وبنی علی صلاته ما لم يتکلم استحساناً . (۱/۳۲۴ ، باب الحدث في الصلاة)

(۲) ما في " بدائع الصنائع " : المصلي إن کان مقتدياً فانصرف وتوضأ ، فإن لم يفرغ إمامه من الصلاة فعليه أن يعود لأنه في حکم المقتدی بعد ، ولو لم يعد وأتم بقية صلاته في بيت لا يجزيه ، لأنه إن صلی مقتدياً بإمامه لا يصح لإنعدام شرط الإقتداء وهو اتحاد البقعة .

(۱/۵۲۲ ، فصل ، الکلام في محل البناء) =

درمیان جو رکعت چھوٹ گئی ہو، اسے امام کے سلام پھیرنے کے بعد ادا کرلے، اور یہ بھی جائز ہے کہ وضو کے درمیان جو رکعت چھوٹ گئی اسے پہلے بلا قرأت ادا کرلیں، پھر امام کے ساتھ شریک ہو۔[۱]

اگر کسی مقتدی کا وضو ٹوٹ جائے اور مسجد سے نکلنا دشوار ہو

مسئلہ (۴۳): اگر کسی مقتدی کا وضو ٹوٹ جائے اور مسجد میں ازدحام بہت ہے کہ پوری مسجد نمازیوں سے بھری ہوئی ہے، تب بھی اس شخص کیلئے وضو کیلئے ہر صف کے دو آدمیوں کے درمیان سے گزرنا جائز ہے، کیوں کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے: "**فلینصرف**" یعنی لوٹ جائے، مطلق ہے[۲]، اس میں ازدحام وغیرہ کی کوئی قید نہیں ہے، اور اصول ہے کہ

= ما فی " المبسوط للسرخسي " : وأما المقتدی إذا فرغ من الوضوء ، فإن لم یفرغ إمامه من الصلاة فعلیه أن یعود ، ولو أتم بقیة صلاته فی بیته لا یجزئه ، لأنه بینه وبین إمامه ما یمنع صحة الإقتداء ، وإن کان قد فرغ إمامه یخیر هو کما بینا . (۱/۳۲۵ ، باب الحدث فی الصلاة ، الفتاوی الهندیة : ۱/۹۵ ، الباب السادس في الحدث فی الصلاة ، البحر الرائق : ۱/۶۴۶ ، الهدایة: ۱/۱۲۸ ، الفتاوی التاتارخانیة : ۱/۴۳۳ ، حلبي کبیر : ص/۴۵۳)

(۱) ما فی " فتح القدیر لإبن الهمام " : قوله : (والمقتدی یعود إلی مکانه) .... فإن أدرک إمامه فی الصلاة فهو مخیر بین أن یقضی ما سبقه الإمام فی حال اشتغاله بالوضوء بغیر قراء ة ثم یقضی آخر صلاته ، وبین أن یتابع الإمام ثم یقضی ما سبقه الإمام یعد تسلیمه ، لأن ترتیب أفعال الصلاة لیس بشرط . (۱/۳۹۳ ، باب الحدث فی الصلاة ، مجمع الأنهر : ۱/۱۷۲ ، باب الحدث فی الصلاة) (فتاوی محمودیہ:۶/۵۷۵، کتاب الفتاوی:۲/۲۵۰)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی " الحدیث النبوی " : عن عائشة عن النبی ﷺ قال : " إذا صلی أحدکم فأحدث فلیمسک علی أنفه ثم لینصرف " . (اعلاء السنن : ۵/۴ ، باب جواز البناء لمن أحدث ، السنن لإبن ماجة : ص/۸۵ ، باب ما جاء فیمن أحدث فی الصلوة کیف ینصرف)=

"**المطلق یجري علی إطلاقه**" [۱]، تاہم اگر نکلنا دشوار ہو اور نکلتے وقت کسی نمازی کے تحویل صدر ہو جانے سے نماز کے فاسد ہونے کا خطرہ ہو [۲]، تو یہ شخص وہیں اپنی جگہ بیٹھا رہے، نماز میں شریک نہ رہے، پھر وضو کر کے دوبارہ پوری نماز پڑھ لے۔ [۳]

مغرب کی دو چھوٹی رکعتوں کو ادا کرنے کا طریقہ

مسئلہ (۴۴): اگر کوئی شخص نمازِ مغرب کی آخری رکعت میں شریک ہو، یعنی اس کو امام کے ساتھ صرف ایک رکعت ہی ملی، اور دو رکعتیں چھوٹ گئیں ہوں، تو چھوٹی ہوئی رکعتوں کو پورا کرنے کے دو طریقے ہیں:

پہلا طریقہ یہ ہے کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد ایک رکعت ادا کر کے قعدۂ اولیٰ کرے، اب یہ مسبوق کی دو رکعتیں ہوں گی، پھر قعدۂ اخیرہ کے ساتھ تیسری رکعت پوری

= ما فی " الهداية " : ومن سبقه الحدث فی الصلوة انصرف .

(۱/۱۲۸ ، حلبي كبير :ص/۴۵۲ ، الفتاوی التاتارخانية : ۱/۴۳۳)

(۱) ما فی " القواعد الكلية والضوابط الفقهية " : المطلق يجری علی إطلاقه ما لم يقم دليل التقييد نصاً أو دلالةً . (ص/۲۹۰)

(۲) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : وتحويل صدره عن القبلة . در مختار . وفي الشامية : قال العلامة ابن عابدين الشامي رحمه الله : الحاصل أن المذهب أنه إذا حوله صدره فسدت .

(۲/۳۳۴ ، مطلب فی التشبه بأهل الكتاب ، البحر الرائق : ۱/۴۹۷ ، باب شروط الصلاة)

(۳) ما فی " الفتاوی الهندية " : ثم لجواز البناء شروط ، منها أن ينصرف من ساعته حتی لو أدّی ركناً مع الحدث أو مكث مكانه قدر ما يؤدی ركناً فسدت صلاته .

(۱/۹۴ ، الباب السادس فی الحدث فی الصلاة ، حلبی كبير :ص/۴۵۳) (فتاوی محمودیہ: ۶/۵۸۰)

کرلے، اوریہی صورت بہتر اوراَولیٰ ہے۔اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی دو رکعتیں قعدۂ اخیرہ کے ساتھ پڑھ لے، دوسری رکعت پر قعدۂ اولیٰ نہ کرے، اس سے بھی نماز درست ہوجائے گی اعادہ کی ضرورت نہیں، نیز اس صورت میں استحساناً سجدۂ سہو بھی لازم نہیں ہوگا۔

واضح رہے کہ مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اورکوئی سورت پڑھے گا۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " مجمع الزوائد " : وعن ابن مسعود أن جندباً ومسروقاً أدركا ركعة يعني من صلاة المغرب ، فقرأ جندب ، ولم يقرأ مسروق خلف الإمام ، فلما سلم الإمام قاما يقضيان ، فجلس مسروق في الثانية والثالثة ، وقام جندب في الثانية ولم يجلس ، فلما انصرف تذاكرا ذلك ، فأتيا ابن مسعود فقال : " كل قد أصاب ، أو قال : كل قد أحسن ، وأصنع كما يصنع مسروق " .

(۲/۱۸۲ ، باب فيما يدرك مع الإمام وما فاته)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (عكس المسبوق) أي في الفروع الأربعة المذكورة ، فإنه إذا قضى ما فاته يقرأ . (۲/۳۴۵ ، باب الإمامة ، قبيل باب الاستخلاف)

ما في " حلبي كبير " : لو أدرك مع الإمام ركعة من المغرب فإنه يقرأ في الركعتين الفاتحة والسورة ويقعد في أولهما ، لأنها ثنائية ولو لم يقعد جاز . (ص/۴۶۸ ، فصل في سجود السهو)

(فتاویٰ رحیمیہ :۵/۱۵۲)

جماعت میں شامل ہونے کا طریقہ

مسئلہ (۴۵): بعض لوگ جماعت شروع ہونے کے بعد مسجد دیر سے پہنچتے ہیں، اور امام کو سجدہ یا قعدہ میں پاکر اس کے کھڑے ہونے کا انتظار کرتے ہیں کہ جب امام کھڑا ہوگا، تو جماعت میں شریک ہوں گے، یہ طریقہ بالکل غلط ہے، بلکہ امام کو جس حال میں بھی پائے تکبیرِ تحریمہ کہہ کر اسی حال میں شریک ہونا ضروری ہے۔ (۱)

اسی طرح بعض لوگ امام کو رکوع میں پاکر بھاگ پڑتے ہیں، اور عجلت کی وجہ سے جھکتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں شریک ہوجاتے ہیں، ایک تو نمازی کیلئے دوڑنا درست نہیں، سکون اور وقار سے چلنا ضروری ہے (۲)، دوسرے ان لوگوں کی تکبیر تحریمہ صحیح نہ ہونے کی وجہ سے نماز بھی نہیں ہوتی، کیوں کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہوکر کہنا فرض ہے۔ (۳)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) مـا فـی " الـحـديث النبوی " : عن معاذ بن جبل قال : قال رسول الله ﷺ : " إذا أتی أحدكم الصلاة و الإمام علی حال فليصنع كما يصنع الإمام " .

(جامع الترمذی : ۱/۱۳۰ ، باب ما يدرک الرجل الإمام)

(۲) مـا فـی " الـحديث النبوی " : عن أبی هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " إذا أقيمت الصلاة فلا تأتوها تسعون ، و أتوها تمشون وعليكم السكينة ، فما أدركتم فصلوا و ما فاتكم فأتموا " .

(الصحيح لمسلم : ۱/۲۲۰ ، كتاب المساجد ، باب استحباب الخ)

(۳) مـا فـی " الدر المختار مع الشامية " : أو أدرک الإمام راكعاً فقال : الله قائمًا وأكبر راكعًا لم يصح فی الأصح . در مختار . وفي الشامية : قوله : (قائمًا) أي حقيقة وهو الانتصاب أو حكمًا =

صحیح طریقہ یہ ہے کہ سیدھے کھڑے ہوکر تکبیر تحریمہ کہے، ہاتھ نہ باندھے، اور ثناء پڑھے بغیر، رکوع کی تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں چلا جائے، ہاں اگر امام کو سجدہ یا قعدہ میں پائے تو تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھے، پھر تکبیر کہہ کر امام کے ساتھ شریک ہوجائے (مگر قعدۂ اخیرہ میں اگر امام سلام پھیرنے کے قریب ہو، تو تکبیر تحریمہ کہہ کر فوراً بیٹھ جائے) اور اگر امام کو قرأت میں پائے تو جہری نماز میں تکبیر کہہ کر خاموش کھڑا ہوجائے، اور سری نماز میں ثناء بھی پڑھ لے۔(۱)

= وهو الإنحناء القليل بأن لا تنال يداه ركبتيه ، قوله : (في الأصح) أي بناءً على ظاهر الرواية ، وأفاد أنه كما لا يصح اقتداء ه لا يصير شارعًا في صلاة نفسه أيضًا . وهو الأصح .

(۲/۱۷۸ ، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة ، فصل)

(۱) ما في " فتاوى قاضيخان على هامش الهندية " : ولو أدرك المقتدي الإمام في الركوع فإنه يكبر للإفتتاح قائمًا ويترك الثناء ويكبر ويركع ، وإن أدرك الإمام في السجود فإنه يكبر للإفتتاح قائمًا ويأتي بالثناء ثم يكبر ويسجد ، وكذا لو أدرك الإمام في القعدة .... ولو أدرك الإمام بعد ما اشتغل بالقراء ة ...... ينبغي أن يكون الجواب على التفصيل ، إن كان الإمام يجهر بالقراء ة لا يأتي بالثناء ، ولو كان يسر بالقراء ة يأتي بالثناء .

(۱/۸۸ ، فصل فيمن يصح الإقتداء به وفيمن لا يصح) (أحسن الفتاوی:۳/۳۸۳)

مسبوق عیدین میں نماز کیسے پوری کرے؟

مسئلہ (۴۶): نماز عیدین میں اگر کسی کی پہلی رکعت چھوٹ گئی اور وہ امام کے ساتھ دوسری رکعت میں شریک ہوا، تو وہ شخص امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو اور پہلے قرأت کرے، پھر رکوع میں جانے سے پہلے تین زائد تکبیرات کہے، اور اپنی نماز پوری کرے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی '' الدر المختار مع الشامية '' : لو سبق بركعة يقرأ ثم يكبر لئلا يتوالى التكبير أى لأنه إذا كبر قبل القراء ة وقد كبر مع الإمام بعد القراء ة لزم توالى التكبيرات فى الركعتين ، ولم يقل به أحد من الصحابة . (۳/۵۲)

ما فى '' النهر الفائق '' : إن المسبوق بركعة إذا قام إلى القضاء وكان على رأى ابن مسعود قرأ أولا ثم كبر، وفى النوادر : أنه يكبر أولا ، وجه الظاهر أن البداء ة بالتكبير تؤدى إلى الموالاة بين التكبير وهو خلاف الإجماع . (۱/۳۶۹ ، باب صلاة العيدين)

ما فى '' البحر الرائق '' : المسبوق بركعة إذا قام إلى القضاء ، فإنه يقرأ ثم يكبر لأنه لو بدأ بالتكبير يصير مواليًا بين التكبيرات ولم يقل به أحد من الصحابة . (۲/۲۸۲)

ما فى '' الفتاوى التاتارخانية '' : لو كان الإمام صلى الركعة الأولى ، وكبر ابن عباس ، ودخل الرجل معه فى الركعة الثانية ، فلما سلم الإمام قام الرجل يقضى الركعة الأولى ، وهو يدى تكبير ابن مسعود ، يكبر تكبير ابن مسعود لأنه مسبوق فى الركعة الأولى .

(۱/۵۶۲ ، بدائع الصنائع : ۱/۶۲۳ ، الموسوعة الفقهية : ۱۳/۲۰۹ ، تكبير ، تكبيرات الزوائد فى صلاة العيدين) (فتاوی رحیمیہ: ۶/۱۷۴، احسن الفتاوی: ۴/۱۵۳)

مکروهات الصلاة ومفسداتها

نماز کے مکروہات ومفسدات

داڑھی منڈے شخص کی امامت

مسئلہ (۴۷): ایک مشت سے داڑھی کم کرانا، کٹوانا یا منڈانا باجماع امت حرام ہے[۱]، اس لیے کسی متبع شریعت اور پوری داڑھی رکھنے والے پرہیزگار شخص کی موجودگی میں ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں ہے، جو ایک مشت سے داڑھی کم کراتا یا کٹواتا اور منڈواتا ہو، اگر مجبوری میں ایسے شخص کی اقتدا میں نماز پڑھنا پڑ جائے، تو ایسے شخص کی اقتدا میں نماز کراہت کے ساتھ درست ہو جائے گی، اور اسے لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿قال یابنؤم لا تأخذ بلحیتی ولا برأسي﴾ . وفی تفسیر الجلالین : وکان أخذها بشماله . (سورة طه : ۹۴)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال : " أحفوا الشوارب واعفوا اللحی " . (الصحیح لمسلم : ۱/۱۲۹ ، کتاب الطهارة ، باب خصال الفطرة)

ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : یحرم علی الرجل قطع لحیته .

(۴۹۸/۹ ، کتاب الحظر والإباحة ، فصل فی البیع)

(۲) ما فی " الفقه الإسلامی وأدلته " : تکره إمامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدین ، ودلیل الکراهة ما روي عن جابر عن النبی ﷺ قال : لا تؤمن امرأة رجلا ولا أعرابی مهاجرًا ولا یؤمن فاجر مؤمنا إلا أن یقهره بسلطان یخاف سیفه أو سوطه وإنما صحت إمامته ، لما روی الشیخان أن ابن عمر کان یصلی خلف الحجاج ، وروی " صلوا خلف کل بر وفاجر " .

(۱۲۰۵/۲ ، مراقي الفلاح مع الطحطاوي :ص/۱۱۳ ، کتاب الصلاة ، فی اللاحق بالإمامة)=

بلاضرورت لاؤڈاسپیکر کا استعمال

مسئلہ (۴۸): آج کل مسجدوں اور نمازوں میں، جہاں ضرورت ہے وہاں بھی اور جہاں ضرورت نہیں ہے وہاں بھی، لاؤڈ اسپیکر کا استعمال عام ہے، حالانکہ اس کا استعمال اسی صورت میں ہونا چاہیے جب اس کی ضرورت ہو، اور اس صورت میں بھی اس کا والیوم (Volume) یعنی آواز اس قدر بلند رکھنا چاہیے کہ تمام مصلیوں کوامام کی آواز سنائی دے، اس سے زیادہ نہیں، کیوں کہ صاحب درمختار علامہ حصکفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام کیلئے ضرورت سے زیادہ بلند آواز میں قرآن پڑھنا بہتر نہیں ہے، جس مسجد میں امام کی آواز بآسانی تمام مصلیوں تک پہنچ جاتی ہے، وہاں لاؤڈ اسپیکر استعمال نہ کرنا بہتر ہے، کیوں کہ بسا اوقات درمیان نماز کسی تکنیکی خرابی کی وجہ سے اس کے شور وغل سے نمازیوں کے خشوع وخضوع میں خلل واقع ہوتا ہے، اور بلاضرورت اس کا تحمل غیر معقول ہے، لہذا اس سے بچنا چاہیے۔[۱]

= ما فی " حلبی کبیر " : لو قدموا فاسقًا یأثمون بناء علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم لعدم اعتنائه بأمور دینه وتساهله فی الإتیان بلوازمه .... لم تجز الصلاة خلفه أصلاً عند مالک ، إلا أنا جوزناها مع الکراهة لقوله علیه السلام : " صلوا خلف کل بر وفاجر " .

(ص/۵۱۳ ، الأولی بالإمامة)

ما فی " الشامیة " : وأما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بأنه لایهتم لأمر دینه وبأن فی تقدیمه للإمامة تعظیمه .... فهو کالمبتدع تکره إمامته بکل حال .

(۲/۲۵۵ ، کتاب الصلاة ، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد ، الموسوعة الفقهیة: ۶/۲۱۱، من تکره إمامتهم ، البحر الرائق : ۱/۶۱۰ ، باب الإمامة) (فتاوی محمودیہ:۶/۱۲۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿ولا تجهر بصلاتک ولا تخافت بها وابتغ بین ذلک سبیلا﴾ .

(سورة الإسراء : ۱۱۰)=

جوتے چپلوں کی حفاظت کے خاطر ترکِ جماعت

مسئلہ (۴۹): اگر کوئی طالب علم یا کوئی شخص مصلیوں کے جوتوں، چپلوں اور ان کے سامان واسباب کی حفاظت پر، ذمہ دارانِ مدرسہ یا متولیانِ مساجد کی طرف سے مامور ہو، تو اس کیلئے ترکِ جماعت کی اجازت ہوگی، اور امید ہے کہ اسے جماعت کا ثواب بھی حاصل ہوگا، بشرطیکہ وہ بعد میں اپنی نماز پڑھ لے، کیوں کہ جب مصلیوں کو اپنے جوتے چپلوں اور سامان واسباب کے محفوظ ومامون ہونے کا اطمینان ہوگا، تو وہ پوری دل جمعی اور سکون کے ساتھ اپنی نمازیں ادا کریں گے، اور اس پر ملنے والے ثواب میں وہ مامور شخص بھی شریک ہوگا۔ (۱)

= ما فی " الدر المختار مع الشامية " : ويجهر الإمام وجوباً بحسب الجماعة فإن زاد عليه أساء . در مختار . وفي الشامية : قال ابن عابدين الشامي رحمه الله : إن الإمام إذا جهر فوق الحاجة فقد أساء ، والإساء ة دون الكراهة ولا توجب الإفساد . (۲/۱۲۲ – ۱۹۲ ، كتاب الصلاة)

ما فی " الفتاوی الهندية " : ولا يجهد الإمام نفسه بالجهر وإذا جهر الإمام فوق حاجة الناس فقد أساء ، لأن الإمام إنما يجهر لإسماع القوم ليدبروا فی قراء ته ليحصل إحضار القلب . (۱/۷۲ ، الفصل الثانی فی واجبات الصلاة ، البحر الرائق : ۱/۵۸۶ ، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح : ص/۲۵۳ ، فصل فی بيان واجب الصلاة)

(فتاوی رحیمیہ: ۳/۱۷۲، کتاب الفتاوی: ۲/۲۵۳، فتاوی حقانیہ: ۵/۷۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحديث النبوی " : عن زيد بن خالد الجهنی أن رسول الله ﷺ قال : " من جهز غازيا فی سبيل الله فقد غزا ، ومن خلفه فی أهله بخير فقد غزا " .

(السنن لأبی داود : ص/۳۴۰ ، كتاب الجهاد ، باب ما يجزء من الغزو)=

....

....

....

....

....

= ما فی " الحدیث النبوی " : " ان عثمان بن عفان القرشی خلفه النبی ﷺ علی ابنته وضرب له بسهمه " . (صحیح البخاری : ۲/۵۷۴ ، کتاب المغازی ، باب تسمیة من سمی من أهل بدر)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن سهل بن الحنظلیة أنهم ساروا مع رسول الله ﷺ یوم الحنین .... قال رسول الله ﷺ : " من یحرسنا اللیلة ؟ قال أنس بن أبی مرثد الغنوی : أنا یا رسول الله ! قال : إرکب ، فرکب فرساً له .... فقال له رسول الله ﷺ : " هل نزلت اللیلة ؟ قال : لا إلا مصلیًا أو قاضیًا حاجة ، فقال له رسول الله ﷺ : " قد أوجبت فلا علیک أن لا تعمل بعدها " . (السنن لأبی داود : ص/۳۳۸ ، کتاب الجهاد ، باب فضل الحرس فی سبیل الله ، رقم الحدیث : ۲۵۰۱)

ما فی " الموسوعة الفقهیة " : الثانی أن یخاف علی ماله من ظالم أو لص أو یخاف أن یسرق منزله أو یحرق منه شیء ، أو یکون له خبز فی تنور أو طبیخ علی نار ویخاف حریقه باشتغاله عنه ، أو یکون له عزیم إن ترک ملازمته ذهب بماله ، أو یکون له بضاعة أو ودیعة عند رجل وإن لم یدرکه ذهب ، أو کانت عنده أمانة کودیعة أو رهن أو عاریة مما یجب علیه حفظه ویخاف تلفه بترکه ، ویدخل فی ذلک الخوف علی مال الغیر . (۲۷/۱۸۹ ، المغنی لإبن قدامة الحنبلی : ۲/۸۴)

قرأت میں فحش غلطی ہوجائے تو کیا کرے؟

مسئلہ (۵۰): اگر امام نے قرأت میں ایسی فحش غلطی کی کہ اگر عمداً ایسا کرتا تو کفر لازم آتا، مثلاً: ﴿إن الأبرار لفی نعیم﴾ کے بجائے ﴿إن الأبرار لفی جحیم﴾ پڑھ دیا، یا ﴿إن الذین آمنوا وعملوا الصّٰلحٰت أولئک هم خیر البریة﴾ کی بجائے ﴿أولئک هم شر البریة﴾ پڑھ دیا، بعدہ کسی کے لقمہ دینے پر یا ازخود یاد آنے پر، اس غلطی کی اصلاح کرلی(۱)، تو اس صورت میں نماز کا اعادہ لازم ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں ہمارے مشائخ کے فتاویٰ مختلف ہیں:

۱- ...... حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''جب قرأت کی غلطی بذاتِ خود درست کرلے، یا مقتدی کے لقمہ دینے سے درست کرلے، تو حرج اور عمومِ بلویٰ کے پیشِ نظر نماز صحیح ہونے کا فتویٰ دیا جائے گا''۔ (فتاوی رحیمیہ: ۵/۱۰۳)

۲- ...... حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ ''نمازِ ایں صحیح باشد''۔ (امداد الفتاوی: ۱/ ۲۱۸)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' شرح عقود رسم المفتي '' : وفي منظومة ابن وهبان:

وإن لحن القاري وأصلح بعده
إذا غير المعنی الفساد مقرر

اشتمل البيت علی أربع مسائل من زلة القاری : الأولی : إذا لحن المصلی فی قراء ته لحنا يغير المعنی كفتح لام الضالين ، لا تجوز صلاته ، وإن أعادها بعد ذلک علی الصواب .

(ص/۴۵ ، رقم البيت : ۵۲)

۳۔......فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب پاکستانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ’’نماز ہوگئی‘‘۔ (احسن الفتاوی:۳/ ۴۴۵)

۴۔......شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ’’نماز میں قرأت کی غلطی ہوجانے کے بعد اس کا تدارک کرنے سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا، نماز درست اور صحیح ہوگی‘‘۔ (فتاوی حقانیہ:۳/ ۱۷۷)

ان تمام بزرگوں نے اپنے جوابات کی تائید میں فتاوی عالمگیری کی یہ عبارت نقل کی ہے: ’’ **وذكر في الفوائد : لو قرأ في الصلاة بخطأ فاحش ثم رجع وقرأ صحيحًا ، قال : عندي صلاته جائزة** ‘‘ . (الفتاوى الهندية : ۱/ ۸۲)

البتہ حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ’’اصح قول کی بناء پر ایسی غلطی سے نماز فاسد ہوجاتی ہے، اور جب فاسد ہوگئی تو دوبارہ لوٹا کر صحیح پڑھنے سے درست نہ ہوگی، لہٰذا اس کا اعادہ کرنا چاہیے‘‘۔ (فتاوی محمودیہ: ۷/ ۱۱۸) اور آپ نے اپنے اس جواب کی تائید میں ’’حسن بن منصور بن محمود الأوزجندی المعروف بہ قاضی خان رحمۃ اللہ علیہ‘‘ سے یہ عبارت نقل کی ہے: ’’ **وإن تغير المعنى بأن قرأ : ﴿إن الأبرار لفي جحيم ، وإن الفجار لفي نعيم﴾ ، أو قرأ : ﴿إن الذين آمنوا وعملوا الصلحت أولئك هم شرّ البرية﴾ ، أو قرأ : ﴿وجوه يومئذ عليها غبرة ، أولئك هم المؤمنون حقًّا﴾ ، تفسد صلاته ، لأنه أخبر بخلاف ما أخبر الله تعالى به ، وقال بعضهم : لا تفسد صلاته لعموم البلوىٰ ، والأول أصح .**

(فتاوى قاضی خان : ۱/ ٦٨)

مذکورہ بزرگوں کا جواب توسع اور عموم بلویٰ پر مبنی ہے، جب کہ حضرت مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ کا جواب احتیاط پر مبنی ہے، جیسا کہ خود قاضی خان رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت شاہد ہے کہ: " **وما قاله المتقدمون أحوط ، لأنه لو تعمد يكون كفرًا وما يكون كفرًا لا يكون من القرآن ، وما قاله المتأخرون أوسع ، لأن الناس لا يمزون بين اعراب واعراب فلا تفسد الصلاة** ". (فتاوى قاضي خان : ١/٦٨)

اس لیے حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب کا جواب بایں وجوہ راجح ہونا چاہیے:

(۱) فقہ کا قاعدہ ہے: " **الإحتياط في حقوق الله لا في حقوق العباد** " کہ "حقوق اللہ میں احتیاط برتی جاتی ہے"۔ (قواعد الفقہ :ص/۵۴،المادۃ:۱۰)

(۲) امام صاحب رحمۃ اللہ بھی فسادِ صلوۃ کے قائل ہیں، اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " **الفتوى على قول الإمام في العبادات** " کہ "عبادات میں امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے"۔ (شرح عقود رسم المفتی :ص/۱۴۶)

(۳) اس مسئلہ میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بھی امام صاحب کے ساتھ ہیں، اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " **وإن كانت المسئلة مختلفًا فيها بين أصحابنا ، فإن كان مع أبي حنيفة أحد صاحبيه يأخذ بقولهما ، أى بقول الإمام ومن وافقه لوفور الشرائط ، واستجماع أدلة الصواب فيها** " کہ "اگر کسی مسئلہ میں ہمارے اصحاب کے مابین اختلاف ہو، اور صاحبین میں سے کوئی ایک امام صاحب کے ساتھ ہو، تو امام صاحب اور جو آپ کے موافق ہو، اسی کے قول کو اختیار کیا جائے گا"۔ (رسم المفتی :ص/۱۲۵)

مسجد میمنی کے باہری حصے میں نماز پڑھ رہے نمازی کے آگے سے گزرنا

مسئلہ (۵۱): نمازی کے آگے سے گذرنے والے کے گذرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی، مگر گذرنے والا سخت گنہگار ہوتا ہے[۱]، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''اگر نمازی کے آگے سے گذرنے والے کو یہ معلوم ہوتا کہ اس سے کس قدر گناہ ہوتا ہے، تو وہ چالیس سال تک اپنی جگہ کھڑا رہتا، مگر گذرنے کی ہمت نہ کرتا''۔[۲]

اس لئے جو لوگ مسجد میمنی کے باہری حصہ میں سے اس حال میں گذرتے ہیں کہ طلباء وعوام صحن میں نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں، اور یوں خیال کرتے ہیں کہ ان پر نمازی کے آگے سے گذرنے کا گناہ نہیں ہوگا، ان کا یہ خیال سراسر غلط ہے، کیوں کہ فرشِ مسجدِ میمنی کی سطح اس کی فرشِ صحن سے اس قدر بلند نہیں کہ گذرنے والا گنہگار نہ ہو، اس لئے کہ فقہاء کرام

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی '' الفقه الإسلامی وأدلته '' : اتفق أئمة المذاهب الأربعة علی أن المرور بین یدی المصلی لا یقطعها ولا یبطلها . (۹۵۱/۲، هل المرور بین یدی المصلی یقطع الصلوٰة ؟)

ما فی '' الفتاوی الهندیة '' : ولو مر مار فی موضع سجوده لا تفسد وإن أثم .

(۱۰۴/۱ ، الباب السابع فیما یفسد الصلوٰة وما یکره فیها ، الشامیة : ۳۴۳/۲ ، کتاب الصلوٰة ، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها)

(۲) ما فی '' جامع الترمذي '' : عن بسر بن سعید أن زید بن خالد الجهنی أرسل إلی أبی جهیم یسأله ما ذا سمع من رسول الله ﷺ فی المار بین یدی المصلی ؟ فقال أبو جهیم : قال رسول الله ﷺ :'' لو یعلم المار بین یدي المصلی ماذا علیه لکان أن یقف أربعین خیر له من أن یمر بین یدیه'' .

(۷۹/۱ ، أبواب الصلاة ، ما جاء کراهیة المرور بین یدی المصلی)=

فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص زمین کی نچلی سطح پر نماز پڑھ رہا ہو، اور گذرنے والا زمین کی اس قدر بلند سطح سے گذر رہا ہو کہ اس کا نیچے کا آدھا بدن نمازی کے اوپر کے آدھے بدن کے محاذات وبرابری میں آجاتا ہے تو یہ مکروہ ہے۔ (۱)

لہٰذا طلباء، علماء اور عوام کو چاہیے کہ گذرگاہ سے بچ کر نماز ادا کرنے کی سعی کریں، اور گذرنے والوں کو چاہیے کہ اگر ممکن ہو تو دوسرے راستہ کا انتخاب کریں، تاکہ نمازی اور گذرنے والا دونوں گناہ سے بچ جائیں، ورنہ دونوں گنہگار رہوں گے۔ (۲)

مریض کا ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھنا

مسئلہ (۵۲): جس مریض کے کپڑے ناپاک ہوں، اوران کا پاک کرنا یا بدلنا اس کیلئے ممکن نہ ہو، اور اس کے پاس کوئی دوسرا شخص موجود نہ ہو، جو اس کے کپڑوں کو پاک

= (۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : أو مروره (أسفل من الدكان أمام المصلی لو كان يصلی عليها) أی الدكان (بشرط محاذاة بعض أعضاء المار بعض أعضائه وكذا سطح وسرير وكل مرتفع) دون قامة المار . الدر المختار . وفي الشامية : قال ابن عابدين الشامی تحت قوله : (بعض أعضاء المار بعض أعضائه) أنه يكره إذا حاذی نصفه الأسفل النصف الأعلی من المصلی كما إذا كان المار علی فرس . تأمل .

(۳/۳۴۳ ، كتاب الصلوٰة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره ، الهندية : ۱/۱۰۴)

(۲) ما في " الشامية " : قال الشامي رحمه الله تعالی : قال في " الحلية " : وقد أفاد بعض الفقهاء أن هنا صورًا أربعًا ، الثالثة : أن يتعرض المصلی للمرور ويكون للمار مندوحة فيأثمان ، أما المصلی فلتعرضه ، وأما المار فلمروره مع إمكان أن لا يفعل .

(۲/۳۴۴ ، كتاب الصلوٰة ، باب ما يفسد الصلوٰة وما يكره)

کردے یا بدل دے، تو اس کیلئے ان ہی ناپاک کپڑوں میں نماز ادا کر لینا درست ہے[۱]، اور اگر دوسرا شخص موجود ہو جو مریض کے کپڑے پاک یا تبدیل کرادیگا، تو ایسی صورت میں دوسرے کی مدد سے پاک لباس پہن کر نماز پڑھنا ضروری ہے، بشرطیکہ مریض کو لباس بدلنے میں غیر معمولی مشقت نہ ہوتی ہو[۲]، ورنہ انہیں کپڑوں میں نماز پڑھنا درست ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : مريض تحته ثياب نجسة ، وكلما بسط شيئاً تنجس من ساعته صلى على حاله ، وكذا لو لم يتنجس إلا أنه يلحقه مشقة بتحريكه (وإن سال على ثوبه فوق الدرهم (جاز له أن لا يغسله إن كان لو غسله تنجس قبل الفراغ منها) أي الصلاة وإلا يتنجس قبل فراغه فلا يجوز ترك غسله ، هو المختار للفتوى ، وكذا مريض لا يبسط ثوباً إلا تنجس فوراً له تركه . در مختار. وفي الشامية : قال الشامي تحت قوله : (وكذا مريض) فی الخلاصة : مريض مجروح تحته ثياب نجسة إن كان بحال لا يبسط تحته شيء إلا تنجس من ساعته له أن يصلى على حاله ، وكذا لو لم يتنجس الثاني إلا أنه يزداد مرضه له أن يصلی فيه . "بحر" من باب صلوٰة المريض . (۳/۵۰۲ ، كتاب الصلاة ، قبيل باب سجود التلاوة ، ۱/۴۳۹ ، ۴۴۰ ، كتاب الطهارة ، مطلب فی أحكام المعذور ، خلاصة الفتاوی : ۱/۱۹۷ ، الفصل الحادی والعشرون فی صلاة المريض ، البحر الرائق : ۲/۲۰۲ ، باب صلاة المريض)

(۲) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿لا يكلف الله نفسًا إلا وسعها﴾ . (سورة البقرة : ۲۸۶)

ما فی " بدائع الصنائع " : العاجز عن الفعل لا يكلف به ، وكذا إذا خاف زيادة العلة من ذلک ، لأنه يتضرر به وفيه أيضًا حرج . (۱/۲۸۴ ، فصل فی أركان الصلاة) =

= ما فی " جمهرة القواعد الفقهية " : الحرج مدفوع . (۲/۱۱۷)

ما فی " قواعد الفقه " : الأمر إذا ضاق اتسع وإذا اتسع ضاق . (ص/۶۲ ، رقم القاعدة : ۴۸)

ما فی " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : المشقة تجلب التيسير . (۱/۲۷۶) (أحسن الفتاوى:۲/۷۵)

باب الجنائز

جنائز کا بیان

قریب المرگ شخص کو تلقین

مسئلہ(۵۳): قریب بمرگ شخص جس کے آثار سے معلوم ہورہا ہو کہ عنقریب اس کا انتقال ہونے والا ہے، تو اسے کلمۂ طیبہ کی تلقین کرنا حدیث سے ثابت ہے[۱]، تاکہ وہ بھی کلمہ پڑھ لے اور اس دنیا سے جاتے وقت سب سے آخری کلام ﴿**لا إلــه إلا الـلـه مـحمد رسول الله**﴾ ہو[۲]، پھر جب غسل، کفن، اور نماز جنازہ سے فارغ ہوجائیں، اور اس کو لحد میں رکھا جائے تو رکھتے وقت یہ پڑھے:" **بسم الله وبالله وعلى ملة رسول**

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الحديث النبوی " : عن أبی هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " لقنوا موتاكم لا إله إلا الله " . (الصحيح لمسلم : ۱/ ۳۰۰ ، كتاب الجنائز ، باب فی تلقين المحتضر)

ما فی " البحر الرائق " : (ولقن الشهادة) بأن يقال عنده لا إله إلا الله محمد رسول الله ولا يؤمر بها للحديث الصحيح : " من كان آخر كلامه لا إله إلا الله دخل الجنة " . وهو تحريض على التلقين بها عند الموت فيفيد الاستحباب .

(۲/ ۲۹۹ ، كتاب الجنائز ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۱۵۷ ، الفصل الأول فی المحتضر ، الدر المختار مع الشامية :۳/ ۷۴ ، باب الجنائز ، مطلب فی تلقين المحتضر الشهادة)

(۲) ما فی " الحديث النبوي " : عن معاذ بن جبل قال : قال رسول الله ﷺ : " من كان آخر كلامه لا إله إلا الله دخل الجنة " . (السنن لأبی داود :ص/ ۱۳۱ ، كتاب الجنائز ، باب فی التلقين) =

اللہ''، یہ بھی حدیث سے ثابت ہے۔[۱]

اور دفن کے بعد تلقین میں فقہاء کا اختلاف ہے، بعض جواز کے قائل ہیں اور بعض عدم جواز کے، عالمگیری میں عدم تلقین کو ظاہر الروایۃ بیان کیا گیا ہے[۲]، اور ترجیح ظاہر الروایۃ کو ہوتی ہے[۳]، نیز تلقین مذکور کے بارے میں اکثر اوقات عملی واعتقادی خرابی دیکھنے میں آتی ہے، لہٰذا احتراز اولیٰ ہے، تاہم اگر کوئی کرے تو اس کو روکا نہ جائے۔[۴]

= (۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن ابن عمر أن النبی ﷺ قال : إذا أدخل المیت القبر ، قال : وقال أبوخالد: إذا وضع المیت فی لحده قال مرة : " بسم الله وعلی ملة رسول الله " . وقال مرة: " بسم الله وبالله وعلی سنة رسول الله " .

(جامع الترمذی : ۱/۲۰۲ ، أبواب الجنائز ، باب ما جاء ما یقول إذا أدخل المیت قبره)

ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : ویستحب أن یقول واضعه : " بسم الله وبالله علی ملة رسول الله " ویوجهه إلیها . (۳/۱۳۱ ، باب صلوٰة الجنائز ، مطلب فی دفن المیت ، الهندیة: ۱/۱۶۶ ، کتاب الصلوٰة ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز ، الفصل السادس فی الدفن ، البحر الرائق: ۲/۳۳۹ ، السلطان أحق بصلوته)

(۲) ما فی " الفتاوی الهندیة " : وأما التلقین بعد الموت فلا یلقن عندنا في ظاهر الروایة .

(۱/۱۵۷ ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز ، الفصل الأول فی المحتضر)

(۳) ما في " عقود رسم المفتي " :الخامس : ما إذا کان أحدهما ظاهر الروایة ، فیقدم علی الآخر ، قال فی البحر من کتاب الرضاع : الفتوی إذا اختلفت کان الترجیح لظاهر الروایة . (ص/۱۶۴)

(۴) ما فی " الدر المنتقی فی شرح الملتقی " : ولا یلقن بعد الموت وإن فعل لا ینهی عنه .

(۱/۲۶۴ ، باب الجنائز)=

جس میت کی شناخت نہ ہو اس پر نماز جنازہ، غسل اور کفن ودفن

مسئلہ(۵۴): اگر کسی بس یا کار میں مسلمان وکافر سفر کر رہے ہوں، ناگاہ گاڑی حادثہ کا شکار ہوگئی اور تمام مسافرین جائے حادثے پر اس طرح ہلاک ہوگئے کہ شناخت کی کوئی شکل باقی نہیں رہی، تو تمام کو غسل اور کفن دے کر ایک ساتھ سامنے رکھ کر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی اور نیت صرف جنازۂ مسلم کی کیجائے گی۔[1]

= ما فی " الدر المختار مع الشامية " : ولا يلقن بعد تلحيده وإن فعل لا ينهى عنه . در مختار . وفي الشامية : قال الشامي تحت قوله : (لا يلقن بعد تلحيده) ذكر في المعراج أنه ظاهر الرواية .... قال في شرح المنية : إن الجمهور على أن المراد منه مجازه ثم قال : وإنما لا ينهى عنه التلقين بعد الدفن ، لأنه لا ضرر فيه بل فيه نفع ، فإن الميت سيتأنس بالذكر على ما ورد في الآثار . (۷۶/۳ ، مطلب في التلقين بعد الموت)

(فتاوی رحیمیہ: ۶۸/۷، أحسن الفتاوی: ۲۵۳/۴، فتاوی محمودیہ: ۶۹/۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " بدائع الصنائع " : لو اجتمع موتى المسلمين والكفار ، إن كان بالمسلمين علامة يمكن الفصل بها يفصل .... وإن لم يكن بهم علامة ينظر إن كان المسلمون أكثر غسلوا وكفنوا ودفنوا في مقابر المسلمين وصلى عليهم وينوى بالدعاء المسلمون ...... وأما إذا كانوا على السواء فلا يشكل أنهم يغسلون لما ذكرنا أن فيه تحصيل الواجب مع الإتيان بالجائز في الجملة وينوى بالصلوٰة والدعاء المسلمين ، لأنهم إن عجزوا عن تعيين العمل للمسلمين لم يعجزوا عن تمييز القصد في الدعاء لهم . (۳۱۱/۲ ، كتاب الصلوٰة)

ما فی " الدر المختار مع الشامية " : إختلط موتانا بكفار ، ولا علامة أعتبر الأكثر فإن استووا غسلوا واختلف في الصلوٰة عليهم . الدر المختار . وفي الشامية : قال العلامة ابن عابدين الشامي رحمه الله : قوله : (واختلف في الصلوٰة) قيل: لا يصلى ، لأن ترك الصلوٰة على المسلم مشروع =

جل کر مرے ہوئے شخص پر نماز جنازہ اور اس کا غسل وکفن

مسئلہ (۵۵): اگر کوئی شخص دکان، مکان، فیکٹری یا میل وغیرہ میں آگ لگ جانے کی وجہ سے جل کر مر گیا، اور اس کے بدن کا اکثر حصہ خاکستر ہو گیا، تو اس پر غسل ونماز کچھ بھی لازم نہیں ہے، اور اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا[1]، اور اگر سر کے ساتھ نصف بدن، یا بغیر سر کے نصف سے زیادہ بدن صحیح سالم ہے، تو اس کو غسل دیا جائیگا اور اس پر نماز بھی پڑھی جائے گی۔[2]

= فی الجملة کالبغاة وقطاع الطریق، فکان أولی من الصلوٰة علی الکافر، لأنها غیر مشروعة، لقوله تعالی: ﴿ولا تصل علی أحد منهم مات أبدًا﴾ وقیل یصلی ویقصد المسلمین لأنه إن عجز عن التعیین لا یعجز عن القصد، قال فی الحلیة: فعلی هذا ینبغی أن یصلی علیهم فی حالة ما إذا کان الکفار أکثر، لأنه حیث قصد المسلمین فقط لم یکن مصلیاً علی الکفار، فینبغی الصلوٰة علیهم فی الأحوال الثلاث کما قالت به الأئمة الثلاث وهو أوجه قضاء لحق المسلمین بلا إرتکاب منهی عنه. (۸۸/۳، کتاب الصلوٰة، الموسوعة الفقهیة: ۳۸/۱۶) (فتاوی محمودیہ: ۶۵۹/۸)

الحجة علی ما قلنا:

(۱) ما فی "الفتاوی الهندیة": وإن وجد نصفه من غیر الرأس أو وجد نصفه مشقوقاً طولا، فإنه لا یغسل ولا یصلی علیه، ویلف فی خرقة ویدفن فیها.

(۱۵۹/۱، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الدر المختار مع الشامیة: ۸۶/۳، باب صلوٰة الجنائز، حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح: ص/۵۷۵، قبیل فصل الصلوٰة علیه، حلبی کبیر: ص/۵۹۰، فصل فی الجنائز، مجمع الأنهر: ۲۷۲/۱، باب صلوٰة الجنائز)

(۲) ما فی "مجمع الأنهر": إذا وجد الأکثر أو النصف مع الرأس فیغسل ویصلی علیه بالإتفاق.

(۲۷۳/۱، کتاب الصلوٰة، الدر المختار مع الشامیة: ۸۶/۳، کتاب الصلوٰة، البحر الرائق: ۳۰۵/۲، مراقي الفلاح مع الطحطاوي: ص/۵۷۵، أحکام الجنائز، حلبي کبیر: ص/۵۹۰)

(فتاوی محمودیہ: ۶۶۴/۸، فتاوی دار العلوم: ۳۴۴/۵)

ایکسیڈنٹ میں یا ڈوب کر مرنے والے کی تجہیز وتکفین اور نماز کا حکم

مسئلہ (۵۶): اگر کوئی آدمی ایکسیڈنٹ میں یا ڈوب کر مر گیا، اور اس کا نصف بدن بغیر سر کے ملا تو نہ اس کو غسل دیا جائے گا اور نہ کفن دیا جائیگا، اور نہ ہی اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائیگی، بلکہ اس کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائیگا[۱]، اور اگر نصف بدن سے زیادہ حصہ ملا، گرچہ بغیر سر کے ہو، یا نصف بدن سر کے ساتھ ملا تو اس کو غسل اور کفن دیا جائیگا، اور اس پر نمازِ جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الفتاوی الهندية " : وإن وجد نصفه من غير الرأس أو وجد نصفه مشقوقاً طولا ، فإنه لا يغسل ولا يصلى عليه ، ويلف فی خرقة ويدفن فيها .

(۱/ ۱۵۹ ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز)

ما فی " الدر المختار مع الشامية " : وجد رأس آدمی أو أحد شقيه لا يغسل ولا يصلى عليه بل يدفن .

(۸۶/۳ ، باب الجنائز ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح :ص/۵۷۵ ، قبيل فصل الصلوٰة عليه ، حلبی كبير :ص/۵۹۰ ، فصل فی الجنائز ، مجمع الأنهر : ۱/۲۷۲ ، باب صلوٰة الجنائز)

(۲) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : ولا يصلى عليه .... إلا أن يوجد أكثر من نصفه ولو بلا رأس . در مختار . وفي الشامية : قال ابن عابدين الشامی تحت قوله : (ولو بلا رأس) وكذا يغسل لو وجد النصف مع الرأس . (۸۶/۳ ، كتاب الجنائز)

ما فی " البحر الرائق " : ولو وجد الأكثر من الميت أو النصف مع الرأس غسل وصلى عليه .

(۳۰۵/۲ ، كتاب الجنائز ، مراقی الفلاح :ص/۵۷۵ ، أحكام الجنائز ، مجمع الأنهر : ۱/۲۷۳ ، كتاب الصلوٰة ، حلبی كبير:ص/۵۹۰) (فتاوی محمودیہ:۲۶۴/۸)

خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ

مسئلہ (۵۷): خودکشی کرنا بہت بڑا گناہ ہے، لیکن اس گناہ گار پر بھی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اور جملہ امور تجہیز و تکفین موافقِ سنت ادا کئے جائیں گے، اور یہی قول مفتیٰ بہ ہے۔[1]

پانی میں ڈوب کر مرے ہوئے شخص کو غسل دیا جائیگا یا نہیں؟

مسئلہ (۵۸): اگر کوئی شخص پانی میں ڈوب کر مر جائے، اور پانی زیادہ ہونے کی وجہ سے کافی کوشش کے باوجود نعش نہ ملی، پھر چندروز کے بعد نعش اوپر آئی تو اس میں تعفن پیدا ہو گیا، مگر نعش پھولی پھٹی نہیں ہے تو اس کو غسل دیا جائے گا، اور نماز بھی پڑھی جائے گی[2]۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : من قتل نفسه ولو عمدًا يغسل ويصلى عليه . به يفتى . وإن كان أعظم وزرًا من قاتل غيره . (۱۰۲/۳، باب صلوٰة الجنازة)

ما في " الفتاوى الهندية " : من قتل نفسه عمداً يصلى عليه عند أبي حنيفة ومحمد وهو الأصح ، كذا في التبيين . (۱۶۳/۱ ، الفصل الخامس في الصلوٰة على الميت)

ما في " تبيين الحقائق " : من قتل نفسه عمدًا يصلى عليه عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى وهو الأصح لأنه فاسق غير ساع في الأرض بالفساد .

(۵۹۷/۱ ، باب الشهيد ، الفقه الإسلامي وأدلته :۱۵۰۹/۲ ، حكم الصلوٰة على الميت ، الدر المنتقى شرح الملتقى : ۲۸۱/۱ ، باب صلوٰة الجنائز ، الكافي في فقه الحنفي : ۳۲۰/۱ ، باب صلوٰة الجنائز ، البحر الرائق : ۳۵۰/۱) (فتاویٰ محمودیہ:۶۲۵/۸،فتاوی رحیمیہ:۲۶/۷)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " مراقي الفلاح مع الطحطاوي " : يغسل ويصلى عليه ما لم يتفسخ .

(ص/۶۱۲ ، أحكام الجنائز ، فصل السلطان أحق بصلوته)=

کیوں کہ پانی میں ڈوبنا غسل کیلئے کافی نہیں ہے، بلکہ غسل میں فعل غسل کا پایا جانا ضروری ہے، اور وہ زندوں کی طرف سے نہیں پایا گیا[۱]، ہاں اگر نکالتے وقت غسل کی نیت سے میت کو تین بار پانی میں حرکت دیدی جائے تو یہ غسل کیلئے کافی ہوجائیگا[۲]، اور اگر نعش پھول پھٹ گئی ہے کہ بدن کو ملنا متعذر رہے تو ایسی صورت میں نعش پر صرف پانی بہادینا کافی ہے[۳]، اور اس پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، کیوں کہ نمازِ جنازہ بدن پر مشروع ہے، اور اس کے پھٹ جانے کی صورت میں وہ باقی نہ رہا۔[۴]

= (۱) ما فی " منحة الخالق على البحر الرائق " : عن محمد وأبي يوسف : يفيد أن الفرض فعل الغسل منا .... لو وجد الميت فى الماء لا بد من غسله ، لأن الخطاب يتوجه إلى بنى آدم ولم يوجد منهم فعل ، فالحاصل أنه لا بد فى إسقاط الواجب من الفعل ، وأما النية فشرط لتحصيل الثواب . (۲/۳۰۵ ، كتاب الجنائز ، الفتاوى الولوالجية : ۱/۱۵۹ ، الفصل الثالث عشر فى الجنائز ، الشامية : ۳/۸۷ ، باب صلوٰة الجنائز)

(۲) ما فى " الفقه الإسلامي وأدلته " : ويجزى الغسل بدون نية لكن يجب غسل الغريق ، فيحرك فى الماء بنية الغسل ثلاثاً لأنا مأمورون بغسل الميت ، لكن قال الحنفية : النية ليست لصحة الطهارة . (۲/۱۴۸۷ ، الدر المختار مع الشامية :۳/۸۷ ، باب صلوٰة الجنائز)

(۳) ما فى " الفتاوى الهندية " : ولو كان الميت متفسخاً يتعذر مسحه كفى صب الماء عليه كذا فى التاتارخانية ناقلا عن العتابية . (۱/۱۵۸ ، الفصل الثانى فى الغسل ، الفتاوى التاتارخانية : ۱/۵۹۱ ، الفصل الثانى والثلاثون فى الجنائز ، فى بيان الأسباب المسقطة تغسل الميت)

(۴) ما فى " حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح " : فإن تفسخ لا يصلى عليه مطلقًا لأنها شرعت على البدن ولا وجود له مع التفسخ .

(ص/۵۹۲ ، أحكام الجنائز ، فصل السلطان أحق بصلوته) (فتاوی محمودیہ:۸/۶۲۷،فتاوی رحیمیہ:۷/۵۷)

کفن کے کپڑے کا رنگ؟

مسئلہ(۵۹): کفن کیلئے بہتر وافضل یہی ہے کہ وہ سفید کپڑے کا ہو[۱]، اس کے علاوہ دوسرے رنگ کے کپڑوں میں بھی کفن دیا جاسکتا ہے،فقہاء کرام نے اس سلسلے میں یہ اصول لکھا ہے کہ زندگی میں جس کپڑے کو پہننا جائز ہے،موت کے بعد اس میں کفن دینا بھی جائز ہے،مردوں کیلئے چونکہ ریشمی اور زعفرانی کپڑا حرام ہے،اس لئے اس میں کفن دینا جائز نہیں،اورعورتوں کیلئے زندگی میں ایسے کپڑوں کو پہننا درست ہے،اس لئے ان کو ایسے کپڑوں میں بھی کفن دینا درست ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحدیث النبوی ": عن سمرة قال : قال رسول الله ﷺ : " البسوا من ثیابکم البیض، وکفنوا فیها موتاکم " .

(المسند للإمام أحمد بن محمد بن حنبل :۵/۶۳۵ ، رقم الحدیث : ۱۹۵۹۹)

ما فی " بدائع الصنائع " : وأما صفة الکفن فالأفضل أن یکون التکفین بالثیاب البیض ، لما روی عن جابر بن عبد الله الأنصاری عن رسول الله ﷺ أنه قال : " أحب الثیاب إلی الله تعالی البیض ، فلیلبسها أحیاء کم وکفنوا فیها موتاکم " . (۲/ ۳۹ ، الشامیة : ۳/۹۴ ، باب صلوٰة الجنائز)

(۲) ما فی " البحر الرائق " : ولم یبین لون الأکفان لجواز کل لون لکن أحبها البیاضُ ، ولم یبین جنسها لجواز الکل لا ما لا یجوز لبسه حال الحیاة کالحریر للرجال . (۲/ ۳۰۸ ، کتاب الجنائز)

ما فی " بدائع الصنائع " : والبرود والکتان والقصب کل ذلک حسن ..... والحاصل : أن ما یجوز لکل جنس أن یلبسه فی حیاته ، یجوز أن یکفن فیه بعد موته ، حتی یکره أن یکفن الرجل فی الحریر والمعصفر والمزعفر ، ولا یکره للنساء ذلک اعتبارًا باللباس فی حال الحیاة .

(۲/ ۳۹ ، الدر المختار مع الشامیة : ۳/۹۴ ، باب صلوٰة الجنائز ، الفتاوی الهندیة : ۱/ ۱۶۱ ، باب الجنائز ، الفصل الثالث فی التکفین)=

جنازہ کی چادر پر قرآنی آیات کی کشیدہ کاری

مسئلہ (۶۰): اکثر علاقوں میں جنازہ کی چادر پر قرآنی آیات کی کشیدہ کاری کا رواج ہے، اس میں قرآنی آیات کی بے ادبی کا خطرہ ہے، نیز یہ عمل سنت سے ثابت نہیں، لہٰذا اسے چھوڑ دینا ضروری ہے۔(۱)

= ما فی " الفتاوی الولوالجیة " : عن محمد أن المرأة تکفن فی الإبریشم والحریر والمعصفر والمزعفر ، ویکره ذلک للرجال اعتبارًا بحالة الحیاة .

(۱/۱۶۶ ، الفصل الثالث عشر فی الجنائز) (فتاوی دار العلوم:۵/۲۶۳،فتاوی محمودیہ:۸/۵۲۵،کتاب الفتاوی:۳/۱۵۸)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الشامیة " : تکره کتابة القرآن وأسماء الله تعالی علی الدراهم والمحاریب والجدران وما یفرش ، وما ذاک إلا لاحترامه وخشیة وطئه ونحوه مما فیه إهانة ، فالمنع هنا بالأولی ما لم یثبت عن المجتهد أو ینقل فیه حدیث ثابت .

(۳/۱۴۶ ، ۱۴۷ ، باب صلاة الجنازة ، مطلب فیما یکتب عن کفن الیت ، الفتاوی الهندیة : ۵/۳۲۳ ، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف)

ما فی " مجموعة رسائل اللکنوی " : الاستفسار : قد تعارف فی بلادنا أنهم یلقون علی قبر الصلحاء ثوباً مکتوباً فیه سورة الإخلاص ، هل فیه بأس ؟ الاستبشار : هو استهانة بالقرآن ، لأن هذا الثوب إنما یلقی تعظیمًا للمیت ، ویصیر هذا الثوب مستعملا مبتذلا ، وابتذال کتاب الله من أسباب عذاب الله کذا فی نصاب الاحتساب .

(۴/۱۵۹ ، رساله نفع المفتی والسائل ، ما یتعلق بتعظیم إسم الله وإسم حبیب الله الخ)

(أحسن الفتاوی:۴/۲۳۰،فتاوی محمودیہ:۸/۵۴۰)

آدمی جس جگہ وفات پائے اسے وہیں دفن کردیا جائے

مسئلہ (۶۱): شریعت کا حکم یہ ہے کہ آدمی جس جگہ وفات پائے اسے وہیں دفن کردیا جائے، گرچہ اس نے وصیت کی ہو کہ اسے کسی اور بستی میں دفن کیا جائے، کیوں کہ اس طرح کی وصیت باطل ہے [۱]، نیز میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا مکروہ تحریمی ہے، اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، اگر کہیں کسی فقیہ نے اس کی اجازت بھی دی ہے تو وہ ایک دو میل کی قید کے ساتھ مقید ہے، اس لئے آدمی کا انتقال جس جگہ ہوا سے وہیں دفن کردینا چاہیے۔
بعض لوگ میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے جواز کو ثابت کرنے کیلئے حضرت یعقوب ویوسف علیہما السلام کے مصر سے ملک شام منتقل کئے جانے کے واقعے سے استدلال کرتے ہیں، جب کہ ان کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے [۲]، کیوں کہ یہ واقعہ شریعتِ سابقہ کا ہے،

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : أوصیٰ بأن یصلی علیه فلان أو یحمل بعد موته إلی بلدٍ آخر فهی باطلة . سراجیة . در مختار . (۱۰/۲۹۷ ، کتاب الوصایا)

(۲) ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : قوله : (ولا بأس بنقله قبل دفنه) قیل مطلقاً ، وقیل إلی ما دون مدة السفر ، وقیده محمد بقدر میل أو میلین ، لأن مقابر البدل ربما بلغت هذه المسافة فیکره فیما زاد ، قال فی النهر عن " عقد الفرائد " : هو الظاهر .... وأما نقل یعقوب ویوسف علیهما السلام من مصر إلی الشام لیکونا مع آبائهما الکرام فهو شرع من قبلنا ولم یتوفر فیه شروط کونه شرعاً لنا . (۳/۱۳۷ ، کتاب الجنائز ، مطلب فی دفن المیت)

ما فی " حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح " : (ویستحب الدفن فی) مقبرة (محل مات به أو قتل) لما روی عن عائشة رضی الله تعالی عنها أنها قالت حین زارت قبر أخیها عبد الرحمن =

اورشریعت سابقہ اس وقت تک ہم پر لازم نہیں ہوتی جب تک کہ اللہ اوراس کے رسول نے اسے بغیرانکار کے بیان نہ کیا ہو،لیکن اگر بیان کے بعد صراحۃً یا دلالۃً انکار کردیا ہوتو اس کے احکام ہم پر لازم نہیں ہوتے ہیں۔(۱)

= وكان مات بالشام وحمل منها : " لو كان الأمر فيك إلي ما نقلتك ولدفنتك حيث مت " . (فإن نقل قبل الدفن قدر ميل أو ميلين) ونحو ذلك (لا بأس به) لأن المسافة إلى المقابر قد تبلغ هذا المقدار (وكره نقله لأكثر منه) أى أكثر من الميلين كذا فى الظهيرية ...... قوله : (بيان أن النقل من بلد إلى بلد مكروه) أى تحريماً لأن قدر الميلين فيه ضرورة ، ولا ضرورة فى النقل إلى بلد آخر الخ . (ص/٦١٣ ، ٦١٤ ، فصل فى حملها ودفنها)

(١) ما فى " حاشية نور الأنوار " : قال العلامة عبد الحليم : وأما شرائع من قبلنا ... . إنما تلزمنا إذا قصها الله ورسوله من غير إنكار ، كقوله تعالى : ﴿وكتبنا عليهم فيها أن النفس بالنفس والعين بالعين والأنف بالأنف والأذن بالأذن والسن بالسن والجروح قصاص﴾ . وهذا كله باقٍ علينا ، وأما إذا لم يقصها الله ورسوله بل وجدت فى التوراة أو الإنجيل ، فلا تلزمنا لأنهم حرفوهما كثيرًا فلم يتيقن أنها من الله ، وكذا إذا قصها الله ورسوله علينا ثم أنكر بعد القصة صريحًا بأن قال : لا تفعلوا مثل ذلك ، أو دلالةً بأن قال : ذلك جزاء ظلمهم ،كقوله تعالى : ﴿وعلى الذين هادوا حرّمنا كل ذى ظفر ومن البقر والغنم حرمنا عليهم شحومهما﴾ .... ثم قال : ﴿ذلك جزيناهم ببغيهم﴾ فعلم أنه ليس حرامًا علينا . (ص/٩ ، رقم الحاشية : ٨)

(فتاوی محمودیہ:۹/۱۲۴۔۱۳۱،احسن الفتاوی:۴/ ۲۱۸-۲۲۱)

میت غائب پر نماز جنازہ درست نہیں

مسئلہ (٦٢): عند الحنفیہ نمازِ جنازہ کیلئے میت کا سامنے موجود ہونا ضروری ہے، غائب پر درست نہیں [۱]، آپ ﷺ کے بعد صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے کسی کا میتِ غائب پر نمازِ جنازہ پڑھنا نہیں دیکھا گیا [۲]، البتہ امام شافعی وامام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک غائبانہ نمازِ جنازہ جائز ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے نجاشی کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی ہے [۳]، لیکن شراحِ حدیث نے لکھا ہے کہ نجاشی کا جنازہ آپ ﷺ کے

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " التنویر وشرحه مع الشامية " : ووضعه وكونه هو أو أكثره أمام المصلى وكونه للقبلة فلا تصح على غائب . (۳/۹۸ ، كتاب الصلوٰة ، مطلب فی صلوٰة الجنازة)

ما فی " البحر الرائق " : وزاد فی فتح القدير وغيره شرطاً ثالثاً فی الميت وهو وضعه أمام المصلى فلا تجوز على غائب . (۲/۳۱۴ ، كتاب الجنائز ، السلطان أحق بصلوٰته ، حلبي كبير: ص/۵۸۳، فصل فی صلوٰة الجنازة ، الرابع فی الصلوٰة عليه ، بدائع الصنائع : ۲/۴۸ ، حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح : ص/۵۸۲ ، فصل الصلوٰة عليه)

(۲) ما فی " عمدة القاری " : وقد مات من الصحابة خلق كثير وهو غائبون عنه ، فسمع بهم فلم يصل عليهم . (۸/۳۱ ، كتاب الجنائز ، باب الرجل ينعیٰ إلى أهل الميت بنفسه)

ما فی " أوجز المسالک " : وقال الشيخ ابن القيم : لم يكن من هديه ﷺ الصلوٰة على كل ميت غائب ، فقد مات خلق كثير من المسلمين وهو غُيّبٌ فلم يصل عليهم . (۴/۴۴۴ ، التكبير على الجنائز ، زاد المعاد لإبن القيم : ص/۱۴۴ ، فصل فی هديه ﷺ فی الصلوٰة على الغائب)

(۳) ما فی " المؤطا لإمام مالک " : عن أبی هريرة : " أن رسول الله ﷺ نعیٰ النجاشی للناس فی اليوم الذی مات فيه ، وخرج بهم إلى المصلى فصف بهم وكبر أربع تكبيرات " .

(ص/۷۸ ، صحيح البخاری : ۱/۱۶۶ ، كتاب الجنائز)=

سامنے کردیا گیا تھا، لہٰذا وہ غائبانہ نمازِ جنازہ نہیں تھی۔ (۱)

چار تکبیرات نمازِ جنازہ کے ارکان ہیں

مسئلہ (۶۳): چار تکبیرات نمازِ جنازہ کے ارکان ہیں (۲) اور دعا مسنون

= ما فی " أوجز المسالک " : قال الزرقانی : إن فی الحدیث الصلوٰة علی المیت الغائب عن البلد ، وبه قال الشافعي وأحمد وأكثر السلف ، وقال الحنفية والمالكية : لا تشرع ونسبه ابن عبد البر لأكثر العلماء . (۴/۴۴۳ ، التكبير على الجنائز)

(۱) ما فی " أو جز المسالک " : وقال أبوحنیفة ومالک : هذا خاص به ، ولیس ذلک لغیره ، قال أصحابهما : ومن الجنائز أن یکون رفع له سریره فصلی علیه وهو یری فصلوٰته علی الحاضر المشاهد وإن کان علی مسافة من البعد ، والصحابة وإن لم یروه فهم تابعون للنبی ﷺ قالوا : ویدل علی هذا أنه لم ینقل أنه کان یصلی علی کل الغائبین غیره ، وترکه سنة کما أن فعله سنة ولا سبیل لأحد بعده إلی أن یعاین سریر المیت من المسافة البعیدة ، ویرفع له حتی تصلی علیه .... ویؤید ما ذکره الواحدی بلا إسناد عن ابن عباس قال : " کشف للنبی ﷺ عن سریر النجاشی حتی رآه وصلی علیه " . (۴/۴۴۴ ، ۴۴۵ ، باب التکبیر علی الجنائز)

ما فی " حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح " : الصلوٰة علی النجاشی کانت بمشهده کرامة له ومعجزة للنبی ﷺ ، قوله : (کانت بمشهده) أی بمکان رآه وشاهده فیه ، فرفع له سریره حتی رآه بحضرته ، فتکون صلوٰة من خلفه علی میت یراه الإمام دون المأمومین ، وهذا غیر مانع من الإقتداء . (ص/۵۸۲ ، أحکام الجنائز ، البحر الرائق : ۲/۳۱۵ ، فصل السلطان أحق بصلوٰته)

(فتاوی محمودیہ: ۸/۲۶۷)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی " حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح " : وأرکانها التکبیرات والقیام .

(ص/۵۸۱ ، فصل الصلوٰة علیه ، الدر المختار مع الشامیة : ۳/۹۹ ، باب صلوٰة الجنائز ، حلبي کبیر : ص/۵۸۴ ، الرابع الصلوٰة علیه ، فصل فی صلوٰة الجنازة)

ہے [۱]، اس لئے اگر کسی شخص نے تین تکبیرات پر ہی نماز ختم کردی تو اس کی نماز نہیں ہوگی [۲]، اور اگر کوئی شخص دعا چھوڑ دے تو اس کی نماز ہو جائے گی، اگر امام بھول کر پانچویں تکبیر کہے تو مقتدی پانچویں تکبیر نہ کہے، بلکہ امام کے سلام کا انتظار کرے، یہی قول مفتیٰ بہ ہے، اور اگر انتظار نہ کرکے سلام پھیر دے تب بھی ان کی نماز ہو جائے گی۔ [۳]

---

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : وسنتها ثلاثة : التحميد والثناء والدعاء فيها .

(۳/۱۰۰ ، باب صلوٰة الجنائز)

ما فی " الفقه الإسلامی وأدلته " : وسنن صلوٰة الجنازة ثلاثة : التحميد والثناء والدعاء فيها .

(۲/۱۵۱۳ ، أركان صلوٰة الجنازة وسننها)

(۲) ما فی " حاشية الطحطاوی " : قال الطحطاوی : إن الإمام إذا اقتصر على ثلاثة فسدت فيما يظهر ، وإذا فسدت على الإمام فسدت على المأموم لترك ركن من أركانها .

(ص/۵۸۷ ، فصل الصلوٰة عليه)

ما فی " الفتاوی الهندية ": وصلاة الجنازة أربع تكبيرات، ولو ترك واحدة منها لم تجز صلوته . هكذا فی الكافی . (۱/۱٦۴ ، الفصل الخامس فی الصلوٰة على الميت)

(۳) ما فی " البحر الرائق " : فلو كبر الإمام خمسًا لم يتبع لأنه منسوخ ولا متابعة فيه ولم يبين ماذا يصنع ؟ وعن أبی حنيفة روايتان : فی رواية يسلم للحال ولا ينتظر تحقيقًا للمخالفة ، وفی رواية يمكث حتى يسلم معه إذا سلم ليكون متابعًا فيما تجب فيه المتابعة . وبه يفتی .

(۲/۲۲۳ ، السلطان أحق بصلوته ، بدائع الصنائع : ۲/۵۱ ، ۵۲ ، كيفية الصلوٰة على الجنازة ، الهندية: ۱/۱٦۴ ، الفصل الخامس فی الصلوٰة على الميت ، الدر المختار مع الشامية : ۳/۱۰۵ ، ۱۰٦ ، باب صلوٰة الجنائز) (فتاوی محمودیہ:۸/۵۵۲،۵۵۳)

نماز جنازہ کی تکبیریں فوت ہوجائیں تو کیا کرے؟

مسئلہ (۶۴): اگر کوئی شخص جنازہ کی نماز میں ایسے وقت شریک ہوا کہ امام دو تکبیر کہہ چکا تھا، تو یہ شخص تیسری تکبیر کہہ کر امام کے ساتھ شریک ہوکر دعاء پڑھے، پھر چوتھی تکبیر کے بعد جب امام نماز پوری کردے تو یہ ایک تکبیر کہہ کر ثناء پڑھے، دوسری تکبیر کہہ کر درود شریف پڑھے، اور اگر جنازہ جلدی اٹھائے جانے کا اندیشہ ہو تو صرف دو تکبیر کہہ کر نماز ختم کردے[1]، اور اگر ایسے وقت پہنچا کہ امام چاروں تکبیریں کہہ چکا تھا، مگر ابھی سلام نہیں

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " التنویر وشرحه مع الشامية " : (والمسبوق) ببعض التكبيرات لا يكبر فی الحال بل (ينتظر) تكبير (الإمام ليكبر معه) للإفتتاح لما مر أن كل تكبيرة كركعة ، والمسبوق لا يبدأ بما فاته (كما لا ينتظر الحاضر) فی (حال التحريمة) بل يكبر اتفاقاً للتحريمة لأنه مدرک ، ثم يكبر أن ما فاتهما بعد الفراغ نسقاً (بلا دعاء إن خشيا رفع الميت على الاعنقاق) .

(۳/۱۰۸ ، باب الجنائز)

ما فی " الفتاوی الهندية " : وإذا جاء رجل وقد كبر الإمام التكبيرة الأولى ولم يكن حاضرًا انتظره حتى يكبر الثانية ويكبر معه ، فإذا فرغ الإمام كبر المسبوق التكبيرة التی فاتته قبل أن ترفع الجنازة ، وهذا قول أبی حنيفة ومحمد رحمهما الله ، وكذا إن جاء وقد كبر الإمام تكبيرتين ، أو ثلاثاً . كذا فی السراج الوهاج . (۱/۱۶۴ ، ۱۶۵ ، الباب الحادی والعشرون فی صلوٰة الجنازة ، الفصل الخامس فی الصلوٰة على الميت ، البحر الرائق : ۲/۳۲۴ ، كتاب الجنائز ، السلطان أحق بصلوته ، مراقي الفلاح مع الطحطاوي :ص/۲۱۶ ، أحكام الجنائز ، فصل السلطان أحق بصلوته ، حلبی كبير :ص/۵۸۷ ، فصل فی الجنائز ، الرابع الصلوٰة عليه)

پھیرا تھا تو یہ شخص نماز میں شریک ہوجائے اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد تین تکبیریں بغیر دعا کے کہے۔[۱]

جنازہ کی نماز ایک دفعہ ہے اس سے زیادہ نہیں

مسئلہ (٦٥): جنازہ کی نماز ایک دفعہ ہے اس سے زیادہ نہیں[۲]، ہاں اگر ولی نے ابھی نماز نہیں پڑھی، بلکہ کسی اور نے اس کی اجازت کے بغیر پڑھ لی، پھر ولی پڑھنا چاہے تو اس کو اجازت ہے[۳]، لیکن اگر ولی نے کسی اور کو نماز جنازہ پڑھانے کی اجازت دیدی، اجازت چاہے صراحۃً ہو یا دلالۃً، یعنی دوسرے لوگوں نے اپنے طور پر نماز شروع کی اور ولی نے اقتدا کرلی، یا ولی وہاں موجود ہوتے ہوئے نماز جنازہ میں محض اس لیے شریک نہ ہوا،

---

(۱) ما فی " الفتاوی الهندية " : وإن جاء رجل وقد كبر الإمام أربعًا ولم يسلم .... الأصح أنه يدخل وعليه الفتوى . كذا في المضمرات . ثم يكبر ثلاثاً قبل أن ترفع الجنازة متتابعًا لا دعاء فيها . كذا في خلاصة وفتاوى قاضيخان .

(۱/۱٦٥، الفصل الخامس في الصلوٰة على الميت ، فتاوى قاضي خان : ۱/۹۲ ، باب في غسل الميت ، البحر الرائق : ۲/۳۲۵ ، السلطان أحق بصلوته) (فتاوی محمودیہ:۸/۵۹۴،فتاوی حقانیہ:۳/۴۴۱)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : ولا يصلى على ميت إلا مرة واحدة .

(۱/۱٦۳ ، الفصل الخامس في الصلاة على الميت)

(۳) ما في " بدائع الصنائع " : ولا يصلى على ميت إلا مرة واحدة ، لا جماعة ولا وحدانا عندنا ، إلا أن يكون الّذين صلوا عليها أجانب بغير أمر الأوليا ، ثم حضر الولي فحينئذٍ له أن يعيدها .

(۲/۴۷ ، كتاب الصلاة ، من يصلى عليه)=

تاکہ دوبارہ، سہ بارہ نماز جنازہ ہوسکے، تواس صورت میں بھی دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھنے کی اجازت نہیں ہے، اس لیے کہ ایک بار نماز پڑھ لینے سے فریضہ ساقط ہوگیا، اب دوبارہ سہ بارہ نمازِ جنازہ پڑھنا خلافِ مشروع ہونے کی وجہ سے بدعت ہے، اوراس میں تنفل جائز نہیں ہے [۱]، البتہ اگرکوئی شخص نمازِ جنازہ کے بعد حاضر ہوا ہوتو دعا واستغفار کرلے۔

اگرکوئی شخص حضرات صحابہ کے عمل سے استدلال کرتے ہوئے یہ کہے کہ ''انہوں نے حضوراقدس ﷺ کی نماز جنازہ یکے بعد دیگرے ادا کی''، تواس سے استدلال کرنا صحیح نہیں، اس لیے کہ فقہائے کرام نے ان کے عمل کی توجیہات بیان فرمائی ہیں:

۱- بحیثیت خلیفۃ المسلمین حقِ ولایت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل تھا، آپ کے پڑھنے سے قبل دوسرے لوگ پڑھتے رہے، خلافت کے انتظام اور تسکین فتنہ کے بعد جب آپ نے پڑھ لی، تواس کے بعد کسی نے بھی نہیں پڑھی۔ [۲]

= (۱) ما فی " البحر الرائق " : قوله : (ولم يصل غيره بعده) أى بعد ما صلى الولي لأن الفرض قد تأدى بالأولى ، والتنفل بها غير مشروع .
(۲/۳۱۸ ، كتاب الجنائز ، الهندية : ۱/۱۶۳ ، الفصل الخامس فى الصلاة على الميت)
ما فى " بدائع الصنائع " : ولأن الفرض قد سقط بالفعل مرة واحدة لكونها فرض كفاية ، ولهذا إن لم يصل لو ترك الصلاة ثانياً لا يأثم ، وإذا سقط الفرض فلو صلى ثانياً كان نفلا ، والتنفل بصلاة الجنازة غير مشروع . (۲/۴۸ ، كتاب الصلاة ، كيفية الصلاة على الجنازة)
(۲) ما فى " بدائع الصنائع " : وروي عنه ﷺ أنه قال : لا يصلى على غير ما دامت بين أظهركم فلم يسقط الفرض بأداء غيره ، وهذا هو تأويل فعل الصحابة رضى الله تعالى عنهم ، فإن الولاية كانت لأبى بكر ، لأنه هو الخليفة إلا أنه كان مشغولا بتسوية الأمور وتسكين الفتنة ، فكانوا يصلون عليه قبل حضوره ، فلما فرغ صلى عليه ثم لم يصل بعده عليه . والله أعلم .
(۲/۴۸ ، كتاب الصلاة ، كيفية الصلاة على الجنازة)=

۲- یہ حضور اقدس ﷺ کی خصوصیت تھی۔ (۱)

۳- حضور اقدس ﷺ کا صحابہ پر جو حق عظیم ہے، وہ ظاہر ہے، لہٰذا ہر وہ صحابی جو اس وقت وہاں موجود تھے، ان پر نمازِ جنازہ فرض عین تھی، مکرر پڑھنا ان کے حق میں نفل نہیں تھا۔ (۲)

کئی جنازے جمع ہوں تو پہلے کس کی نماز پڑھی جائے؟

مسئلہ(۶۶): اگر کئی جنازے جمع ہوجائیں تو بہتر یہ ہے کہ ہر جنازہ پر الگ الگ نماز پڑھی جائے، پہلے اس پر نماز پڑھی جائے جو افضل ہو، پھر اس کے بعد جو افضل ہو، اسی ترتیب کے ساتھ، اور اگر اس ترتیب کا لحاظ نہیں کیا گیا تب بھی کوئی مضائقہ نہیں، اور اگر تمام جنازوں پر اکٹھا نماز پڑھی گئی تو یہ بھی درست ہے (۳)، اور اس صورت میں تمام

= (۱) ما فی " حاشیة الطحطاوی " : وصلاة الصحابة علیه ﷺ أفواجًا خصوصیة کما أن تأخیر دفنه من یوم الإثنین إلی لیلة الأربعاء کان کذلک ، لأنه مکروه فی حق غیره بالإجماع .
(ص/ ۵۹۱ ، کتاب الصلاة)

(۲) ما فی " حاشیة الطحطاوی " : أو لأنها کانت فرض عین علی الصحابة لعظیم حقه ﷺ علیهم لا تنفلا بها ، وأن لا یصلی علی قبره الشریف إلی یوم القیامة لبقائه ﷺ کما دفن طریاً ، بل هو حي یرزق ، ویتنعم بسائر الملاذ والعبادات ، وکذا سائر الأنبیاء علیهم الصلاة والسلام ، وقد أجمعت الأمة علی ترکها کما فی السراج والحلبی والشرح . (ص/ ۵۹۱ ، کتاب الصلاة)
(فتاوی رحیمیہ: ۷/ ۴۸، فتاوی دار العلوم: ۵/ ۲۸۹، فتاوی حقانیہ: ۳/ ۴۴۳)

الحجة علی ما قلنا :

(۳) ما فی " التنویر وشرحه مع الشامیة " : وإذا اجتمعت الجنائز فإفراد الصلوٰة علی کل واحدة أولی من الجمع ، وتقدیم الأفضل أفضل ، وإن جمع جاز .
(۳/ ۱۱۱ ، باب صلوٰة الجنائز ، مطلب هل یسقط فرض الکفایة بفعل الصبی)=

جنازوں کوقبلہ کی سمت میں اس طرح لمبی صف بنا کر رکھدیں کہ سب کے سینے امام کے محاذات میں ہوں۔ (۱)

نماز جنازہ کی صفوں میں طاق عدد کا لحاظ رکھنا

مسئلہ (٦٧): نماز جنازہ کی صفوں میں طاق عدد کا لحاظ رکھنا شرعاً مستحب ہے، کیوں کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: جس شخص پر تین صفوں نے نمازِ جنازہ پڑھی اس کی

= ما فی " البحر الرائق " : ولم يذكر المصنف ما إذا اجتمعت الجنائز للصلوٰة قالوا : الإمام بالخيار إن شاء صلى عليهم دفعة واحدة ، وإن شاء صلى على كل جنازة صلوٰة على حدةٍ ، فإن أراد الثاني فالأفضل أن يقدم الأفضل فالأفضل ، فإن لم يفعل فلا بأس به .

(۲/۳۲۸ ، فصل السلطان أحق بصلوته ، الفتاوى الهندية : ۱/۱٦۵ ، الفصل الخامس فى الصلوٰة على الميت ، خلاصة الفتاوى: ۱/۲۲۴ ، الفصل الخامس والعشرون فى الجنائز ، بدائع الصنائع: ۲/۵٦ ، فصل فى بيان ما تصح به وما تفسده)

(۱) ما فی " منحة الخالق على البحر الرائق " : لو اجتمعت الجنائز فافراد الصلوٰة لكل أولىٰ ويبدأ بالأفضل وإن جمع جعلها صفاً طولا واحدًا بعد واحدٍ ليقوم بحذاء صدر الكل .

(۱/۲۷۷ ، باب صلوٰة الجنائز)

ما فی " مراقى الفلاح مع الطحطاوي " : وإن اجتمعن وصلى مرة واحدة صح ، وإن شاء جعلهم صفًا عريضًا ويقوم عند أفضلهم وإن شاء جعلها أى الجنائز صفًا طويلا مما يلى القبلة بحيث يكون صدر كل واحد منهم قدام الإمام محاذياً له . (ص/۲۱٦ ، فصل السلطان أحق بصلوته)

(فتاوی محمودیہ: ۸/ ۵۸۵، فتاوی دارالعلوم: ۵/ ۳۲۷، کتاب الفتاوی: ۳/ ۱۷۸)

مغفرت ہوجاتی ہے[۱]، چنانچہ اگر کسی جنازہ میں محض سات آدمی ہوں تو ان میں سے ایک امامت کیلئے آگے بڑھ جائے، اوراس کے پیچھے تین لوگ کھڑے ہوں، پھران کے پیچھے دو اوران کے پیچھے ایک[۲]، نیز اس طاق عدد کے لحاظ میں نابالغوں کو بھی شمار کیا جاسکتا ہے۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن مرثد الیزنی عن مالک بن هبیرة قال : قال رسول الله ﷺ : " ما من میت یموت ، فیصلی علیه ثلاثة صفوف من المسلمین إلا أوجب أی استحق الجنة " .

(السنن لأبی داود :ص/ ۴۵۱ ، کتاب الجنائز ، باب فی الصف علی الجنازة)

(۲) ما فی " حلبی کبیر " : یستحب أن یصفوا ثلاثة صفوف حتی لو کانوا سبعة یتقدم أحدهم للإمامة ویقف وراءه ثلاثة ، وراء هم اثنان ، ثم واحد ذکره فی المحیط ، لقوله علیه الصلاة والسلام : " من صلی علیه ثلاثة صفوف غفر له " .

(ص/۵۸۸ ، فصل فی الجنائز ، الرابع الصلوة علیه ، الفتاوی الهندیة : ۱/۱۶۴ ، کتاب الصلوٰة ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز ، الفصل الخامس فی الصلوٰة علی المیت)

(۳) ما فی " الحدیث النبوی " : عن عبد الرحمن بن غنم قال : قال أبومالک الأشعری : ألا أحدثکم بصلوٰة النبی ﷺ ؟ قال : " فأقام الصلوٰة فصف الرجال وصف الغلمان خلفهم ثم صلی بهم " . (السنن لأبی داود :ص/۹۸ ، کتاب الصلوٰة ، باب مقام الصبیان من الصف)

ما فی " بدائع الصنائع " : لو اجتمع الرجال والنساء والصبیان والخناثی والصبیات المراهقات ، فأرادوا أن یصطفوا للجماعة یقوم الرجال صفًا مما یلی الإمام ، ثم الصبیان بعدهم ، ثم الخناثی ، ثم الإناث ، ثم الصبیات المراهقات . (۱/۳۹۲ ، کتاب الصلوٰة ، فصل أما بیان مقام الإمام والمأموم) (فتاوی محمودیہ:۸/۵۹۷،فتاوی حقانیہ:۳/۴۴۶)

جوتا یا چپل پہن کرنمازِ جنازہ پڑھنا

مسئلہ(۶۸): جوتا یا چپل پہن کر نمازِ جنازہ پڑھنا جبکہ وہ پاک ہوں جائز ہے [۱]، اوراگر نیچے کا حصہ نجس ہوتو پیر سے نکال کران پر پیر رکھ کرنماز پڑھنا درست ہے، بشرطیکہ اوپر کا حصہ پاک ہو [۲]، اگراوپر کا حصہ نجس ہوتو پھر نکالنا اور پیر سے علیحدہ کرنا ضروری ہے، ورنہ نماز درست نہیں ہوگی۔ [۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحديث النبوی " : عن سعيد بن يزيد الأزدي قال : سألت أنس بن مالک : " أ كان النبی ﷺ يصلی فی نعليه ؟ قال : نعم " . (صحيح البخاری : ۱/۵۶ ، باب الصلوٰة فی النعال)

ما فی " عمدة القاری " : وقال ابن بطال : معنی هذا الحديث عند العلماء : إذا لم يكن فی النعلين نجاسة فلا بأس بالصلوٰة فيهما ، وإن كان فيهما نجاسة فليمسحهما ويصلی فيهما .

(۴/۱۷۶ ، باب الصلوٰة فی النعال)

(۲) ما فی " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : لو افترش نعليه وقام عليهما جاز ، فلا يضر نجاسة ما تحتهما ، لكن لا بد من طهارة نعليه مما يلی الرجل لا مما يلی الأرض .

(ص/۵۸۲ ، أحكام الجنائز ، الصلوٰة عليه ، مجموعة رسائل اللكنوی : ۱/۲۹ ، غاية المقال فيما يتعلق بالنعال ، فصل أحكام النعال المتعلقة بالصلوٰة)

ما فی " البحر الرائق " : لو افترش نعليه وقام عليهما جازت ، وبهذا يعلم ما يفعل فی زماننا من القيام على النعلين فی صلوٰة الجنازة ، لكن لا بد من طهارة النعلين كما لا يخفی .

(۲/۳۱۵ ، باب الجنائز ، حلبي كبير :ص/۲۰۸ ، فروع شتى من تعلق النجاسة)

(۳) ما فی " حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح " : لو وضع القدم على نجاسة لا يجوز ، قال الحلبی : فعلم أنه لا فرق بين الركبتين واليدين وبين موضع السجود والقدمين فی أن النجاسة المانعة فی مواضعها مفسدة للصلوٰة ، وهو الصحيح ، لأن اتصال العضو بالنجاسة بمنزلة حملها .

(ص/۲۰۹ ، باب شروط الصلوٰة وأركانها) (فتاوی رحیمیہ:۸/۵۸۱، کتاب الفتاوی:۳/۱۸۰)

جنازہ کے ساتھ چلتے وقت ذکر کرے یا خاموش رہے؟

مسئلہ (۶۹): جنازہ کے ساتھ چلتے وقت خود نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا طرزِ عمل یہ تھا کہ خاموش رہتے یا آہستہ آواز میں ذکر وغیرہ کیا کرتے تھے، اس لئے فقہاء عظام نے بھی اسی طرزِ عمل کو اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے، اور جنائز کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنے کو ناپسندیدہ اور بدعت قرار دیا ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المصنف لعبد الرزاق " : عن ابن جريج قال : " حدِّثتُ أن النبي ﷺ كان إذا تَبِعَ الجنازة أكثر السكات ، وأكثر حديث نفسه " .

(۴۵۳/۳ ، باب خفض الصوت عند الجنازة ، رقم الحديث : ۶۲۸۲)

وما فيه أيضًا : عن قتادة عن الحسن قال : " أدركت أصحابَ رسولِ الله ﷺ يستحبون خفض الصوت عند الجنائز ، وعند قراءة القرآن ، وعند القتال ، وبه نأخذ " .

(۴۵۳/۳ ، باب خفض الصوت عند الجنازة)

ما في " بدائع الصنائع " : ويكره رفع الصوت بالذكر لما روى عن قيس بن عبادة أنه قال : " كان أصحاب رسول الله ﷺ يكرهون الصوت عند القتال ، وعند الجنازة والذكر " . ولأنه تشبه بأهل الكتاب ، فكان مكروهًا . (۴۶/۲ ، كتاب الصلوٰة ، الجنائز ، الكلام في حمله)

ما في " الفتاوى الهندية " : وعلى متبعي الجنازة الصمتُ ، ويكره لهم رفع الصوت بالذكر وقراءة القرآن . (۱۶۲/۱ ، الباب الحادي والعشرون في الجنائز ، الفصل الرابع في حمل الجنازة)

ما في " الدرالمختار مع الشامية " : كره فيها رفع صوت بذكر أو قراءة . در مختار . وفي الشامية: قال الشامي تحت قوله : (كره) وينبغي لمن تبع الجنازة أن يطيل الصمت ، وفيه عن الظهيرية : فإن أراد أن يذكر الله تعالى يذكره في نفسه ، لقوله تعالى : ﴿إنه لا يحب المعتدين﴾ أي الجاهرين بالدعاء ، وعن إبراهيم أنه كان يكره أن يقول الرجل وهو يمشي معها : استغفروا له غفر الله لكم .

(۱۲۸/۳ ، باب صلوٰة الجنائز ، مطلب في حمل الميت)=

نمازِ جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر میت کے لیے دعا مانگنا

مسئلہ (۷۰): بعض لوگ نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر میت کیلئے دعا مانگتے ہیں، جب کہ کتبِ فقہ میں نمازِ جنازہ کے بعد مستقلاً میت کیلئے دعا مانگنے کو منع کیا گیا ہے، کیوں کہ نمازِ جنازہ خود دعا ہے۔[۱]

راستہ میں بیٹھے لوگوں کا جنازہ میں شرکت کرنا

مسئلہ (۷۱): اگر کسی شخص کا جنازہ قبرستان جا رہا ہو، تو راستے میں چائے خانوں اور ہوٹلوں پر بلاضرورت بیٹھے ہوئے لوگوں کو چاہیے کہ وہ جنازہ کے ساتھ قبرستان تک جائیں، اور نمازِ جنازہ وعملِ تدفین میں شریک ہوکر اپنے مسلمان بھائی کے ایک حق ''اتباع الجنائز''

= ما فی '' البحر الرائق '' : وینبغی لمن تبع جنازة أن یطیل الصمت ویکرہ رفع الصوت بالذکر وقراء ة القرآن وغیرهما فی الجنازة، والکراهة فیها کراهة التحریم .

(۲/۳۳۶ ، السلطان أحق بصلوٰته ، الموسوعة الفقهیة : ۱۶/۱۹) (فتاویٰ محمودیہ:۹/۴۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی '' مرقاة المفاتیح '' : ولا یدعو للمیت بعد صلوٰة الجنازة ، لأنه یشبه الزیادة فی صلوٰة الجنازة .

(۴/۱۴۹ ، کتاب الجنائز ، باب المشی بالجنازة ، تحت رقم الحدیث : ۱۶۸۷ ، خلاصة الفتاوی : ۱/۲۲۵ ، الفصل الخامس والعشرون فی الجنائز ، نوع منه : إذا اجتمعت الجنائز ، الفتاوی البزازیة علی هامش الهندیة :۴/۸۰ ، کتاب الصلوٰة ، الخامس والعشرون فی الجنائز)

ما فی '' بدائع الصنائع '' : إنها لیست بصلوٰة علی الحقیقة ، إنما هی دعاء واستغفار للمیت .

(۲/۵۲ ، کیفیة الصلوٰة علی الجنازة) (فتاویٰ محمودیہ:۸/۷۱۱)

کو ادا کریں[۱]، لیکن اگر کسی ایسے ضروری کام میں مشغول ہوں کہ بعد میں اس کام کی انجام دہی نہیں ہوسکتی، تو پھر نہ جانے میں کوئی مضائقہ نہیں، کیوں کہ یہ فرضِ کفایہ ہے[۲]، بعض لوگ جنازے کو آتا دیکھ کر محض احترامِ میت میں اپنی جگہوں پر کھڑے ہوتے ہیں جبکہ ان کا شرکت کا ارادہ نہیں ہوتا ہے، تو ان کا یہ عمل شرعاً درست نہیں ہے۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحديث النبوی " : عن البراء بن عازب قال : " أمرنا النبی ﷺ بسبع ونهانا عن سبع أمرنا بإتباع الجنائز " . (صحيح البخاری : ۱/۱٦۵ ، كتاب الجنائز، باب الأمر بإتباع الجنائز)

ما فی " عمدة القاری " : الإتباع على ثلاثة أقسام : الأول : أن يصلی فقط ، فله قيراط ، والثانی : أن يذهب فيشهد دفنها فله قيراطان . (۸/۱۰ ، كتاب الجنائز ، باب الأمر بإتباع الجنائز)

(۲) ما فی " حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح " : الصلوٰة عليه ككفنه ودفنه وتجهيزه فرض كفاية مع عدم الإنفراد بالخطاب .

(ص/۵۷۰ ، أحكام الجنائز ، فصل الصلوٰة عليه ، موسوعة الفقه الإسلامي : ۲/۹۹۷ ، كتاب الجنائز ، دفن الميت ، منهاج المسلم للجزائري :ص/۲۱۳ ، الباب الرابع فی العبادات ، الفصل التاسع أحكام الجنائز)

(۳) ما فی " الحديث النبوی " : عن علی بن أبی طالب برحبة الكوفة وهو يقول : " كان رسول الله ﷺ أمرنا بالقيام فی الجنازة ثم جلس بعد ذلك وأمرنا بالجلوس " .

(المسند للإمام أحمد بن حنبل : ۱/۱۳۳ ، رقم الحديث : ٦۲۴)

ما فی " فيض الباری " : كان النبی ﷺ يقوم لها فی أول أمره ثم ترك .... وادعى الطحاوی النسخ بما عند أبی داود ، وفيه أن حبرًا من اليهود جاءه وقال : ونحن نقوم لها أيضًا ، فترك النبی ﷺ القيام لها . (۳/۳۹ ، كتاب الجنائز ، باب القيام للجنازة ، عمدة القاری : ۸/۱۵٦)=

بلاکسی عذر مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا مکروہ ہے

مسئلہ (۷۲): احناف کے نزدیک بلاکسی عذر مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا مکروہ ہے (۱)، کیوں کہ آپ ﷺ اور حضراتِ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا دائمی عمل مسجد

= ما فی " حلبی کبیر " : ولا یقوم أحد للجنازة إذا مرت به إلا إذا أراد أن یتبعها وعلیه الجمهور وما ورد فی الأحادیث الصحیحة من القیام لها منسوخ بما روی عن علی قال : " کان رسول الله ﷺ أمرنا بالقیام فی الجنازة ثم جلس بعد ذلک وأمرنا بالجلوس " .

(ص/۵۹۳ ، فصل فی الجنائز ، الخامس فی الحمل)

ما فی " الموسوعة الفقهیة " : مذهب الحنفیة وأحمد : لا یقوم للجنازة إذا مرت به إلا أن یرید أن یشهدها ..... ما رواه مسلم من قوله : " إذا رأیتم الجنازة فقوموا لها حتی تخلفکم أو توضع " . منسوخ بما روی من طرق عن علی قال : " قام رسول الله ﷺ ثم قعد " . (۱۶/۱۶)

ما فی " تبیین الحقائق " : وأما للقاعد علی الطریق إذا مرت به أو القاعد علی القبر فلا یقوم لها .

(۱/۵۸۳ ، باب الجنائز ، فصل السلطان أحق بصلوٰته)

ما فی " بدائع الصنائع " : لا ینبغی لأحد أن یقوم للجنازة إذا أتی بها بین یدیه إلا أن یرید اتباعها .

(۲/۴۵ ، باب الجنائز ، فصل الکلام فی حمله علی الجنازة)(فتاویٰ محمودیہ:۹/۳۷)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " بذل المجهود " : وقال أبو حنیفة وأصحابه بکراهة الصلوٰة علی المیت فی المسجد، قال فی الدر المختار : وکره تحریمًا ، وقیل تنزیهًا فی مسجد جماعة ، هو أی المیت فیه وحده أو مع القوم ، واختلف فی الخارجة عن المسجد وحده ، أو مع بعض القوم ، والمختار الکراهة مطلقًا. " خلاصة " . بناء علی أن المسجد بنی للمکتوبة وتوابعها کنافلة وذکر وتدریس علم . انتهیٰ . واستدلوا بالحدیث الثالث من الباب ، فإن ظاهره یدل علی الکراهة .

(۱۰/۴۷۳ ، کتاب الجنائز ، باب الصلوٰة علی الجنازة فی المسجد ، الدر المختار مع الشامیة : ۳/۱۱۸ ، باب صلوٰة الجنائز ، مطلب فی کراهة صلوٰة الجنازة فی المسجد) =

میں نمازِ جنازہ پڑھنا نہیں تھا[۱]، بلکہ مسجد کے باہر اس کیلئے مستقل علیحدہ جگہ بنوائی گئی تھی[۲]، لہٰذا بعض لوگوں کا حضرت عائشہ والی روایت:" **واللہ قد صلی رسول اللہ ﷺ علی ابنـي بیضاء في المسجد** "،"قسم بخدا آپ ﷺ نے سہیل بن بیضاء اوران کے بھائی پر مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھی"[۳]۔اور موطا امام مالک کی روایت:" **صلی علی عمر بن**

= (۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن أبی ہریرۃ : " أن رسول اللہ ﷺ نعی النجاشی فی الیوم الذی مات فیہ وخرج إلی المصلی فصفّ بہم وکبر أربعًا " .

(صحیح البخاری : ۱/۱۶۷ ، کتاب الجنائز ، باب الرجل ینعی إلی أہل المیت بنفسہ ، الصحیح لمسلم : ۱/۳۰۹ ، کتاب الجنائز ، فصل فی النعی الناس المیت)

ما فی " الحدیث النبوی " : قالوا : " ما کانت الجنائز یدخل بہا المسجد ".

(الصحیح لمسلم : ۱/۳۱۳ ، کتاب الجنائز ، فصل فی جواز الصلوٰۃ علی المیت فی المسجد)

ما فی " زاد المعاد فی ہدی خیر العباد لإبن قیم الجوزی " : ولم یکن من ہدیہ الراتب الصلوٰۃ فی المسجد وإنما کان یصلی علی الجنازۃ خارج المسجد .

(۱/۱۴۰ ، فصل من ہدیہ ﷺ الإسراع بتجہیز المیت)

ما فی " المدخل لإبن الحاج " : العمل المتصل وہو أنہم کانوا لا یصلون علی میتٍ في المسجد .

(۲/۴۳۵ ، فصل فی الصلوٰۃ علی المیت فی السمجد)

(۲) ما فی " الحدیث النبوي " : عن عبد اللہ بن عمر : " أن الیہود جاء وا إلی النبي ﷺ برجل منہم وامرأۃ زنیا فأمر بہما فرجما قریبًا من موضع الجنائز عند المسجد " .

(صحیح البخاری : ۱/۱۷۷ ، کتاب الجنائز ، باب الصلوٰۃ علی الجنائز بالمصلي والمسجد)

ما فی " فتح الباری " : عن ابن حبیب أن مصلی الجنائز بالمدینۃ کان لاصقًا بمسجد النبی ﷺ من ناحیۃ المشرق . (۳/۲۵۴ ، کتاب الجنائز ، باب الصلوٰۃ علی الجنائز بالمصلی والمسجد ، أوجز المسالک : ۴/۴۷۷ ، الصلوٰۃ علی الجنائز فی المسجد)

(۳) (الصحیح لمسلم : ۱/۳۱۳ ، کتاب الجنائز ، فصل فی جواز الصلوٰۃ علی المیت فی المسجد)=

الخطاب في المسجد " "عمر بن خطاب کی نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھی گئی"[۱] سے حضرت ابو ہریرہ کی روایت: " **من صلی علی جنازة في المسجد فلا شيء له** " "جو شخص مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھے اس کو کوئی اجر نہیں ملے گا"[۲] کے منسوخ ہونے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، کیوں کہ محدثین نے حضرت عائشہ والی روایت کے یہ جوابات دیئے ہیں:

(۱) سہیل ابن بیضاء کی نمازِ جنازہ مسجد میں عذر کی وجہ سے پڑھی گئی تھی۔[۳]

(۲) حدیث عائشہ میں خود صحابہ کا انکار: " **ما كانت الجنائز يدخل بها المسجد** "[۴]، ثابت کرتا ہے کہ نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھنے کا دستور نہ تھا۔

= (۱) (المؤطأ للإمام مالک :ص/ ۸۰ ، کتاب الجنائز ، الصلوٰۃ علی الجنائز فی المسجد)

(۲) ما فی " الحدیث النبوی " : عن أبی ھریرۃ قال : قال رسول اللہ ﷺ : " من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا شيء لہ " .(السنن لأبی داود :ص/ ۴۵۴ ، باب الصلوٰۃ علی الجنازۃ فی المسجد)

(۳) ما فی " فتح الباری " : ودل حدیث ابن عمر علی أنہ کان للجنائز مکان معدّ لصلوٰۃ علیھا فقد یستفاد منہ أن ما وقع من الصلوٰۃ علی بعض الجنائز فی المسجد کان لأمر عارض .
(۲۵۴/۳ ، کتاب الجنائز ، باب الصلوٰۃ علی الجنائز بالمصلی والمسجد)

ما فی " لامع الدراري " : وقد أول بعض أصحابنا حدیث عائشۃ إنما صلی فی المسجد بعذر مطر وقیل بعذر الإعتکاف . (۳۶۴/۴ ، کتاب الجنائز ، باب صلوٰۃ الصبیان مع الناس) =

ما فی " عمدۃ القاری " : قلتُ : نحن أیضًا نقول : صلوتہ فی المسجد کان للمطر أو للاعتکاف .
(۳۰/۸ ، کتاب الجنائز ، باب الرجل ینعی إلی أھل المیت بنفسہ ، أوجز المسالک : ۴۷۸/۴ ، کتاب الجنائز ، الصلوٰۃ علی الجنائز فی المسجد)=

(۴) ما فی " الحدیث النبوی " : عن عبد اللہ بن الزبیر یحدث عن عائشۃ أنھا لما توفی سعد بن أبی وقاص أرسل أزواج النبی ﷺ أن یمروا بجنازتہ فی المسجد فیصلین علیہ ، ففعلوا فوُقِفَ بہ=

(۳) حدیث عائشہ مرسل ہے [1]، اور مرسل سے استدلال صحیح نہیں ہے، جب کہ اس کے مقابلے میں حدیث مرفوع متصل موجود ہو۔

(۴) محض سہیل ابن بیضاء کی مثال دینا یہ ثابت کرتا ہے کہ دوسرے جنازے خارج مسجد پڑھے جایا کرتے تھے [2]، اور مذکورہ جنازہ کسی عذر کی وجہ سے مسجد میں پڑھا گیا تھا، اور مؤطا امام مالک والی روایت کے مندرجۂ ذیل جوابات دئے ہیں:

(۱) عمر بن خطاب پر مسجد میں نماز جنازہ کا پڑھنا بر بناء عذر تھا، اور عذر یہ تھا کہ حضرت عمر کو

= علی حجرهن یصلین علیه ، ثم أخرج به من باب الجنائز الذی کان إلی المقاعد فبلغهنَّ أن الناس عابوا ذلک وقالوا :" ما کانت الجنائز یُدخل بها المسجد ".

(الصحیح لمسلم : ۱/۳۱۳ ، کتاب الجنائز ، فصل فی جواز الصلوٰة علی المیت فی المسجد)

(۱) ما فی " حاشیة النووي علی هامش المسلم " : حدیث عائشة مما استدرکه الدارقطني وقال : خالف الضحاک حافظان ، مالک والماجشون ، فروياه عن أبی النضر عن عائشة مرسلاً ، وقیل : عن الضحاک عن أبی النضر عن أبی بکر بن عبد الرحمن ، ولا یصح إلا مرسلاً ، هذا کلام الدار قطني . (۱/۳۱۳)

ما فی " عمدة القاری " : وکذلک حدیث عائشة لا یخلوعن کلام ، لأن جماعة من الحفاظ مثل الدارقطنی وغیره عابوا علی مسلم تخریجه إیاه مسنداً ، لأن الصحیح أنه مرسل کما رواه مالک والماجشون عن أبی النضر عن عائشة مرسلاً ، والمرسل لیس بحجة عندهم .

(۸/۳۰ ، باب الرجل ینعی إلی أهل المیت بنفسه)=

(۲) ما فی " أوجز المسالک " : قال عطاء : کان أکثر صلوٰة رسول الله ﷺ علی الجنازة فی المصلی . (۴/۴۷۸ ، الصلوٰة علی الجنائز فی المسجد)

حضور ﷺ کے قریب دفن کرنا تھا[۱]، اور وہ حجرہ مسجد میں ہونے کی وجہ سے جنازہ مسجد میں سے لیجائے بغیر چارۂ کار نہ تھا، اسی وجہ سے صحابہ نے اور توسع کی اور نماز بھی مسجد میں پڑھائی گئی۔

(۲) اگر حضرت عمر کی نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھا جانا روایتِ ابو ہریرہ کیلئے ناسخ بن گیا، تو پھر صحابہ نے حضرت سعد کے جنازے کو مسجد میں لانے پر اتنی چہ می گوئیاں کیوں کیں[۲]، جب کہ حضرت سعد کی وفات حضرت عمر کے ایک سال بعد ہوئی، اگر صحابہ کے نزدیک حدیثِ ابو ہریرہ منسوخ ہی تھی تو ایسا کیوں ہوا؟

خلاصۂ مسئلہ یہ ہے کہ مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔

عیدگاہ میں نمازِ جنازہ

مسئلہ (۷۳): جس طرح پوری مسجد میں کہیں بھی امام کی اقتدا جائز ہے، خواہ صفیں متصل نہ ہوں، اسی طرح پوری عیدگاہ میں کہیں بھی امام کی اقتدا جائز ہوگی، خواہ صفیں متصل نہ ہوں، عیدگاہ کا مسجد کے حکم میں ہونا محض اسی اعتبار سے (یعنی جوازِ اقتدا بصورتِ

=(۱) ما فی " أوجز المسالک " : صلاة الصحابة علی أبي بکر وعمر فی المسجد کانت لعارض دفنهما عند رسول الله . (۴/۴۸۵، الصلوٰة علی الجنائز فی المسجد)

(۲) ما فی " الحدیث النبوی " : عن عائشة لما توفی سعد بن وقاص قالت : " أدخلوا به المسجد حتی أصلی علیه فأنکر ذلک علیها " . (الصحیح لمسلم : ۱/۳۱۳)

ما فی " أوجز المسالک " : انکار الصحابة علی عائشة یدل علی اشتهار العمل بخلاف ذلک عندهم . (۴/۴۷۶) (فتاویٰ محمودیہ: ۸/۶۷۷)

عدمِ اتصالِ صفوف) ہے، اس لئے عیدگاہ میں نمازِ جنازہ ممنوع نہیں ہے۔ [۱]

نوٹ: پوری مسجد یا پوری عیدگاہ میں کسی بھی جگہ اقتدا کے جواز سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس طرح چاہے امام کی اقتدا کرلی جائے، بلکہ اگلی صفوں اور خالی جگہوں کو پُر کرنا واجب ہے [۲]،

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحديث النبوي " : عن أبی هريرة : " أن رسول الله ﷺ نعى النجاشي فی اليوم الذی مات فيه وخرج إلى المصلى فصفّ بهم وكبر أربعًا " .

(صحيح البخارى : ۱/۱٦٧ ، كتاب الجنائز ، باب الرجل ينعى إلى أهل الميت بنفسه ، الصحيح لمسلم : ۱/۳۰۹ ، كتاب الجنائز ، فصل فی النعی الناس الميت)

ما فی " الفقه الإسلامی وأدلته " : يصلى على الميت فی المصلى كما فعل النبی ﷺ حينما برز للمصلى فی صلوٰته على النجاشي .

(۲/۱۵۳۴ ، المبحث الثانی ، صلوٰة الجنائز ، الثانی عشر مكان الصلوٰة)

ما فی " حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح " : لا تكره فی مسجد أعد لها ، وكذا فی مدرسة ومصلى عيد ، لأنه ليس لها حكم المسجد فی الأصح ، إلا فی جواز الاقتداء وإن لم تتصل الصفوف . (ص/۵۹۵ ، أحكام الجنائز ، السلطان أحق بصلوٰته)

ما فی " البحر الرائق " : واختلفوا أيضاً فی مصلى العيدين أنه هل هو مسجد ؟ والصحيح أنه مسجد فی حق جواز الإقتداء وإن لم تتصل الصفوف لأنه أعد للصلوٰة حقيقة لا فی حرمة دخول الجنب والحائض كذا فی المحيط وغيره . (۲/۳۲۸ ، كتاب الجنائز ، السلطان أحق بصلوٰته)

(۲) ما فی " الحديث النبوی " : عن جابر بن سمرة قال : قال رسول الله ﷺ : " ألا تصفون كما تصف الملائكة عند ربهم ؟ " قلنا : وكيف تصف الملائكة عند ربهم ؟ قال : " يتمون الصفوف المقدمة ويتراصون فی الصف " .

(السنن لأبی داود : ۱/۹۷ ، كتاب الصلوٰة ، باب تسوية الصفوف)=

اور ایسا نہ کرنے کی صورت میں کراہت لازم آئیگی، کیوں کہ کسی امر کے جائز ہونے سے اس کا غیرمکروہ ہونا لازم نہیں آتا،اس لئے کہ جواز کراہت کے ساتھ جمع ہوجاتا ہے،یعنی ایک ہی امر جائز ہونے کے باوجود مکروہ ہوسکتا ہے۔[۱]

دفن کے بعد میت کے سرہانے اور پائینتی کھڑے ہوکر کیا پڑھے؟

مسئلہ (۷۴): جب لوگ مردے کو دفن کرچکیں ،تو اس کے سر کے پاس سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات یعنی ﴿آلم ذلک الکتٰب لا ریب فیه﴾ سے ﴿أولٓئک هم المفلحون﴾ تک،اور پاؤں کے پاس سورۂ بقرہ کی آخری آیات ﴿آمن الرسول بما أنزل إلیه من ربه والمؤمنون﴾ سے ﴿فانصرنا علی القوم الکافرین﴾ تک کا پڑھنا حدیث سے ثابت ہے[۲]،اور میت کو دفن کرنے کے بعد کچھ دیر تک ٹھہرنا اور ذکر وتسبیح

= ما فی " الحدیث النبوي " : عن ابن عمر أن رسول الله ﷺ قال : " أقیموا الصفوف وحاذوا بین المناکب وسدوا الخلل " . (السنن لأبی داود :ص/۹۷ ، کتاب الصلوٰة ، باب تسویة الصفوف)

(۱) ما فی " حاشیة ابن عابدین " : فإن الجائز یطلق علی ما لا یحرم شرعًا ولو واجبًا أو مکروهًا .
(۶۴۵/۹) (فتاوی محمودیہ:۷۰۳/۸)

الحجة علی ما قلنا:

(۲) ما فی " الحدیث النبوی " : عن ابن عمر قال : سمعت النبی ﷺ یقول : " إذا مات أحدکم فلا تحبسوه وأسرعوا به إلی قبره ، ولیقرأ عند رأسه فاتحة البقرة وعند رجلیه بخاتمة البقرة " .
(مشکوة المصابیح : ۱۴۹/۱ ، کتاب الجنائز ، باب دفن المیت ، الفصل الثالث ، رقم الحدیث : ۱۷۱۷)

ما فی " مرقاة المفاتیح " : قوله : (عند رأسه فاتحة البقرة) أی إلی المفلحون ، (وعند رجلیه بخاتمة) وفی نسخة خاتمة (البقرة) أی من آمن الرسول الخ ، قال الطیبی : لعل تخصیص فاتحتها=

میں مشغول رہنا اور دعا کرنے میں مضائقہ نہیں، بلکہ یہ بہتر ہے، کیوں کہ اس سے میت کے سوال وجواب میں آسانی ہوتی ہے۔(۱)

= لاشتمالها على مدح كتاب الله ، وإنه هدى للمتقين الموصوفين بالخلال الحميدة من الإيمان بالغيب، وإقامة الصلاة وإيتاء الزكاة وخاتمتها لاحتوائها على الإيمان بالله وملائكته وكتبه ورسله، وإظهار الاستكانة وطلب الغفران والرحمة والتولى إلى كنف الله تعالى وحمايته .

(۴/۱۷۳ ، كتاب الجنائز ، باب دفن الميت)

ما فى " الشامية " : وكان ابن عمر يستحب أن يقرأ على القبر بعد الدفن أول سورة البقرة وخاتمتها . (۳/۱۳۳ ، كتاب الصلوٰة ، باب صلوٰة الجنائز ، الموسوعة الفقهية : ۱۶/۴۲)

(۱) ما فى " الحديث النبوي " : عن عثمان بن عفان قال : كان النبى ﷺ إذا فرغ من دفن الميت وقف عليه ، فقال : " استغفروا لأخيكم واسألوا له بالتثبيت فإنه الآن يسئل " .

(السنن لأبى داود :ص/۴۵۹ ، كتاب الجنائز ، باب الاستغفار عند قبر الميت فى وقت الانصراف)

ما فى " الموسوعة الفقهية " : قال الطحاوى : إذا فرغوا من دفن الميت يستحب الجلوس (المكث) عند قبره بقدر ما ينحر جزور ويقسم لحمه .... فقد روي عن عثمان أنه قال : كان رسول الله ﷺ إذا فرغ من دفن الميت وقف عليه ، فقال : " استغفروا لأخيكم وسلوا له التثبيت فإنه الآن يسأل " .

(۱۶/۴۲ ، الموسوعة الفقه الإسلامي : ۲/۷۷۵ ، كتاب الجنائز ، دفن الميت ، الدر المختار مع الشامية :۳/۱۳۳ ، كتاب الصلاة ، باب صلاة الجنائز ، مطلب فى دفن الميت ، منهاج المسلم للجزائرى :ص/۲۱۶ ، الباب الرابع فى العبادات ، الفصل التاسع ، أحكام الجنائز ، الفتاوى الهندية : ۱/۱۶۶ ، كتاب الصلاة ، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز ، الفصل السادس فى الدفن) (فتاوی محمودیہ:۹/۱۰۸، امداد الفتاوی:۱/۵۷۲)

پرانی قبروں میں دوسرے مُردوں کودفن کرنا، یااس زمین پرکاشت کرنا

مسئلہ (۷۵): اگرقبرستان کسی شخص کا ذاتی ہے، جیسے بعض مقامات پرلوگ اپنی ذاتی ملک میں اپنے مردوں کودفن کرتے ہیں، اوروہ اراضی یعنی زمین اپنی ملک سے خارج نہیں کرتے، اورنہ دوسروں کودفن کی عام اجازت دیتے ہیں، ایسے مقابرمیں اگرقبریں پرانی ہوجائیں اورلاش کے مٹی ہوجانے کا گمانِ غالب ہوجائے، تو پھرایسی پرانی قبروں کی جگہ پر نہ صرف یہ کہ دوسرے مردوں کو دفن کرنا جائز ہوگا، بلکہ اس پر کاشت کرنا اورتعمیر کرنا بھی درست ہوگا۔ (۱)

قبرکو پختہ بنانا اوراس پرکتبہ لگانا

مسئلہ (۷۶): قبرکو پختہ بنانا جائزنہیں ہے، کیوں کہ آپ ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے (۲)، اورقبرپرکتبہ لگانا جبکہ خاص ضرورت ہو، مثلاً قبرکانشان باقی رہے، قبر

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : ولو بلى الميت وصار تراباً جاز دفن غيره في قبره وزرعه والبناء عليه . كذا في التبيين .

(۱/۱۶۷، كتاب الصلاة ، الباب الحادي والعشرون في الجنائز ، الفصل السادس في الدفن والنقل، تبيين الحقائق : ۱/۵۸۹ ، باب الجنائز ، البحر الرائق : ۲/۳۴۲ ، كتاب الجنائز ، فصل السلطان أحق بصلوته ، الدر المختار مع الشامية :۳/۱۳۶ ، باب صلوة الجنائز ، مطلب في دفن الميت)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " الحديث النبوي " : عن جابر رضي الله تعالى عنه قال : " نهى النبي ﷺ عن تجصيص القبور .... وأن يبنى عليها " .

(الصحيح لمسلم : ۱/۳۱۲ ، فصل النهي عن تجصيص القبور والقعود)=

کی بے حرمتی نہ ہو، لوگ اسے پامال نہ کریں، تو ان مصلحتوں کے پیشِ نظر حسب ضرورت صرف نام اور تاریخِ وفات لکھنے کی گنجائش ہے[1]، قرآن کی آیت یا کلمہ وغیرہ لکھنا مکروہ ہے[2]، فقہاء کرام نے ضرورت کی صورتوں کو مستثنیٰ کیا ہے، تاہم بہتر صورت یہ ہے کہ قبر

= ما فی " حاشية النووی على الصحيح لمسلم " : قال الإمام النووی : وفی هذا الحديث كراهة تجصيص القبر وأن يبنى عليه . (۳۱۲/۱)

ما فی " حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح " : ولا يجصص لنهی النبی ﷺ عن تربيع القبور وتجصيصها ، قوله : (لنهی النبیﷺ) يفيد أن ما ذكره مكروه تحريمًا . (ص/۶۱۱ ، أحكام الجنائز)

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : لا بأس بالكتابة إن احتيج إليها حتى لا يذهب الأثر ولا يمتهن . در مختار . وفي الشامية : قال الشامی تحت قوله : (لا بأس بالكتابة) لأن النهی عنها وإن صح فقد وجد الإجماع العملی بها ، فقد أخرج الحاكم النهی عنها من طرق ، ثم قال : هذه الأسانيد صحيحة وليس العمل عليها ، فإن الأئمة المسلمين من المشرق والمغرب مكتوب على قبورهم وهو عملٌ أخذ به الخلف عن السلف ، ويتقوّى بما أخرجه أبو داود بإسناد جيد " أن رسول الله ﷺ حمل حجرًا فوضعها عند رأس عثمان بن مظعون ، وقال : أعلم بها قبر أخي ، وأدفن إليه من مات من أهلي " . فإن الكتابة طريق إلى تعرف القبر بها ، نعم يظهر أن محل هذا الإجماع العملی على الرخصة فيها ما إذا كانت الحاجة داعية إليه فی الجملة كما أشار إليه فی المحيط بقوله : وإن احتيج إلى الكتابة حتى لا يذهب الأثر ولا يمتهن فلا بأس به .

(۱۳۵/۳ ، باب صلوٰة الجنائز ، مطلب فی دفن الميت)

ما فی " مرقاة المفاتيح " : ويسن كتابة إسم الميت لا سيما الصالح ليعرف عند تقادم الزمان ، لأن النهی عن الكتابة منسوخ كما قاله الحاكم ، أو محمول على الزائد على ما يعرف به حال الميت .

(۱۶۶/۴ ، كتاب الجنائز ، باب دفن الميت ، الفصل الثانی ، رقم الحديث : ۱۷۰۹)

(۲) ما فی " مرقاة المفاتيح " : قوله : (أن يكتب عليها) قال المظهری : يكره كتابة إسم الله ورسوله والقرآن على القبر ، لئلا يهان بالجلوس عليه ، ويداس بالانهدام .

(۱۶۶/۴ ، كتاب الجنائز ، باب دفن الميت ، الفصل الثانی ، تحت رقم الحديث : ۱۷۰۹)=

بالکل سادہ رکھی جائے، اس پر کچھ نہ لکھا جائے، اگر قبر کا نشان باقی رکھنے کی ضرورت ہو تو کوئی پتھر رکھ دیا جائے یا کوئی درخت لگا دیا جائے۔ [1]

قبر پر مردے کے نام کا کتبہ لگانا

مسئلہ (۷۷): بوقتِ ضرورت اگر پہچان کیلئے قبر کے کتبہ پر میت کا نام لکھدیا جائے تو مضائقہ نہیں، مگر قرآنی آیات یا اشعار وغیرہ لکھنا مکروہ ہے، اس میں قرآنی آیات کی سخت بے ادبی ہوتی ہے، جیسا کہ عام مشاہدہ ہے۔ [2]

= (۱) ما فی " الحدیث النبوی " : وعن المطلب بن أبی وداعة قال : لما مات عثمان بن مظعون أُخرج بجنازته فدفن ، أمر النبی ﷺ رجلا أن یأتیه بحجر فلم یستطع حملها فقام إلیها رسول الله ﷺ وحسر عن ذراعیه ، قال المطلب : قال الذی یخبرنی عن رسول الله ﷺ کأنی أنظر إلی بیاض ذراعي رسول الله ﷺ حین حسر عنهما ثم حملها فوضعها عند رأسه وقال : " أعلم بها قبر أخي وأدفن إلیه من مات من أهلي " . (مشکوة المصابیح :ص/۱۴۸ ، باب دفن المیت)

ما فی " مرقاة المفاتیح " : یستحب أن یجعل علی القبر علامة یعرف بها ، لقوله ﷺ : " أعلم بها قبر أخی " . (۱۶۸/۴ ، باب دفن المیت) (فتاوی رحیمیہ :۱۴۰/۷، کتاب الفتاوی:۲۳۱/۳، فتاوی محمودیہ:۱۶۰/۹)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی " الحدیث النبوی " : عن کثیر بن زید المدنی عن المطلب قال : لما مات عثمان بن مظعون أخرج بجنازته فدفن ، فأمر النبی ﷺ رجلا أن یأتیه بحجر فلم یستطع حمله ، فقام إلیها رسول الله ﷺ وحسر عن ذراعیه ثم حملها فوضعها عند رأسه وقال : " أتعلم بها قبر أخی وأدفن إلیه من مات من أهلی " . (السنن لأبی داود :ص/۴۵۷ ، الجنائز)

ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : وإن احتیج إلی الکتابة حتی لا یذهب الأثر ولا یمتهن فلا بأس به ، فأما الکتابة بغیر عذر فلا ، حتی أنه یکره کتابة شيء علیه من القرآن أو الشعر أو اطراء مدح له ونحو ذلک . (۱۳۵/۳ ، صلاة الجنازة ، فی دفن المیت ، الموسوعة الفقهیة : ۲۵۲/۳۲ ، البحر الرائق : ۳۴۰/۲ ، کتاب الجنائز) =

پرانی قبر کھود کر اس میں دوسرا مردہ دفن کرنا

مسئلہ (۷۸): کسی ایسی قبر کو جس میں پہلے سے کوئی شخص مدفون ہے، کسی دوسری میت کو دفن کرنے کیلئے نہیں کھودا جائیگا، لیکن اگر پہلی میت بالکل مٹی بن گئی ہو تو اس میں دوسری میت کو دفن کرنا درست ہے، بالخصوص ہمارے اس زمانے میں کہ شہری و دیہی آبادیاں اس قدر بڑھ گئیں کہ جو قبرستان ماضی میں شہروں اور گاؤں سے کافی دوری پر واقع تھے آج وہ بالکل قلب شہر میں آچکے ہیں، اور قبرستانوں کیلئے دوسری جگہوں کا ملنا بڑا مشکل ہوگیا ہے۔[1]

= ما فی " مجمع الأنهر " : وفی الخزانة : لا بأس بأن یوضع حجارة علی رأس القبر ، ویکتب علیه شيء ، وفی النتف : کره أن یکتب علیه إسم صاحبه . (۱/۲۷۶ ، باب صلاة الجنازة)

ما فی " تبیین الحقائق " : وقیل : لا بأس بالکتابة أو وضع الحجر لیکون علامة لما روی أنه علیه الصلاة والسلام وضع حجرًا علی قبر عثمان بن مظعون . (۱/۵۸۸ ، باب الجنائز)

(فتاوی رحیمیہ: ۷/ ۶۷۔ ۷۱، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۱۱۴)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الشامیة " : قال الشامی رحمه الله : قال فی الفتح : ولا یحفر قبر لدفن آخر إلا إن بلی الأول فلم یبق له عظم ، وقال الزیلعی : ولو بلی المیت وصار تراباً جاز دفن غیره فی قبره وزرعه والبناء علیه ، وقال فی الإمداد : ویخالفه ما فی التاتارخانیة : إذا صار المیت تراباً فی القبر یکره دفن غیره فی قبره لأن الحرمة باقیة ، قلتُ : لکن فی هذا مشقة عظیمة فالأولی إناطة الجواز بالبلاء إذ لا یمکن أن یعد لکل میت قبر لا یدفن فیه غیره ، وإن صار الأول تراباً لا سیما فی الأمصار الکبیرة الجامعة . (۳/۱۲۹ ، باب صلوٰة الجنائز ، مطلب فی دفن المیت ، مراقي الفلاح مع الطحطاوي : ص/۲۲۲ ، باب أحکام الجنائز ، فصل فی حملها ودفنها ، فتح القدیر : ۲/۱۵۰ ، باب الجنائز ، فصل فی الدفن ، الموسوعة الفقه الإسلامي : ۲/۷۷ ، کتاب الجنائز ، دفن المیت) (فتاوی محمودیہ: ۹/ ۹۷، فتاوی رحیمیہ: ۷/ ۶۹)

وقتِ واحد میں چند مردوں کو ایک ہی قبر میں دفن کرنا

مسئلہ (۷۹): وقتِ واحد میں چند مردوں کو ایک ہی قبر میں دفن کرنا درست نہیں ہے، مگر ضرورۃً ایسا کیا جاسکتا ہے، اگر مردے مخلوط ہوں تو پہلے مرد کو رکھا جائے، اس کے بعد لڑکے کو، اس کے بعد خنثیٰ کو، اس کے بعد عورت کو، اور ہر دو میت کے درمیان مٹی سے آڑ کر دی جائے، تاکہ حکماً وہ دو قبریں ہو جائیں، اور اگر سب مرد ہوں، یا سب عورتیں ہوں، تو لحد میں پہلے افضل کو رکھا جائے، اس کے بعد غیر افضل کو۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الحدیث النبوي " : عن عبد الرحمن بن کعب أن جابر بن عبد الله أخبره : " أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یجمع بین الرجلین من قتلی أحد ".

(صحیح البخاری : ۱/۱۷۹، کتاب الجنائز، باب دفن الرجلین أو الثلثة فی قبر واحد)

ما فی " عمدة القاری " : هذا باب فی بیان جواز دفن الرجلین المیتین والثلاثة من الرجال فی قبر واحد، قیل : لو قال : باب دفن الشخصین والثلاثة لکان أحسن لیتناول النساء، قلت : النساء تبع للرجال فی الأحکام إلا إذا خصصت بشيء منها.

(۸/۲۲۷، کتاب الجنائز، باب دفن الرجلین أو الثلاثة فی قبر واحد)

ما فی " الفتاوی الهندیة " : ولا یدفن إثنان أو ثلاثة فی قبر واحد إلا عند الحاجة، فیوضع الرجل مما یلی القبلة، ثم خلفه الغلام، ثم خلفه الخنثیٰ، ثم خلفه المرأة، ویجعل بین کل میتین حاجزاً من التراب، کذا فی محیط السرخسي، وإن کان رجلین یقدم فی اللحد أفضلهما، هکذا فی المحیط، وکذا إذا کانتا امرأتین، هکذا فی التاتارخانیة. (۱/۱۶۶، کتاب الصلوٰة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل السادس فی الدفن والنقل، البحر الرائق : ۲/۳۴۱، کتاب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلوٰته، الفتاوی التاتارخانیة : ۱/۶۱۴، کتاب الصلوٰة، الفصل =

....

....

....

....

....

= الثانی والثلاثون فی الجنائز، نوع آخر فی القبر والدفن ، الشامیة :۳/ ۱۲۹ ، کتاب الصلوٰة ، باب صلوٰة الجنائز، مطلب فی دفن المیت ، بدائع الصنائع : ۲/۶۳ ، کتاب الصلوٰة، صلوٰة الجنازة، فصل فی الدفن ، الاختیار لتعلیل المختار: ۱/ ۳۲۰، فصل فی حمله واسیر بلا دفنه)

ما فی " الأشباه والنظائر" : الضرورات تبیح المحظورات . (۱/ ۳۰۷)

(مراقی الفلاح مع الطحطاوي:ص ۲۲۲ ، فصل فی حملها ودفنها، فتاوی النوازل للإمام الفقیه أبی اللیث السمرقندی:ص ۱۲۳ ، فتاوی محمودیه: ۹/ ۹۷، باب غسل المیت والصلوٰة علیه ، موسوعة الفقه الإسلامی : ۲/ ۶۷۷، کتاب الجنائز، دفن المیت)

کتاب الزکوۃ

زکوۃ کے مسائل

زکوٰۃ کی ادائیگی روپیہ پیسہ اور سونا چاندی سے

مسئلہ (۸۰): اگر کسی شخص کے پاس ساڑھے سات تولا سونے کے زیورات ہیں، جن کی مالیت مثلاً فی تولہ 17200/ر کے اعتبار سے 129000/ر ہوتی ہے، اور اس پر واجب ہونے والی زکوٰۃ کی مقدار 3225/ر ہوتی ہے، اور اگر اس میں بناوٹ کی قیمت فی تولہ 200/ر کو ملاتے ہیں، تو ان زیورات کی مالیت 1,30500/ر ہوگی، اور اس پر واجب ہونے والی زکوٰۃ کی مقدار 3262/ر روپئے 5/ر پیسے ہوگی، اب سوال یہ ہے کہ ان دو مالیتوں (مالیت با جرت صنعت، اور مالیت بدونِ اجرت صنعت) میں سے ادائیگیٔ زکوٰۃ میں کس کا اعتبار ہوگا؟......تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر زکوۃ عین سونا یا عین چاندی سے ادا کی جارہی ہو، تو ساڑھے سات تولہ سونا اور ساڑھے باون تولہ چاندی کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں ادا کردے، یا اس چالیسویں حصے کی جو قیمت بھی بنتی ہو وہ ادا کردے۔

اور اگر زکوٰۃ میں عین سونا یا عین چاندی کا چالیسواں حصہ یا اس کی قیمت ادا نہ کی جارہی ہو، بلکہ سونا یا چاندی کے زیور کی قیمت کو بنیاد بنا کر زکوٰۃ روپیوں سے ادا کی جارہی ہو، تو اس صورت میں محض زیورات میں لگی ہوئی سونا یا چاندی کی مقدار کا اعتبار نہیں ہوگا، بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ مارکیٹ میں اس زیور کی قیمت کتنی ہے، اس کے اعتبار سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی، اور اس صورت میں سونا یا چاندی کی مقدار کے ساتھ زیور کی صنعت میں لگی ہوئی رقم

پر بھی زکوٰۃ کا وجوب ہوگا، اور اس کی بھی زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔[۱]

مالدار طلبا کو زکوٰۃ دینا

مسئلہ (۸۱): جو طلباء مدارس غنی ومالدار ہوں، اپنے آپ کو اکتساب معاش سے فارغ کر چکے ہوں، اور افادہ واستفادۂ علم میں مشغول ہوں، بعض فقہاء نے ان کیلئے زکوٰۃ لینا جائز قرار دیا ہے، تاہم احتیاط اسی میں ہے کہ انہیں وظیفہ اور کھانا وغیرہ کسی فقیر اور مستحق زکوۃ کو تملیک کرا کے دیا جائے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامية ": والمعتبر وزنهما اداءً ووجوباً ولاقيمتهما . در مختار . قوله: (والمعتبر وزنهما أداءً) يعني يعتبر أن يكون المؤدّى قدر الواجب وزناً عند الإمام والثانى ، قوله : (لا قيمتهما) هذا إن لم يؤد من خلاف الجنس، وإلا اعتبرت القيمة إجماعاً، وأجمعوا أنه لو أدى من خلاف جنسه اعتبرت القيمة . (۳/ ۲۰۹، باب زكاة المال)

ما فی " الفتاوى الهندية " : ويعتبر أن يكون المؤدّى قدر الواجب وزناً، ولا يعتبر فيه القيمة...... ولو كان له إبريق فضة وزنه مائتان وقيمته لصياغته ثلثمائة إن أدى من العين يؤد ربع عشرة وهو خمسة قيمتها سبعة ونصف، وإن أدى خمسة جاز، ولو أدى من خلاف جنسه يعتبر القيمة بالإجماع . (۱/ ۱۷۸ ، الباب الثالث فى زكاة الذهب والفضة ، تبيين الحقائق : ۲/ ۷۴، باب زكاة المال، البحر الرائق : ۲/ ۳۹۵)

(فتاوی دارالعلوم:۶/ ۱۲۶،فتاوی عثمانی:۲/ ۶۶،فتاوی محمودیہ:۹/ ۳۷۸،فتاوی رحیمیہ:۷/ ۱۵۶)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما فی " الدر المختار مع الشامي" : وبهذا التعليل يقوى ما نسب للواقعات من أن طالب العلم يجوز له أخذ الزكاة ولو غنياً ، إذا فرّغ نفسه لإفادة العلم واستفادته لعجزه عن الكسب ، والحاجة =

غیر مسلموں کو صدقہ دینا

مسئلہ (۸۲): صدقۂ فطر غیر مسلموں کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اس سلسلے میں ہمارے ائمہ کے مابین اختلاف ہے، طرفین کے نزدیک دینا جائز ہے، اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں کہ ''فتوی امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے''، جبکہ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ ''صاحب ہدایہ وغیرہ کے کلام سے یہ افادہ ہوتا ہے کہ فتوی طرفین کے قول پر ہے، اور متون میں بھی ایسا ہی ہے''۔

= داعية إلى ما لا بد منه . درمختار. قال العلامة ابن عابدين : لا يجوز دفع الزكاة إلى من يملك نصاباً إلا إلى طالب العلم والغازى ومنقطع الحج ، قوله : (لعجزه) علة لجواز الأخذ ، والمعنى أن الإنسان يحتاج إلى أشياء لا غنى له عنها، فحينئذٍ إذا لم يجز له قبول الزكاة مع عدم اكتسابه أنفق ما عنده ومكث محتاجاً فينقطع عن الإفادة والاستفادة فيضعف الدين لعدم من يتحمله ، وهذا الفرع مخالف لإطلاقهم الحرمة فى الغنى ولم يعتمده أحد ، قلت : وهو كذلك .

(۲۵۸/۳ ، باب المصرف ، مجمع الأنهر: ۱/۳۲۶، باب بيان أحكام المصرف)

ما فى '' الفقه الإسلامى وأدلته '' : وفسر بعض الحنفية'' سبيل الله '' بطلب العلم ولو كان الطالب غنياً . (۱۹۵۹/۳)

ما فى '' الشامية '' : والأوجه تقييده بالفقير ويكون طالب العلم مرخصاً لجواز سؤاله من الزكاة وغيرها ، وإن كان قادراً على الكسب إذ بدونه لا يحل له الأخذ فضلاً عن السؤال إلا إذا اشتغل عنه بالعلم الشرعي .(۲۵۸/۳ ، باب المصرف)

(فتاوی محمودیہ:۹/۶۰۰، خیر الفتاوی:۳/۴۰۱، فتاوی دار العلوم:۶/۲۲۴)

علامہ شامیؒ کا قول ضوابط افتاء کے مطابق بھی ہے کہ ''جب کسی مسئلہ میں ہمارے ائمہ کے مابین اختلاف ہو، تو امام، یا امام اور آپ کے تلامذہ میں سے وہ جو آپ کے موافق ہو، کے قول پر فتوی دیا جاتا ہے''، اس لیے فتویٰ طرفین کے قول پر ہی ہوگا، یعنی غیر مسلموں کو صدقۂ فطر دینا جائز ہے[1]، لیکن چوں کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، اس لیے احتیاط اسی میں ہے

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی '' القرآن الكريم '' : ﴿ليس عليك هداهم ولكن الله يهدى من يشاء وما تنفقوا من خير فلأنفسكم وما تنفقون إلا ابتغاء وجه الله، وما تنفقوا من خير يوف إليكم وأنتم لا تظلمون﴾ .
(سورة البقرة : ۲۸۲)

ما فی '' التفسير الكبير'' :أنه ﷺ كان لا يتصدق على المشركين حتى نزلت هذه الآية فتصدق عليهم....... فتكون هذه الآية مختصة بصدقة التطوع ، وجوز أبوحنيفة صرف صدقة الفطر إلى أهل الذمة . (۳/۶۵۔۶۷، سورة البقرة: ۲۸۲)

ما فی '' التنوير وشرحه مع الشامية '' : (ولا) تدفع (إلى ذمی) ...... (وجاز) دفع (غيرها وغير العشر)........ (إليه) أی الذمي ولو واجباً كنذر وكفارة وفطر، خلافاً للثانی. وبقوله يفتی . حاوي القدسي . (تنوير الأبصار مع الدر) وفي الشامي : قلت : لكن كلام الهداية وغيرها: يفيد ترجيح قولهما وعليه المتون . (۳/۲۷۲، كتاب الزكاة)

ما فی'' شرح عقود رسم المفتی '' : وإن كانت المسئلة مختلفاً فيها بين أصحابنا ، فإن كان مع أبی حنيفة أحد صاحبيه يأخذ بقولهما، أی بقول الإمام ومن وافقه، لوفور الشرائط واستجماع أدلة الصواب فيها . (ص:۱۲۵)

ما فی '' شرح عقود رسم المفتی '' :

وكل قول فی المتون أثبتا
فذلك ترجيح له ضمنا أتى

کہ مسلمانوں کو ہی کو دیا جائے، کیوں کہ مسلمانوں میں فقراء وغرباء کی کمی نہیں ہے، نیز صدقۂ فطر کا مقصود غریب مسلمانوں کو اپنی خوشی میں شریک کرنا ہے، اور یہ مقصد اسی صورت میں پورا ہوگا، جبکہ ہم صدقۂ فطران ہی کو دیں [1]، رہے غیر مسلم تو سال بھر انہیں صدقاتِ نافلہ دینے کی گنجائش ہے۔

غیر مسلم فقراء کو زکوۃ دینا

مسئلہ (۸۳): بعض لوگ غیر مسلم فقراء کو زکوٰۃ دیدیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی زکوٰۃ ادا ہوگئی، جبکہ اس صورت میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، کیوں کہ زکوٰۃ کا مصرف،

= قلت: حاصله أن أصحاب المتون التزموا وضع القول الصحيح ، فيكون ما في غيرها مقابل الصحيح ما لم يصرح بتصحيحه ، فيقدم عليها، لأنه تصحيح صريح فيقدم على التصحيح الإلتزامي . (ص ۱۴۵/ ۱۵۲)

(۱) ما في "فتاوى قاضي خان" : ويجوز أن يعطى فقراء أهل الذمة وتكره .

(۱/۱۱۱، كتاب الصوم)

ما في" الفقه الإسلامي وأدلته": وقال الحنفية : صدقة الفطر كالزكاة في المصارف وفي كل حال إلا في جواز الدفع إلى الذمي مع الكراهة، وعدم سقوطها بهلاك المال، لكن الفتوى على قول أبي يوسف وهو عدم جواز صرفها للذمي، كزكاة الأموال للحديث المتقدم في الزكاة . " صدقة تؤخذ من أغنياء هم وترد على فقراء هم". (۲۰۴۸/۳، المبحث الخامس، مصرفها أوالخ)

ما في " قواعد الفقه " : الإحتياط في حقوق الله لا في حقوق العباد.(ص: ۵۴)

(فتاوی محمودیہ:۶۳۹/۹، کفایت المفتی :۳۱۶/۴، احسن الفتاوی:۳۸۳/۴)

صرف مسلمان فقراء ہیں، اس لئے ان پر دوبارہ اتنی زکوٰۃ مسلمان غریبوں کو دینا لازم ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا:

ما فی " القرآن الکریم ": ﴿إنما الصدقات للفقراء والمساکین﴾ . (سورة التوبة: ۶۰)

ما فی " الجامع لأحکام القرآن للقرطبي": تظاهرت الأخبار فی أن الصدقات تؤخذ من أغنیاء المسلمین فترد فی فقرائهم ، وقال عکرمة : الفقراء فقراء المسلمین ، والمساکین فقراء أهل الکتاب . (۱۷۴/۸)

ما فی " بدائع الصنائع " : منها : أن یکون مسلماً فلا یجوز صرف الزکوٰة إلی الکافر بلا خلاف لحدیث معاذ : " خذها من أغنیائهم وردها فی فقرائهم " أمر بوضع الزکوٰة فی فقراء من یؤخذ من أغنیائهم وهم المسلمون ، فلا یجوز وضعها فی غیرهم .

(۱۶۱/۲ ، کتاب الزکوٰة، شرائط ما یرجع إلی المؤدی إلیه ، الدر المختار مع الشامي: ۲۷۲/۳، کتاب الزکوٰة، مطلب فی الحوائج الأصلیة)

ما فی " منهاج المسلم للجزائری" : لا تعطی الزکوٰة لکافر لقوله علیه الصلاة والسلام : " تؤخذ من أغنیائهم وترد إلی فقرائهم "أی أغنیاء المسلمین وفقرائهم . (ص: ۲۳۰)

ما فی " فقه الزکوٰة للدکتور یوسف القرضاوي": أجمع المسلمون علی أن الکافر المحارب لأهل الإسلام لا یعطیٰ من الزکوٰة شیئاً وسند هذا الإجماع قوله تعالی : ﴿إنما ینهٰکم الله عن الذین قٰتلوکم فی الدین وأخرجوکم من دیارکم وظٰهروا علی إخراجکم أن تولوهم ومن یتولهم فأولٰئک هم الظٰلمون﴾ (الممتحنة: ۹) ولأنه حرب علی الإسلام وأهله ، عدو للحق وحزبه، وکل معونة تتحول إلی خنجر یطعن به الدین أو یقتل به المؤمنین ، ولیس من الدین ولا من العقل أن یعطی الناس من أموالهم لقتل أنفسهم أو الإعتداء علی مقدساتهم .

(ص: ۴۷۱-۴۷۲، الفصل التاسع ، الأصناف الذین لا تصرف لهم الزکوٰة ، المبحث الثالث : هل تعطی الزکوٰة لغیر المسلم؟)

وسط سال کی آمدنی بھی تمام سال کی آمدنی کے تابع ہے

مسئلہ (۸۴): بعض لوگ یوں خیال کرتے ہیں کہ جو مال جس وقت ملکیت میں آئے، اسی وقت سے اس کا سال شروع ہوتا ہے، اور وہ ہر مال کا الگ الگ سال شمار کرتے ہیں، اسی طرح بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جو مال سال بھر ان کی ملکیت میں رکھا رہا، اور کسی وقت بھی ملکیت سے نہیں نکلا، اسی پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، جبکہ یہ دونوں خیالات صحیح نہیں ہیں، کیوں کہ جب کوئی شخص ایک مرتبہ مال کی وجہ سے صاحب نصاب بن جاتا ہے، تو سال پورا ہونے سے پہلے جو بھی قابلِ زکوٰۃ مال اس کی ملک میں آتا ہے، سال کے پورا ہونے پر تمام قابل زکوٰۃ موجود مالوں کی زکوٰۃ کا ادا کرنا اس پر لازم ہوتا ہے، خواہ کوئی مال سال پورا ہونے سے ایک مہینہ یا دس دن، یا محض ایک دن پہلے ہی اس کی ملکیت میں آیا ہو۔ (۱)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " التجريد": قال أصحابنا : المستفاد في خلال الحول من جنس النصاب يضم إليه ويزكى بالحول ، لنا : قوله عليه الصلاة والسلام : في خمس وعشرين إلى خمس وثلاثين بنت مخاض وإذا زادت واحدة ففيها بنت لبون، ولم يفصل بين الزيادة في أول الحول أو وسطه ، وروى جابر بن زيد أن النبي صلى الله عليه وسلم قال : اعملوا من السنة شهراً تؤدون فيه زكوٰة أموالكم ، فما حدث من مال بعد فلا زكوٰة فيه حتى يجيء رأس السنة ، وهذا يقتضي سنة معروفة ، وهي التي أعلمها ولأنها زيادة في الحول على نصاب من جنسه فوجب أن يكون حوله حول الأصل إذا لم يكن له بدل مزكى .

(۱۱٦٦/۳ ، كتاب الزكوٰة، رقم المسئلة: ۳۰۴، المستفاد في خلال الحول من جنس النصاب)

ما في " بدائع الصنائع " : المستفاد في الحول إن كان من جنس الأصل، ...... فإن كان متفرعاً من الأصل أو حاصلا بسببه يضم إلى الأصل ويزكى بحول الأصل بالإجماع ، وإن لم يكن متفرعاً=

غلطی سے زکوۃ زیادہ دیدینا

مسئلہ (۸۵): اگرکسی شخص کے ذمہ زکوٰۃ کی ادائیگی کی مقدار تھوڑی بنتی ہو، اوراس نے غلطی سے زیادہ زکوٰۃ دیدی، تواس کے لئے یہ گنجائش ہے کہ وہ اس زائد مقدار کو آئندہ سال کی زکوٰۃ میں شمار کرلے(۱)، اوراگراس زائد مقدار کونفلی صدقہ تصور کرے، اور آئندہ سال کی زکوٰۃ اپنے وقت پرالگ حساب لگا کرادا کرے، توبھی حرج نہیں، بلکہ یہ زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔(۲)

= من الأصل و لا حاصلاً بسببه فإنه يضم إلى الأصل عندنا .

(۹٦/۲ ، كتاب الزكوٰة ، ما يشترط له الحول من الأموال ، مراقي الفلاح : ص: ۲٦۲ ، كتاب الزكاة ، مجمع الأنهر: ۱/۳۰۷، باب زكاة الذهب والفضة والعروض، الفتاوى الهندية: ۱/۱۷۵ ، كتاب الزكاة، تبيين الحقائق: ۲/٦۲ ، الدر المختار: ۳/۱۹۷ ، باب زكاة الغنم)(فتاوی محمودیہ: ۹/۳۳۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المحيط البرهاني " : ولو كان عند رجل أربع مائة درهم، فظن أن عنده خمس مائة درهم فأدى زكوٰة خمس مائة درهم ثم ظهر أن عنده أربع مائة، فله أن يحتسب الزيادة للسنة الثانية، لأنه أمكن أن يعجل الزيادة تعجيلاً .

(۲/۲۴۵، الفصل التاسع في المسائل المتعلقة بمعطى الزكاة ، الفتاوى الهندية: ۱/۱۷٦ ، كتاب الزكاة ، قبيل الباب الثاني الفصل الأول ، البحر الرائق : ۲/۳۹۲، كتاب الزكاة ، زكاة الحملان والفصلان والعجاجيل)

(۲) ما في " الحديث النبوي " :عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ: " من تصدق بعدل تمرة من كسب طيب ولا يقبل الله إلا الطيب ، فإن الله يتقبلها بيمينه ثم يربيها لصاحبه كما يربي أحدكم فلوّه حتى تكون مثل الجبل ". (صحيح البخاري : ۱/۱۸۹ ، كتاب الزكاة، باب الصدقة من كسب طيب)

پراویڈنٹ فنڈ میں جمع شدہ رقم پر زکوۃ

مسئلہ(۸۶): حکومت اپنے ملازمین کی تنخواہوں سے ماہانہ کچھ رقم پراویڈنٹ فنڈ (Provident Fund) کے نام سے جبراً کاٹ لیتی ہے، اور اتنی ہی رقم اس میں شامل کرکے ملازمین کے نام سے اپنی تحویل میں رکھتی ہے، اور یہ رقم نوکری چھوڑنے پر انہیں ادا کردی جاتی ہے، اس پوری رقم کا لینا حلال ہے، کیوں کہ اس میں نصف رقم خود ملازم کی ہے، اور نصف حکومت کی طرف سے انعام ہے[۱]، فی الحال اس رقم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، کیوں کہ اس پر ملازم کا قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے ملکیت، ملکیتِ تامہ نہیں ہے، جو وجوبِ زکوٰۃ کا سبب ہے[۲]، البتہ جب یہ رقم مل جائے تو اس پر سال گذر جانے کے بعد زکوٰۃ واجب

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " البحر الرائق": قوله: (بل بالتعجيل أو بشرط أو بالاستيفاء أو بالتمكن) يعنى لا يملك الأجرة إلا بواحدة من هذه الأربعة ، والمراد أنه لا يستحقها المؤجر إلا بذلك ، كما أشار إليه القدورى فى مختصره ، لأنها لو كانت ديناً لا يقال إنه ملكه المؤجر قبل قبضه ، وإذا استحقها المؤجر قبل قبضها فله المطالبة بها وحبس عليها وحبس العين عنه ، وله حق الفسخ إن لم يعجل له المستأجر، كذا فى المحيط ، لكن ليس له بيعها قبل قبضها .

(۷/۱۱۵، كتاب الإجارة ، الفتاوى الهندية : ۴/۴۱۳، كتاب الإجارة ، الباب الثاني)

(۲) ما فی " الدر المختار مع الشامي" : (وسببه) أى سبب افتراضها (ملك نصاب حوليّ تام) بالرفع صفة ملك خرج مال المكاتب . در مختار. قال الشامى تحت قوله : (خرج مال المكاتب) أى خرج بالتقييد به ، لأن المراد التام المملوك رقبةً ويداً ، وملك المكاتب ليس بتام لوجود المنافى.......... قلت : وخرج أيضاً نحو المال المفقود والساقط فى بحر ومغصوب لا بينة عليه فلا زكوٰة عليه، لأنه وإن كان مملوكاً له رقبة لكن لا يد له عليه كما أفاده فى البدائع .

(۳/۱۶۴، كتاب الزكاة ، البحر الرائق : ۲/۳۵۵، كتاب الزكاة)=

ہوگی[۱]، سالہائے گذشتہ کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی[۲]، مگر احتیاط وتقویٰ یہ ہے کہ ہر سال اپنی وضع شدہ رقم سے زکوٰۃ ادا کردی جائے۔

پراویڈنٹ فنڈ میں جمع کردہ رقم پر زکوۃ

مسئلہ (۸۷): ملازمین اپنی تنخواہوں میں سے ماہانہ کچھ رقم پراویڈنٹ فنڈ کے نام سے خود اپنے اختیار سے کٹواتے ہیں، ادارہ ان کو مجبور نہیں کرتا ہے، اور یہ رقم نوکری چھوڑنے پر اضافہ کے ساتھ انہیں ادا کردی جاتی ہے، اس صورت میں جتنی رقم کاٹی گئی ہے اتنی ہی رقم کا لینا حلال ہے، اس سے زیادہ لینے میں سود کا شبہ اور سود کا ذریعہ بنالینے کا اندیشہ ہے

= ما فی " التجرید " : قال أصحابنا : لا زکوٰۃ في المال المجحود والمال المغصوب ، لنا : ما روی أن عثمان خطب فقال : لا زکوٰۃ فی مال ضمار ، وعن ابن عمر : إنما الزکاۃ فی الدین الذی إذا اقتضیته أمکنک أخذه ، ولا یعرف لهما مخالف ، ولأنه خارج من یده ممنوع من الانتفاع به ، فلا یجب علیه زکوٰته لما مضی کرقبة المکاتب بعد العجز ومال المکاتب .

(۳/۱۱۹۹ ، رقم المسئلة : ۳۱۰ ، لا زکوٰۃ فی المال المجحود والمال المغصوب ، الفتاوی التاتارخانیة : ۲/۳، مجمع الأنهر : ۱/۲۸۵ ، کتاب الزکاۃ، الفتاوی الهندیة: ۱/۱۷۵ ، کتاب الزکاۃ)

(۱) ما فی " الدر المختار " : (وسببه) أی سبب افتراضها (ملک نصاب حولی تام) .

(۳/۱۶۴ ، کتاب الزکوٰۃ)

(۲) ما فی " فتح القدیر " : روی ابن أبی شیبة فی مصنفه عن عمرو بن میمون قال : أخذ الولید بن عبد الملک مال رجل من أهل الرقة یقال له أبو عائشة، عشرین ألفاً، فألقاها فی بیت المال، فلما ولّی عمر بن عبد العزیز أتاه ولده فرفعوا مظلمتهم إلیه ، فکتب إلی میمون أن ادفعوا إلیهم أموالهم وخذوا زکوٰۃ عامهم هذا . (۲/۱۷۵ ، کتاب الزکوٰۃ) . (فتاوی محمودیہ:۹/۴۰۴)

ہے،اس لئے اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ (۱)

اب جتنی رقم جمع ہوئی ہے اگر وہ نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ ہے، یا یہ ملازم پہلے سے صاحب نصاب ہے،تو سالانہ اس فنڈ میں جمع شدہ رقم کی بھی زکوٰۃ دینا لازم ہوگا (۲)، کیوں کہ جب ملازم نے خود اپنے اختیار سے رقم ادارے کی تحویل میں دیدیا،تو گویا ادارہ ملازم کا وکیل ہوا،اور وکیل کا قبضہ مؤکل کا قبضہ شمار ہوتا ہے۔ (۳)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الکریم ": ﴿أحل الله البیع وحرم الربا﴾ . (سورة البقرة:۲۷۵)

ما فی " بذل المجهود " : قال رسول الله ﷺ : " إن الحلال بین وإن الحرام بین وبینهما أمور مشتبهات " (وفی حدیث) " لا یعلمها کثیر من الناس، فمن اتقی الشبهات استبرأ دینه وعرضه، ومن وقع فی الشبهات وقع فی الحرام ". ویدخل فی هذا الباب معاملة من کان فی ماله شبهة أو خالطه رباً، فإن الإختیار ترکها إلی غیرها ، ولیس بمحرم علیه ، ذلک ما لم یتیقن أن عینه حرام أو مخرجه من حرام . (۱۱/۱-۱۴ ، کتاب البیوع ، رقم الحدیث: ۳۳۲۹-۳۳۳۰)

ما فی " المقاصد الشرعیة ":إن الوسیلة أو الذریعة تکون محرمة إذا کان المقصد محرماً ، وتکون واجبةً إذا کان المقصد واجباً . (ص:۴۶)

ما فی " الدر المختار مع الشامي" : وکل ما أدی إلی ما لا یجوز لا یجوز.

(۹/۵۱۹، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس)

(۲) ما فی " خلاصة الفتاوی " : الزکوٰة إنما تجب إذا ملک نصاباً تاماً . (۱/۲۲۵، کتاب الزکوٰة)

ما فی " الفتاوی الهندیة " : وأما شروط وجوبها ...... کون المال نصاباً .

(۱/۱۷۳ ، کتاب الزکوٰة، الفتاوی التاتارخانیة: ۲/۲، تبیین الحقائق: ۲/۱۹)

(۳) ما في " الفتاوی التاتارخانیة " : لأن الوکیل في حق الحقوق بمنزلة المالک .

(۴/۳۲۶، کتاب الوکالة)

شوہر کا عورت کو دینِ مہر ادا کردے تو اس پر زکوۃ لازم ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ (۸۸): اگر شوہر دینِ مہر عورت کو دیدے، اور وہ مقدارِ نصاب ہو اور اس پر سال بھی گذر جائے، تو عورت کے ذمّہ اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی، اور اگر وہ مقدارِ نصاب نہیں ہے، لیکن عورت کے پاس اس کے علاوہ اتنی مقدار دوسرا مال موجود ہے کہ اس کو مہر کے ساتھ ملانے پر نصاب پورا ہوسکتا ہے، تو اس کو ملاکر زکوٰۃ ادا کی جائے گی، اگر نصاب پورا نہیں ہوتا تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامي": وعند قبض مائتين مع حولان الحول بعده أي بعد القبض من دين ضعيف وهو بدل غير مال كمهر ودية وبدل كتابة وخلع إلا إذا كان عنده يضم إلى الدين الضعيف ." الدر المختار". قال الشامي : الحاصل أنه إذا قبض منه شيئاً وعنده نصاب يضم المقبوض إلى النصاب ويزكيه بحوله ، ولا يشترط له حول بعض القبض .

(۳/۲۱۹ ، كتاب الزكوة، مطلب في وجوب الزكوة في دين المرصد)

ما في " الفتاوى الهندية " : وأما سائر الديون المقر بها، فهي على ثلاث مراتب عند أبي حنيفة : ضعيف وهو كل دين ملكه بغير فعله لا بدلا عن شيء نحو الميراث، أو بفعله لا بدلا عن شيء كالوصية ، أو بفعله بدلاً عما ليس بمال كالمهر وبدل الخلع والصلح عن دم العمد والدية وبدل الكتابة لا زكوٰة فيه عنده حتى يقبض نصاباً ويحول عليه الحول .

(۱/۱۷۵ ، الباب الأول في تفسيرها وصفتها ، خلاصة الفتاوى : ۱/۲۳۸، الفصل السادس في الديون ومسائلها ، البحر الرائق: ۲/۳۶۳، كتاب الزكوٰة) (فتاوی محمودیہ:۹/۳۲۰)

مرغی خانہ یا مچھلی تالاب کی زمین پر زکوۃ

مسئلہ(۸۹): اگرکسی شخص نے مرغی یا مچھلی کا فارم قائم کیا، تو مرغی خانہ اور مچھلی کے تالاب کی زمین اور متعلقہ سازوسامان پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے، اسی طرح اگر مرغیوں اور چوزوں یا مچھلیوں اوران کے بچوں کوخریدتے وقت ان کو بیچنے کی نیت نہ ہو، بلکہ ان کے انڈوں یاان کے بچوں کوفروخت کرنے کی نیت ہو، تو ان پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہے، کیوں کہ اس صورت میں ان مرغیوں اور مچھلیوں کو باقی رکھتے ہوئے ان سے منفعت حاصل کرنا مقصود ہے[۱]، اگر ان سے حاصل منفعت کی مالیت بقدر نصاب ہوتو اس پر زکوٰۃ واجب

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی" فتح القدير": وليس فی دور السكنی ..... وسلاح الاستعمال زكوٰة .... وعلى هذا كتب العلم لأهلها وآلات المحترفين ، قوله : (آلات المحترفين) يريد بها ما ينتفع بعينه ولا يبقى أثره فی المعمول كالصابون والحرض وغيرهما كالقدور وقوارير العطار ونحوها لكون الآجر حينئذ مقابلاً بالمنفعة فلا يعد من مال التجارة . (۲/۱۷۳ ، كتاب الزكوٰة)

ما فی " الدر المختار مع الشامية" : قال ابن عابدين تحت قوله : (وفارغ عن حاجته الأصلية لأن المشغول بها كالمعدوم) وفسره ابن ملك المشغول بالحاجة الأصلية ، وهی ما يدفع الهلاک عن الإنسان كالنفقة ودور السكنی وآلات الحرب ، أو تقديراً كالدين وآلات الحرفة ، وظاهر قوله أن المراد من قوله: (وفارغ عن حاجته الأصلية) ما كان نصاباً من النقدين أو أحدهما فارغاً عن الصرف إلى تلک الحوائج . (۳/۱۶۶ ، مطلب فی زكوٰة ثمن المبيع وفاء)

ما فی " فتاوی قاضی خان علی هامش الهندية" : ولو اشتری قدوراً من صفر يمسكها أو يؤاجرها لا تجب فيها الزكوٰة كما لا تجب فی بيوت الغلة ، وكذا لو اشتری جوالق بعشر آلاف درهم ليؤاجر من الناس فحال عليه الحول لا زكوٰة فيها لأنه اشتراها للغلة.

(۱/۱۲۰ ، فصل فی التجارة، الفتاوی الهندية: ۱/۱۷۲ ، كتاب الزكوٰة، الباب الأول، الهداية: ۱/۱۸۶ ، البحر الرائق: ۲/۳۶۱)

ہوگی، البتہ اگر مرغیوں اور چوزوں، مچھلیوں اور ان کے بچوں کوخریدتے وقت ان ہی کو فروخت کرنے کی نیت ہوتو یہ مالِ تجارت میں داخل ہوں گے،اوران کی مالیت پرزکوٰۃ فرض ہوگی۔[1]

بھینس یا گائے کے دودھ کی آمدنی پرزکوۃ

مسئلہ(۹۰): اگرکسی شخص نے بھینس یا گائے کا فارم بنایا، تاکہ ان سے حاصل ہونے والا دودھ فروخت کرے گا،تواس صورت میں بھینس اورگائے کی مالیت پرزکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، کیوں کہ یہ سائمہ جانورنہیں ہیں[2]،البتہ دودھ فروخت کرنے کے بعدجو

---

(۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن سمرة بن جندب قال :" أما بعد ؛ فإن رسول الله ﷺ كان يأمرنا أن نخرج الصدقة من الذي نعدّ للبيع ".

(السنن لأبی داود:ص۲۱۸ ، كتاب الزكوٰة، باب العروض إذا كانت للتجارة هل فيها زكوٰة؟ رقم الحديث: ۱۵۶۲)

ما فی" البحر الرائق ": قوله: (وفی عروض تجارة بلغت نصاب ورق أو ذهب) أی يجب ربع العشر فی عروض التجارة إذا بلغت نصاباً من أحدهما .(۲/۳۹۸) (فتاوی محمودیہ:۹/۴۲۷،محمودالفتاوی:۲/۸۷)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی" البحر الرائق ":قوله : (ولا فی العلوفة والعوامل) للحديث : " ليس فی الحوامل والعوامل والعلوفة صدقة ". ولأن السبب هو المال النامی ودليله الأسامة أو الأعداد للتجارة ولم يوجدا ، ولأن فی العلوفة تتراكم المؤنة فينعدم النماء معنىً . (۲/۳۸۱، كتاب الزكوٰة، فصل فی الغنم)

ما فی" الدر المختار مع الشامي": ولا فی عوامل وعلوفة ما لم تكن العلوفة للتجارة.

(۳/۱۹۱/۱۹۲ ، كتاب الزكاة ، باب زكاة الغنم ، مجمع الأنهر : ۱/۲۹۹، كتاب الزكاة)=

آمدنی حاصل ہوگی اگر وہ نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ ہے، تو سالانہ ڈھائی فیصد زکوٰۃ واجب ہوگی۔(۱)

سیکوریٹی ڈپوزٹ (Securety Deposit) پر زکوۃ

مسئلہ (۹۱): مکان یا دوکان کو کرایہ پر لیتے وقت جو رقم مالکِ مکان یا دوکان کو سیکورٹی ڈپوزٹ (Securety Deposit) کے نام سے بطور ضمانت دی جاتی ہے، اس رقم کی زکوٰۃ نہ تو دینے والے پر واجب ہے اور نہ ہی لینے والے پر، کیوں کہ یہ رہن کے حکم میں ہے، اور رہن میں نہ راہن (گروی رکھنے والا) پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، اور نہ مرتہن (جس کے پاس گروی رکھا گیا) پر، اور جب رہن واپس مل جائے تو سالہائے گذشتہ کی زکوٰۃ بھی واجب نہیں ہوگی۔(۲)

= (۱) ما فی" الدر المختار مع الشامي" : (وسببه) أی سبب افتراضها (ملک نصاب حولي) .
(۱۶۳/۳، کتاب الزکاة ، البحر الرائق : ۳۵۵/۲، کتاب الزکاة)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی " الدر المختار مع الشامية ": ولا فی مرهون بعد قبضه." الدر المختار". قال ابن عابدين : أی لا علی المرتهن لعدم ملک الرقبة ، ولا علی الراهن لعدم اليد ، وإذا استرده الراهن لا يزکی عن السنين الماضية ، وهو معنی قول الشارح :(بعد قبضه) ، ويدل عليه قول البحر، ومن موانع الوجوب الرهن .
(۱۸۰/۳ ، مطلب فی زکاة ثمن المبيع وفاءً ، الفتاوی الهندية : ۱۷۲/۱ ، کتاب الزکاة ، الباب الأول) . (محمود الفتاوی:۲۶/۲)

باب العشر

عشر کے مسائل

ہندوستان کی زمینیں عشری ہیں یا خراجی؟

مسئلہ (۹۲): ہندوستان کی زمینیں عشری ہیں یا خراجی؟ اس سلسلے میں ہمارے علماء کے مابین اختلاف ہے۔ لیکن صحیح اور مبنی بر احتیاط قول یہ ہے کہ مسلمانوں کی مملوکہ اَراضی میں عشر واجب ہے، کیوں کہ عشر میں بنیادی تصور عبادت کا ہے[۱]، اور یہ زکوٰۃ کی ہی ایک قسم ہے، کیوں کہ دونوں کے مصارف ایک ہی ہیں۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : (لأنه أليق بالمسلم) أی لما فيه من معنى العبادة .

(۲۱۷/٦، كتاب الجهاد، باب العشر والخراج)

ما فی " الفقه الإسلامی وأدلته " : أما العشرية: فهی التی يجب فيها العشر الذی فيه معنى العبادة .

(۱۹۰۱/۳، زكوة الأرض الخراجية)

ما فی " الاختيار لتعليل المختار " : ولأبی حنيفة أن الأراضی النامية لاتخلو من العشر أو الخراج، والذمی ليس أهلاً للعشر لأنه معنى العبادة لقوله تعالى: وآتوا حقه يوم حصاده . (۳٦٧/۱)

(۲) ما فی " البحر الرائق " : هو الفقير والمسكين وهو أسوأ حالاً من الفقير والعامل والمكاتب والمديون ومنقطع الغزاة وابن السبيل، ولم يقيده فی الكتاب بمصرف الزكوة ليتناول الزكوة والعشر .

(۳۵۲/۲، كتاب الزكوة، الدرالمختار: ۲۵٦/۳، باب المصرف، النهر الفائق: ۴۱۱/۱، باب المصرف) =

اسی لئے مسلمانوں کے حق میں اصل عشر ہے [۱]، اور چونکہ عشر کو ساقط کرنا ایک عبادت کو ساقط کرنا ہے، اس لئے جہاں عشر کے ساقط ہونے کی صراحت اور اس پر کوئی قوی نص موجود نہ ہو، وہاں احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمانوں کے حق میں عشر ہی کے حکم کو باقی رکھا جائے، لہٰذا ہندوستان کی زمینیں مندرجہ ذیل صورتوں میں بالاتفاق عشری ہیں:

(۱) مسلمان حکومت کی طرف سے مسلمانوں کو عطا کردہ زمینیں جو اب تک مسلمانوں کے پاس چلی آرہی ہیں وہ عشری ہیں۔ [۲]

(۲) جس علاقے کے لوگ مسلم حکومت کے قیام سے پہلے بخوشی مسلمان ہوگئے ہوں اور وہ زمینیں ابھی تک مسلمانوں ہی کے پاس چلی آرہی ہیں وہ عشری ہیں۔ [۳]

(۳) جو زمین عرصۂ دراز سے مسلمانوں کے پاس ہیں، اور تاریخی طور پر ان کا خراجی ہونا ثابت نہیں ہے، وہ بھی عشری ہیں۔ [۴]

(چھٹے فقہی سیمینار عمرآباد بتاریخ: ۱۷ تا ۲۰ ؍رجب، ۱۴۱۴ھ، مطابق: ۳۱؍دسمبر، ۱۹۹۳ء، تا ۳؍جنوری، ۱۹۹۴ء) میں یہی قرارداد منظور کی گئی۔

= (۱) ما فی " الشامیة ": لو أن المسلم أو الذمی سقاها مرة بماء العشر ومرةً بماء الخراج، فالمسلم أحق بالعشر والذمی بالخراج . (۶/۲۱۷، کتاب الجهاد، باب العشر والخراج)

(۲) ما فی " فتاوی قاضی خان ": وکل بلدة فتحت عنوة وقسمها الإمام بین الغانمین فهی عشریة . (۱/۱۲۹، فصل فی العشر والخراج)

ما فی " الفتاوی التاتارخانیة ": کل أرض فتحت عنوة وقهراً، وقسمت بین الغانمین المسلمین فهی عشریة . (۲/۸۱، الفقه الإسلامی وأدلته: ۳/۱۹۰۲)

(۳) ما فی " الفقه الإسلامی وأدلته ": الأرض العشریة التی أسلم علیها أهلها طوعاً لأنها أرض إسلامیة یناسبها ما فی معنی العبادة . (۳/۱۹۰۲، الفتاوی التاتارخانیة: ۲/۸۱)

(۴) ما فی " فتاوی محمودیة ": وجوب العشر إذا ملک المسلم مستمراً علیها من زمن السلطنة =

بارش اور ٹیوب ویل کے ذریعے سیراب کی ہوئی زمین کی پیداوار پر عشر

مسئلہ (۹۳): جس زمین کی آب پاشی کی جاتی ہے، یا محنت کر کے کنویں وغیرہ سے پانی دیا جاتا ہے، اس کی پیداوار میں نصف عشر یعنی پیداوار کا بیسواں حصہ واجب ہے، اور جس زمین میں بارش کے پانی سے کھیتی ہوتی ہے، اور مستقل پانی دینا نہیں پڑتا، اس کی پیداوار میں عشر یعنی پیداوار کا دسواں حصہ واجب ہے [1]، لیکن اگر زمین ایسی ہے کہ اس کی

= المسلمة انتقلت إليه ، وهو لا يعلم أنها من مسلم انتقلت أو كافر؟ هذا ما اختاره الشيخ رشيد أحمد الغنغوهي ، ومولانا أشرف على التهانوی ومبناه عدم القطع بكونه دار الحرب لا سيما فی بعض الأحكام .(۹/ ۴۵۶) (امداد الفتاوی:۲/۶۲،فتاوی رشیدیہ:ص۴۴۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿وآتوا حقه يوم حصاده﴾ . (سورة الأنعام : ۱۴۱)

ما فی" أحكام القرآن للجصاص " : ﴿وآتوا حقه يوم حصاده﴾ وفی بقاء حكمه أو نسخه ، والكلام بين السلف فی ذلک من ثلاثة أوجه : أحدها : هل المراد زكاة الزرع والثمار وهو العشر ونصف العشر أو حق آخر غيره؟ وهل هو منسوخ أو غير منسوخ ؟ فالدليل على أنه غير منسوخ ، اتفاق الأمة على وجوب الحق فی كثير من الحبوب والثمار وهو العشر ونصف العشر . (۳/۱۳)

ما فی " الحديث النبوی " : عن سالم بن عبد الله عن أبيه عن النبی ﷺ قال : " فيما سقت السماء والعيون أو كان عشرياً العشر ، وما سقی بالنضح نصف العشر ".

(صحيح البخاری : ۱/ ۲۰۱، كتاب الزكاة، باب العشر)

ما فی " الدر المختار مع الشامي " : وتجب فی (مسقی سماء) أی مطر (وسيح) كنهر (بلا شرط نصاب)....... (و) بلا شرط (بقاء) وحولان حول.......... ويجب (نصفه فی مسقی غرب) أی دلو كبير (ودالية) أی دولاب لكثرة المؤنة. (۳/ ۲۴۲. ۲۴۴، كتاب الزكاة، باب العشر، تبيين الحقائق: ۲/ ۱۰۱، كتاب الزكاة ، باب العشر، الهداية : ۱/ ۲۰۱/ ۲۰۲، باب زكوة الزروع والثمار)=

سینچائی اکثر بارش کے پانی سے ہی ہوتی ہے، اور ٹیوب ویل (Tube Wel) کی اتفاقیہ معمولی نوبت آتی ہے، تو اس کو بارانی ہی سمجھا جائیگا، اور اس کی پیداوار میں عشر واجب ہوگا، اور اگر اس کی سینچائی اکثر ٹیوب ویل (Tube Wel) کے ذریعہ ہوتی ہے، تو اس میں نصف عشر واجب ہوگا۔(۱)

زمین کا عشر مالک زمین پر یا کرایہ دار پر؟

مسئلہ (۹۴): اگر مالکِ زمین کسی کاشت کار سے یہ طے کرلے کہ مجھے فی ایکڑ مثلاً پانچ سو روپئے سالانہ دے کر تم جس طرح چاہو زمین استعمال کر سکتے ہو، تو اس صورت میں عشر مالکِ زمین پر واجب ہوگا، یا کاشت کار پر؟ اس سلسلے میں ہمارے ائمہ کے مابین اختلاف ہے، امام صاحبؒ کے نزدیک عشر مالکِ زمین پر واجب ہے، جبکہ صاحبین کے نزدیک کاشت کار پر، عام فقہاء کرام صاحبین کے قول کو راجح قرار دیتے ہیں، یعنی کاشت کار پر عشر واجب ہوگا، علامہ شامیؒ نے اس میں یہ تفصیل نقل کی ہے کہ اگر زمین کا کرایہ اسی کے مناسبت سے مقرر کیا گیا تو عشر مالکِ زمین پر ہوگا، اور اگر کرایہ اجر مثل سے کم مقرر کیا گیا تو عشر کاشت کار پر ہوگا۔(۲)

= (۱) ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : (ولو سُقِی سیحاً وبآلة اعتبر الغالب) أی أکثر السنة کما مر فی السائمة .... أی إذا أسامها فی بعض السنة وعلفها فی بعضها یعتبر الأکثر .

(۳/۲۴۴، کتاب الزکاة، باب العشر، الهدایة : ۱/۲۰۲، باب زکاة الزروع والثمار)

(فتاوی محمودیہ:۹/۴۳۲، کتاب الفتاوی:۳/۳۵۰)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی " الدر المختار مع الشامیة ": والعشر علی المؤجر کخراج موظف، وقالا : علی المستأجر کمستعیر مسلم ، وفی الحاوی : وبقولهما نأخذ .درمختار. قوله : (وبقولهما نأخذ) =

کاشت کی زمین کے کرایہ پر عشر

مسئلہ (۹۵): اگر صاحب زمین اپنی کاشت والی زمین کرایہ پر دے، تو کرایہ کی یہ رقم دوسری آمدنی کے تابع ہوکر سال بھر گزرنے کے بعد اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی عشر نہیں [1]، البتہ اس زمین سے فصل حاصل کرنے والے شخص یعنی کاشت کار پر عشر یا نصفِ عشر واجب ہوگا۔ [2]

= قال العلامة ابن عابدين قلت : فإن أمكن أخذ الأجرة كاملة يفتى بقول الإمام وإلا فبقولهما ، لما يلزم عليه من الضرر الواضح الذى لا يقول به أحد .

(۳/ ۲۵۱، كتاب الزكاة، مطلب مهم فى حكم أراضى مصر)

ما فى " الفتاوى الهندية " : ولو آجر أرضاً عشرية كان العشر على الآجر عند أبى حنيفة وعندهما على المستأجر كذا فى الخلاصة .

(۱/ ۱۸۷ ، الباب السادس فى زكوٰة الزرع والثمار ، البحر الرائق : ۲/ ۴۱۳ ، كتاب الزكوٰة ، باب العشر، بدائع الصنائع : ۲/ ۱۷۳ ، باب الخراج والعشر)

(فتاوی حقانیہ:۳/ ۵۷۸،فتاوی دار العلوم:۶/ ۱۹۲،خیر الفتاوی:۳/ ۴۵۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فى " فتاوى قاضيخان على هامش الهندية " : إذا آجر داره أو عبده بمائتى درهم لا تجب الزكوة ما لم يحل الحول بعد القبض فى قول أبى حنيفة ، فإن كانت الدار والعبد للتجارة وقبض أربعين درهماً بعد الحول كان عليه درهم بحكم الحول الماضى قبل القبض ، لأن أجرة دار التجارة وعبد التجارة بمنزل ثمن التجارة فى الصحيح من الرواية . (۱/ ۲۵۳)

(۲) ما فى " الدر المختار مع الشامية " : والعشر على المؤجر وقالا: على المستأجر كمستعير مسلم، وفى الحاوى: وبقولهما نأخذ . در مختار. قال ابن عابدين : قال فى فتح القدير : لهما أن العشر منوط بالخارج وهو المستأجر .... فلا ينبغى العدول عن الإفتاء بقولهما فى ذلك .

(۳/ ۲۵۱، مطلب مهم فى حكم أراضى مصر)=

فصل کٹنے سے پہلے فروخت کردیا تو عشر کس پر لازم ہوگا؟

مسئلہ (۹۶): اگر فصل پک چکی اور اس کی کٹائی سے پہلے ہی اس کو فروخت کردیا گیا، تو اس کا عشر مالکِ زمین پر ہی واجب ہوگا، اور اگر فصل کی پختگی سے پہلے اسے فروخت کردیا گیا، اور فصل مشتری کی ملکیت میں کمال تک پہنچ جائے، تو عشر کی ادائیگی مشتری یعنی خریدار پر لازم ہے۔[1]

= ما فی " المبسوط للسرخسی" : ((رجل استأجر أرضاً من أرض العشر وزرعها قال : عشر ما خرج منها على رب الأرض بالغاً ما بلغ سواء كان أقل من الأجر أو أكثر فی قول أبی حنيفة ، وقال أبويوسف ومحمد : العشر فی الخارج على المستأجر)) وجه قولهما أن الواجب جزء من الخارج ، والخارج كله للمستأجر فكان العشر عليه كالخارج فی يد المستعير للأرض .

(۳/۶ ، باب عشر الأرضين ، بدائع الصنائع : ۲/۱۷۳ ، باب الخراج والعشر ، البحر الرائق : ۲/۴۱۳ ، الفتاوى الهندية : ۱/۱۸۷) (فتاوی حقانیہ:۳/۵۹۷،فتاوی دارالعلوم:۶/۱۸۱،أحسن الفتاوی:۴/۳۴۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامي" : ولو باع الزرع إن قبل إدراكه فالعشر على المشتری ولو بعده فعلى البائع .

(۳/۲۵۰ ، مطلب مهم فی حكم أراضی مصر ، الفتاوى الهندية : ۱/۱۸۷ ، الباب السادس فی زكوة الزرع والثمار ، بدائع الصنائع : ۲/۱۷۵ ، كتاب الزكوة ، فصل أما شرائط الفرضية)

ما فی" المبسوط للسرخسي" : إن باع الزرع وهو قصيل فإن قصله المشتری فی الحال فالعشر على البائع ، وإن تركه على الأرض بإذن البائع حتى استحصد فالعشر على المشتری .

(۲/۲۷۴ ، باب العشر) (فتاوی حقانیہ:۳/۵۷۸،خیر الفتاوی:۳/۴۴۲،أحسن الفتاوی:۴/۳۳۸)

فصل دوسری جگہ فروخت کی جائے تو عشر میں کس مقام کی قیمت معتبر ہوگی؟

مسئلہ (۹۷): اگر فصل کسی دوسری جگہ بھیج کر فروخت کیجائے جہاں اس کی قیمت زیادہ ہو، تو جملہ قیمت کے اعتبار سے عشر یا نصف عشر ادا کیا جائیگا، حمل ونقل کا کرایہ اسی طرح پل ٹیکس اور زکوٰۃ ناکوں پر جو رقم دی گئی جملہ قیمت سے اس کا وضع کرنا جائز نہیں ہے۔ (۱)

بھوسا یا گھاس میں عشر واجب نہیں ہے

مسئلہ (۹۸): جس مقصد کیلئے فصل بوئی جاتی ہو، یعنی جو مقصود بالزرع ہو، تو عشر یا نصفِ عشر اس سے ادا کیا جائیگا، اس کے علاوہ ضمنی طور پر جو چیز حاصل ہو اس کی قیمت گرچہ زیادہ ہو، اس میں عشر یا نصف عشر واجب نہیں، چونکہ گندم اور مکئی کی کاشت سے مقصود غلہ

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : ويقوم فی البلد الذی المال فيه. درمختار. قال ابن عابدين : فلو بعث عبداً للتجارة فی بلد آخر يقوم فی البلد الذی فيه العبد (بلا رفع مؤن) أی يجب العشر فی الأول ونصفه فی الثانی بلا رفع أجرة العمال، ونفقة البقر وكرى الأنهار وأجرة الحافظ ونحو ذلک . (۳/۱۹۶ . ۲۴۵، باب زكاة الغنم ، باب العشر)

ما فی " فتح القدير " : ويقومها المالک فی البلد الذی فيه المال حتى لو بعث عبداً للتجارة إلى بلد آخر لحاجة، فحال الحول، تعتبر قيمته فی ذلک البلد، (لايحتسب فيه أجر العمال ونفقة البقر) وكرى الأنهار وأجرة الحارس وغير ذلک .

(۲/۲۲۷، ۲۵۷، باب زكوة الزروع والثمار، فصل فی العروض ، البحر الرائق : ۲/۶۱۴، باب العشر، الهداية : ۱/۲۰۳، الفتاوى الهندية : ۱/۱۸۰، الفصل الثانی فی العروض)

(فتاوی حقانیہ:۳/۵۷۸،فتاوی دارالعلوم:۶/۱۸۱،أحسن الفتاوی:۴/۳۵۳)

(اناج) ہوتا ہے، اس لئے اس کے بھوسا یا گھاس میں عشر واجب نہیں ہے [۱]، البتہ اگر دانہ پڑنے سے پہلے ہی فصل کاٹ لی ہو تو اس پر عشر واجب ہے، کیوں کہ اس صورت میں فصل ہی مقصود ہے غلہ نہیں۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (ويجب العشر في عسل وإن قل .... إلا فيما لا يقصد به استغلال الأرض نحو حطب وقصب فارسي وحشيش وتبن وسعفٍ واشنان وشجر قطن وباذنجان وبذر بطيخ). در مختار. قال ابن عابدين : أشار إلى ما اقتصر عليه المصنف كالكنز وغيره ، ليس المراد به ذاته بل لكونه من جنس ما لا يقصد به استغلال الأرض غالباً ، وإن المدار على القصد حتى لو قصد بذلك وجب العشر . (۲۴۳/۳، باب العشر)

ما في " الهداية " : أما الحطب والقصب والحشيش لا تستنبت في الجنان عادة بل تُنقّٰى عنها، حتى لو اتخذها مقصبة أو مشجرة أو منبتاً للحشيش يجب فيها العشر، والمراد بالمذكور القصب الفارسي، أما قصب السكر، وقصب الذريرة ففيهما العشر، لأنه يقصد بهما استغلال الأرض بخلاف السَعَف والتبن لأن المقصود الحب والثمر دونهما .

(۲۰۲/۲۰۱/۱، باب زكاة الزروع والثمار، الفتاوى الهندية : ۱۸۶/۱، الباب السادس في زكاة الزرع والثمار، البحر الرائق : ۴۱۵/۲، باب العشر)

(۲) ما في " الشامية " : قوله : (وتبن) قال في الفتح : لو فصله قبل انعقاد الحب وجب العشر فيه ، لأنه صار هو المقصود . (۲۴۳/۳) (احسن الفتاوی:۳۵۴/۴،فتاوی حقانیہ:۵۸۳/۳)

زمین میں شہد کی مکھیوں کو پال کران سے شہد حاصل کیا جاتا ہے تو اس پر عشر لازم ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ (۹۹): اگر عشری زمین میں شہد کی مکھیوں کو پال کر شہد حاصل کیا جاتا ہے، تو اس میں عشر ادا کرنا لازم ہے، اور اگر شہد کی مکھیوں کو خراجی زمین میں پال کران سے شہد حاصل کیا جاتا ہے تو عشر لازم نہیں ہوگا۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحديث النبوی " : عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال : جاء هلال أحد بنی متعان إلى رسول الله ﷺ بعشور نحل له ، وكان سأله أن يحمی وادياً يقال له سلبة، فحمى له رسول الله ﷺ ذلک الوادی ، فلما ولی عمر بن الخطاب كتب سفيان بن وهب إلى عمر بن الخطاب ؓ يسأله عن ذلک ، فكتب عمر : " إن أدى إليک ما كان يؤدی إلى رسول الله ﷺ من عشور نحله فاحم له سلبة وإلا فإنما هو ذباب غيث يأكله من يشاء ".(السنن لأبی داود:ص۲۲۶ ، كتاب الزكوة)

ما فی " بذل المجهود " : وقد استدل بأحاديث الباب على وجوب العشر فی العسل أبوحنيفة وأحمد وإسحاق ، وحكاه الترمذی عن أكثر أهل العلم . (۴۱۳/۶)

ما فی " الاختيار لتعليل المختار " : (وفی العسل العشر قلّ أو كثر إذا أخذ من أرض العشر) لأن النبی ﷺ كتب إلى أهل اليمن أن يؤخذ من العسل العشر . (۳۶۶/۱، باب زكوٰة الزروع والثمار)

ما فی " بدائع الصنائع " : يجب العشر فی العسل إذا كان فی أرض العشر، فأما إذا كان فی أرض الخراج فلا شئ فيه لما ذكرنا ، إن وجوب العشر فيه لكونه بمنزلة الثمر لتولده من أزهار الشجر، ولا شئ فی ثمار أرض الخراج ، ولأن أرض الخراج يجب فيها الخراج ، فلو وجب العشر فی العسل لاجتمع العشر والخراج فی أرض واحدة ، ولا يجتمعان عندنا .

(۱۸۴/۲ ، قبيل فصل فی بيان مقدار الواجب ، الدر المختار مع الشامي : ۲۴۱/۳ ، باب العشر، البحر الرائق: ۴۱۴/۲، باب العشر، الفتاوی الهندية : ۱۸۶/۱ ، باب زكوة الزرع والثمار، الهداية: ۲۰۲/۱)

(فتاوی حقانیہ:۵۸۵/۳،کتاب الفتاوی:۳۴۹/۳)

فصل بونے سے قبل عشر نکالا تو ادا نہیں ہوگا

مسئلہ (۱۰۰): فصل بونے سے قبل عشر نکالا تو ادا نہیں ہوگا، اور اگر فصل اگنے کے بعد نکالا تو بالاتفاق ادا ہوجائیگا، اور اگر فصل بونے کے بعد اگنے سے پہلے نکالا تو امام ابویوسفؒ کے نزدیک ادا ہوجائیگا، اور امام محمدؒ کے نزدیک ادا نہیں ہوگا، اور یہی قول راجح ہے، باغ میں پھول آنے کے بعد عشر نکالنا صحیح ہے، اس سے قبل نکالا تو ادا نہ ہوگا۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " بدائع الصنائع " : وعلى هذا يخرج تعجيل العشر وإنه على ثلاثة أوجه: أما الذى يجوز بلا خلاف ، فهو أن يعجل بعد الزراعة وبعد النبات، لأنه تعجيل بعد وجود سبب الوجوب، وهو الأرض النامية بالخارج حقيقة ، ألا ترى أنه لو قصله هكذا يجب العشر ، وأما الذى لا يجوز بلا خلاف فهو أن يعجل قبل الزراعة لأنه عجل قبل الوجوب ، وقبل وجود سبب الوجوب لإنعدام الأرض النامية بالخارج حقيقة لإنعدام الخارج حقيقة ، وأما الذى فيه خلاف فهو أن يعجل بعد الزراعة قبل النبات ، قال أبويوسفؒ : يجوز، وقال محمدؒ : لا يجوز، وجه قول محمد أن سبب الوجوب لم يوجد لإنعدام الأرض النامية بالخارج لا الخارج ، فكان تعجيلاً قبل وجود السبب فلم يجز ، وأما تعجيل عشر الثمار فإن عجل بعد طلوعها جاز بالإجماع ، وإن عجل قبل الطلوع ذكر الكرخى أنه على الإختلاف الذى ذكرنا فى الزرع ، وذكر القاضى فى شرحه مختصر الطحاوى أنه لا يجوز فى ظاهر الرواية . (۱۷۰/۲ ، فصل سبب الفرضية وشرائطها ، فتح القدير : ۲۵۰/۲)

ما فى " الفتاوى الهندية " : ووقته وقت خروج الزرع وظهور الثمر عند أبى حنيفةؒ ، فلو عجل عشر أرضه قبل الزرع لا يجوز ، ولو عجل بعد الزراعة بعد النبات فإنه يجوز، ولو عجل بعد الزراعة قبل النبات فالأظهر أنه لا يجوز، ولو عجل عشر الثمار إن كان بعد طلوعها يجوز، وإن كان قبل طلوعها لا يجوز فى ظاهر الرواية . (۱۸۶/۱ ، الباب السادس فى زكوة الزرع والثمار)

(فتاوی حقانیہ:۵۶۸/۳، احسن الفتاوی:۳۷۱/۴)

پھلوں میں عشر کب واجب ہوگا؟

مسئلہ (۱۰۱): پھلوں، مثلاً انار، سیب اور انگور وغیرہ میں عشر اس وقت واجب ہوتا ہے، جب یہ درختوں پر ظاہر ہوجائیں، اور پک جانے تک فساد وغیرہ سے محفوظ رہیں۔[۱]

گھر کے احاطے میں لگائے گئے پھلوں کے درخت پر عشر نہیں

مسئلہ (۱۰۲): بعض لوگ گھر کی چھت پر یا گھر کے احاطے میں پھلدار درخت یا سبزی وغیرہ کے درخت لگاتے ہیں، اس میں عشر واجب نہیں ہے، کیوں کہ یہ گھر کے تابع شمار ہوں گے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " المبسوط للسرخسي " : (لا یجوز عشر ثمر لم یخرج) أما تعجیل عشر الثمار قبل ظهور الطلع فلا یجوز فی قول أبی حنیفةؒ ومحمدؒ . (۳/۱۴ ، باب عشر الأرضین)

ما فی " الدر المختار مع الشامي " : ویؤخذ العشر عند الإمام عند ظهور الثمرة وبدو صلاحها وشرط فی النهر أمن فسادها . (۳/۲۴۸ ، مطلب مهم فی حکم أراضی)

ما فی " الفتاوی الهندیة " : لو عجل عشر الثمار إن کان بعد طلوعها یجوز، وإن کان قبل طلوعها لا یجوز فی ظاهر الروایة . (۱/۱۸۶ ، الباب السادس فی زکوٰة الزروع والثمار)

ما فی " البحر الرائق " : وأما وقته فوقت خروج الزرع وظهور الثمر عند أبی حنیفةؒ .

(۲/۴۱۳، باب العشر، الاختیار لتعلیل المختار : ۱/۳۶۵، باب زکوٰة الزروع والثمار)

(فتاوی حقانیہ:۳/۵۷۷)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما فی " خلاصة الفتاوی " : رجل فی داره شجرة مثمرة لا عشر فیها، وإن کانت البلدة عشریة بخلاف ما إذا کانت فی الأراضی .

(۱/۲۴۷، الفصل العاشر، الهندیة : ۱/۱۸۶ ، الباب السادس فی زکوة الزروع والثمار، الفتاوی التاتارخانیة : ۲/۲۶، کتاب العشر، الفصل الأول فی بیان ما یجب فیه العشر وما لایجب)=

مسجد کے احاطے میں لگائے گئے پھل کے درختوں پر عشر نہیں

مسئلہ (۱۰۳): بعض مساجد کے ذمہ داران مسجد کے احاطے میں خالی پڑی ہوئی جگہ میں پھلدار درخت لگاتے ہیں، اس میں عشر واجب نہیں ہے[۱]، کیوں کہ یہ مسجد کے تابع شمار ہوں گے۔[۲]

پہاڑوں کے پھلدار درختوں پر عشر واجب ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ (۱۰۴): پہاڑوں کے پھلدار درخت مثلاً اخروٹ، جامن، چلغوزی اور بیر وغیرہ اگر حکومتِ وقت کسی شخص کو ان کی نگرانی وحفاظت کا ذمہ دار بناتی ہے، اوران سے

= ما فی " الشامیة " : (یجب العشر فی ثمرة جبل أو مفازة) .در مختار. قال ابن عابدین : وخرج ثمرة شجر فی دار رجل ولو بستاناً فی داره لأنه للدار کذا فی الخانیة .

(۳/ ۲۴۱، باب العاشر، فتاوی قاضیخان : ۱/ ۱۳۲، کتاب الزکوة، فصل فی العشر فی کل ما یخرجه) . (فتاوی حقانیہ:۳/۵۸۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامیة":(یجب العشر فی ثمرة جبل أو مفازة).در مختار. قال ابن عابدین : وخرج ثمرة شجر فی دار رجل ولو بستاناً فی داره لأنه للدار کذا فی الخانیة .

(۳/ ۲۴۱، باب العشر)

ما فی " فتاوی قاضی خان " : رجل فی داره شجرة مثمرة لا عشر فیه وإن کانت البلدة عشریةً بخلاف إذا کانت فی الأراضی .

(۱/ ۱۳۲، کتاب الزکاة، فصل فی العشر فی کل ما یخرجه، الفتاوی التاتارخانیة: ۲/ ۷۶، کتاب العشر، خلاصة الفتاوی : ۱/ ۲۴۷، الهندیة : ۱/ ۱۸۶، الباب السادس فی زکوٰة الزروع والثمار)

(۲) ما فی " قواعد الفقه " : التابع تابع لا یفرد بالحکم . (ص: ۶۷) (فتاوی حقانیہ:۳/۵۸۲)

انتفاع کی اجازت دیتی ہے، تو اس پر ان پھلوں میں عشر واجب ہوگا[۱]، اور اگر ایسا نہیں کیا گیا تو جو شخص بھی ان پھلوں کو جمع کرے گا، اس پر عشر واجب ہوگا[۲]، کیوں کہ نگرانی وحفاظت کا مقصود بھی پھلوں کو جمع کرنا ہی تھا، جب نگرانی وحفاظت کی ذمہ داری کے بغیر ان کو جمع کرنا پایا گیا تو علتِ وجوب عشر پائی گئی، لہٰذا عشر واجب ہوگا۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الحديث النبوي " : عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال : جاء هلال أحد بني متعان إلى رسول الله ﷺ بعشور نحل له ، وكان سأله أن يحمي وادياً يقال له سلبة ، فحمى له رسول الله ﷺ ذلك الوادي، فلما ولي عمر بن الخطاب كتب سفيان بن وهب إلى عمر بن الخطاب يسأله عن ذلك ، فكتب عمر : " إن أدى إليك ما كان يؤدى إلى رسول الله ﷺ من عشور نحله فاحم له سلبة وإلا فإنما هو ذباب غيث يأكله من يشاء ".

(السنن لأبي داود: ص ۲۲۶، كتاب الزكوٰة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويجب العشر في ثمرة جبل أو مفازة إن حماه الإمام لأنه مال مقصود، لا إن لم يحمه لأنه كالصيد . درمختار. قال ابن عابدين تحت قوله : (في ثمرة جبل أو مفازة) يجب العشر لو كان الشجر غير مملوك ولم يعالجه أحد ، قوله : (إن حماه الإمام) الضمير عائد إلى المذكور وهو العسل والثمرة ، والظاهر أن المراد الحماية من أهل الحرب والبغاة وقطاع الطريق ، فإن ثمر الجبال مباح لا يجوز منع المسلمين عنه ، وقال أبويوسف : لا شيء فيما يوجد في الجبال ، لأن الأرض ليست مملوكةً ولهما أن المقصود من ملكها النماء وقد حصل .

(۳/ ۲۴۱، باب العشر، البحر الرائق: ۲/ ۴۱۴، باب العشر، الفتاوى التاتارخانية: ۲/ ۷۵، الفصل الأول في بيان ما يجب العشر)

(۲) ما في " الشامية " : قال الشامي تحت قوله : (لأنه مال مقصود) أي مقصود للإمام بالحفظ أو مقصود بالأخذ ، فلذا تشترط حمايته حتى يجب العشر فيه ، لأن الجباية بالحماية فهو علة لاشتراط الجباية ، أو من جنس ما يقصد به استغلال الأرض فهو علة للوجوب . (۳/ ۲۴۲، باب العشر) =

سبزیوں پر عشر لازم ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ (۱۰۵): اگر کسی شخص نے اپنی کاشت کی زمین میں سبزیاں مثلاً بھنڈی، ٹماٹر، بیگن، گاجر اور مولی وغیرہ کی کاشت کی، تو ان میں عشر واجب ہوگا یا نہیں؟ اس سلسلہ میں ہمارے ائمہ ثلاثہ کے مابین اختلاف ہے، صاحبینؒ فرماتے ہیں انہی سبزیوں میں عشر واجب ہوگا جو ایک سال تک باقی رہتی ہوں، اور پانچ وسق یعنی، 944/کلو 784/گرام کو پہنچ جائے، جبکہ امام صاحبؒ کے نزدیک وجوبِ عشر میں نہ تو ایک سال باقی رہنے کی شرط ہے اور نہ ہی پانچ وسق کی، بلکہ ایک قول کے مطابق ایک صاع، یعنی 3/کلو 149/گرام، 280/ملی گرام، اور دوسرے قول کے مطابق نصف صاع، یعنی ڈیڑھ کلو 74/گرام 140/ملی گرام بھی ہو، تو اس میں عشر واجب ہوگا، اور امام صاحب کا قول ہی صحیح وراجح ہے۔[۱]

= ما فی " فتاوی قاضیخان " : وما یجمع من ثمار الأشجار التی لیست بمملوکةٍ کأشجار الجبل یجب فیه العشر . (۱/۱۳۲، فصل فی کل ما یخرجه الأرض ، الهندیة : ۱/۱۸۶، الباب السادس فی زکوٰة الزروع والثمار) (فتاوی حقانیہ:۳/۵۷۶)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الشامیة " : قال الشامی تحت قوله: (بلا شرط نصاب وبلا شرط بقاء) فیجب فیما دون النصاب بشرط أن یبلغ صاعاً وقیل نصفه، وفی الخضروات التی لا تبقی، وهذا قول الإمام وهو الصحیح کما فی التحفة، وقالا: لا یجب إلا فیما له ثمرة باقیة حولاً بشرط أن یبلغ خمسة أوسق إن کان مما یوسق . (۳/۲۴۲، باب العشر)

ما فی " الإختیار لتعلیل المختار " : ما سقته السماء أو سقی سیحا ففیه العشر قلّ أو کثر، ویستوی فیه ما یبقی وما لا یبقی ، وقالا : لا یجب العشر إلا فیما یبقی إذا بلغ خمسة أوسق والوسق ستون =

مزارعت یعنی بٹائی پر لگائی گئی زمین کی پیداوار میں عشر

مسئلہ (۱۰۶): مزارعت یعنی بٹائی پر لگائی گئی زمین کی پیداوار کا عشر یا نصف عشر مالک زمین اور کاشتکار اپنے اپنے حصہ کا ادا کریں گے، اس میں یہ بھی گنجائش ہے کہ مجموعی پیداوار سے مشترکہ طور پر عشر یا نصفِ عشر ادا کیا جائے، یا تقسیم کے بعد ہر ایک اپنے اپنے حصہ کی آمدنی سے ادا کرے۔[1]

= صاعاً فلا يجب في البقول .... له قوله تعالى :﴿أنفقوا من طيبات ما كسبتم ومما أخرجنا لكم من الأرض﴾ ولا واجب فيه إلا العشر أو نصفه فيكون المراد العشر ولم يفصل بين القليل والكثير وما يبقىٰ وما لا يبقى فيتناول الكل .

(۱/۲٦۲ ، باب زكوٰة الزروع والثمار ، بدائع الصنائع : ۲/۱۷۹ ، شرائط المحلية ، فتاوى قاضيخان : ۱/۱۳۲ ، الهداية : ۱/۲۰۲ ، الفتاوى التاتارخانية : ۲/۲۴۷، الفتاوى الهندية : ۱/۱۸٦ ، البحر الرائق : ۲/۴۱۵) (فتاویٰ حقانیہ:۳/۵۸۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وفي المزارعة إن كان البذر من رب الأرض فعليه، ولو من العامل فعليهما بالحصة . درمختار. قال العلامة ابن عابدين : ما ذكره من التفصيل يخالفه في البحر والمجتبى والمعراج والسراج والحقائق والظهيرية وغيرهما من أن العشر على رب الأرض عنده عليهما عندهما من غير ذكر هذا التفصيل، وهو الظاهر لما في البدائع من أن المزارعة جائزة عندهما، والعشر يجب في الخارج ، والخارج بينهما فيجب العشر عليهما .

(۳/۲۵۲ ، كتاب الزكوٰة، مطلب هل العشر على المزارعين ، الهندية : ۱/۱۸۷ ، الباب السادس في زكوٰة الزروع والثمار ، البحر الرائق : ۲/۴۱۳ ، باب العشر)

(فتاویٰ دار العلوم:۳/۱۸۱۔۱۹۲، کتاب الفتاویٰ:۳/۳۴۹)

نابالغ کی مملوکہ زمین پر عشر واجب ہے

مسئلہ(١٠٧): زکوۃ کے وجوب کیلئے اگر چہ مزکی (زکوۃ دینے والے) کا بالغ ہونا ضروری ہے[١]، مگر عشر کا معاملہ اس سے الگ ہے، عشر زمین کی پیداوار پر لاگو ہوتا ہے، اس میں مالک کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا، اس لئے نابالغ کی مملوکہ زمین کی پیداوار پر بھی عشر واجب ہے، مالک کا بالغ ہونا ضروری نہیں۔[٢]

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " الحديث النبوي " : عن ابن عباسؓ قال : " لا يجب على مال الغير الصغير زكاة حتى تجب عليه الصلاة ".

(السنن الدار قطني: ٢/٩٧، باب استقراض الوصي من مال اليتيم ، رقم الحديث: ١٩٦٢)

ما في " بدائع الصنائع ":وأما شرائط الفرضية منها البلوغ ، فلا تجب على الصبي . (٢/٧٩)

(٢) ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويجب مع الدين وفي أرض صغير ومجنون ومكاتب . درمختار. قال ابن عابدين تحت قوله : (وفي أرض صغير) فلا يشترط في وجوبه العقل والبلوغ والحرية ، ملك الأرض ليس بشرط لوجوب العشر وإنما الشرط ملك الخارج لأنه يجب في الخارج . (٣/٢٤٢)

ما في " الاختيار لتعليل المختار": لا اعتبار بالمالك حتى يجب في أرض الوقف والصبي والمجنون فكيف يعتبر وصفه . (١/٣٦٤، باب زكوٰة الزروع والثمار)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما العقل والبلوغ فليس من شرائط أهلية وجوب العشر حتى يجب العشر في أرض الصبي والمجنون لعموم قول النبي ﷺ : " ما سقته السماء ففيه العشر وما سقى بغرب أو دالية ففيه نصف العشر " . (٢/١٧٣ ، الخراج والعشر)

ما في " فتاوى قاضي خان " : ويجب العشر في الأراضي الموقوفة وأرض الصبيان والمجانين إن كانت عشرية . (١/١٣٢ ، فصل في العشر في كل ما يخرجه الأرض)

(فتاوی حقانیہ:٣/٦٠٠، خیر الفتاوی:٣/٤٤١)

مسجد یا مدرسہ کی موقوفہ زمین پر عشر

مسئلہ (۱۰۸): اگر اہل وقف مثلاً ذمہ دارانِ مدرسہ یا متولیانِ مسجد، مدرسہ یا مسجد کیلئے موقوفہ زمین میں کاشت کرتے ہیں، تو اس کی پیداوار پر عشر دینا لازم ہے، اور اگر اہل وقف کے سوا کسی دوسرے شخص نے کاشت کی ہو، تو اس میں اجارہ اور مزارعت کے احکام جاری ہوں گے، کیوں وجوب عشر میں زمین کی ملکیت شرط نہیں، بلکہ " ما خرج من الأرض " یعنی پیداوار کا مالک ہونا شرط ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويجب مع الدين وفي أرض صغير ومجنون ومكاتب ومأذون ووقف . " الدر المختار ". قال العلامة ابن عابدين تحت قوله : (ووقف) أفاد أن ملك الأرض ليس بشرط لوجوب العشر، وإنما الشرط ملك الخارج، لأنه يجب في الخارج لا في الأرض فكان ملكه لها وعدمه سواء . (۳/۲۴۲، باب العشر)

ما في " البحر الرائق " : ملك الأرض ليس بشرط للوجوب، لوجوبه في الأرض الموقوفة .

(۲/۴۱۳، باب العشر، الهندية : ۱/۱۸۵، الباب السادس في زكوٰة الزرع والثمار، فتاوى قاضيخان : ۱/۱۳۲، فصل في العشر في كل ما يخرجه الأرض ، الاختيار لتعليل المختار: ۱/۳۶۴ ، باب زكوٰة الزروع والثمار)

ما في " بدائع الصنائع " : ملك الأرض ليس بشرط لوجوب العشر، وإنما الشرط ملك الخارج فيجب في الأراضي التي لا مالك لها ، وهي الأراضي الموقوفة لعموم قوله تعالى :﴿يأيها الذين آمنوا أنفقوا من طيبات ما كسبتم ومما أخرجنا لكم من الأرض﴾ وقوله تعالى : ﴿وآتوا حقه يوم حصاده﴾ .

(۲/۱۷۳ ، الخراج والعشر، الفتاوى التاتارخانية : ۲/۷۸، الفصل الثالث فيمن يجب عليه العشر وفيمن لا يجب) . (فتاوی حقانیہ:۳/۵۷۲)

جوار باجرہ وغیرہ کی فصل پر عشر واجب ہے

مسئلہ (۱۰۹): جوار، باجرہ وغیرہ کی فصل جوکہ سال میں کئی بار اُگتی ہے، چونکہ عشر کا تعلق فصل کے اگنے کے ساتھ ہے، چاہے وہ ایک بار اگے یا بار بار، لہذا ہر مرتبہ اس سے عشر کا ادا کرنا واجب ہوگا۔[۱]

قرض وجوبِ عشر کیلئے مانع نہیں ہے

مسئلہ (۱۱۰): قرض اگرچہ وجوبِ زکوۃ سے مانع ہے[۱]، لیکن عشر کے واجب ہونے کیلئے قرض مانع نہیں ہے، لہذا مقروض پر بھی عشر واجب ہوگا۔[۲]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الشامیة " : قوله : (وحولان حول) حتی لو أخرجت الأرض مراراً وجب فی کل مرة لاطلاق النصوص عن قید الحول ، ولأن العشر فی الخارج حقیقة فیتکرر بتکرره .
(۲۴۲/۳، باب العشر، بدائع الصنائع : ۱۸۴/۲، زکاة العسل)

ما فی " المبسوط للسرخسی " : (رجل له رطبة فی أرض العشر وهی تقطع فی کل أربعین یوماً قال : یأخذ منها العشر کلما قطعت) لأن العشر لا یجب إلا فیما هو نماء محض فلا حاجة إلی اعتبار الحول فیه . (۲۷۶/۲، باب العشر، کذا فی الهدایة: ۲۰۱/۱، الفتاوی التاتارخانیة : ۸۰/۲، الفصل الثالث فیمن یجب علیه العشر) (فتاوی دار العلوم: ۱۶۹/۶، أحسن الفتاوی: ۳۶۴/۴)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامي": (وسببه) أی سبب افتراضها (ملک نصاب حولیّ تام فارغ عن دین) . (۱۶۳/۳، کتاب الزکوٰة ، البحر الرائق : ۳۵۵/۲، کتاب الزکوٰة)

ما فی " الهدایة " : من کان علیه دین یحیط بما له فلا زکوٰة علیه . (۱۸۶/۱، کتاب الزکوٰة)

(۲) ما فی " الدر المختار مع الشامي" : ویجب العشر مع الدین .
(۲۴۲/۳، باب العشر، البحر الرائق : ۳۶۰/۲، کتاب الزکوٰة ، الفتاوی التاتارخانیة : ۷۸/۲، الفصل الثالث فیمن یجب علیه العشر) =

مصارفِ عشر

مسئلہ (۱۱۱): عشر کے مصارف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے مصارف ہیں، لہذا عشر یا نصفِ عشر فقراء ومساکین وغیرہ کو دینا جائز ہے، بشرطیکہ ان لوگوں کو بطورِ تملیک دیا جائے۔ (۱)

= ما فی " الفقه الإسلامي وأدلته " : ويؤخذ من التركة ويجب العشر مع الدين .
(۳/۱۸۸۵ ، ما تجب فيه الزكوٰة) (فتاوی دارالعلوم:۶/۱۶۵،فتاوی حقانیہ:۳/۵۸۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إنما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليها والمؤلفة قلوبهم وفى الرقاب والغارمين وفى سبيل الله وابن السبيل فريضة من الله والله عليم حكيم﴾ . (سورة التوبة: ۶۰)

ما فی " أحكام القرآن لإبن العربى " : هذه الآية من أمهات الآيات...... وقدر الصدقات على حسب أجناس الأموال، فجعل فى النقدين ربع العشر، وجعل فى النبات العشر ، ومع تكاثر المؤنة نصف العشر، ويترتب على هذا القول فى حقيقة الصدقة . (۲/۹۵۷)

ما فی " الدر المختار مع الشامية " : مصرف الزكوٰة والعشر (هو فقير وهو من له أدنى شيء) أى دون نصاب (ومسكين من لا شيء له) على المذهب (وعامل) تعم الساعى والعاشر (فيعطى) ولو غنياً لا هاشمياً........ ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة . در مختار. قال ابن عابدين الشامى تحت قوله : (تمليكاً) فلا يكفى فيها الإطعام إلا بطريق التمليک ، ولو أطعمه عنه ناوياً الزكوٰة لا تكفى . (۳/۲۵۶.۲۶۳ ، باب المصرف)

ما فی " البحر الرائق " : (هو الفقير والمسكين وهو أسوأ حالاً من الفقير والعامل والمكاتب والمديون ومنقطع الغزاة وابن السبيل) ولم يقيده فى الكتاب بمصرف الزكوٰة ليتناول الزكوٰة والعشر وخمس المعادن . (۲/۴۱۹، باب المصرف، النهر الفائق : ۱/۴۵۸، باب المصرف)

(فتاوی دارالعلوم:۶/۱۶۹،محمود الفتاوی:۲/۹۰)

کتاب الصوم

روزے کے مسائل

ماہ رمضان المبارک میں مسجد یا گھر میں لوبان یا اگربتی وغیرہ جلانا

مسئلہ (۱۱۲): رمضان المبارک میں خوشبو کیلئے مسجد یا گھر میں لوبان یا اگربتی جلانا ممنوع نہیں ہے، اگر بلا قصد وارادہ روزہ دار کے حلق میں دھواں داخل ہوجائے، تو روزہ فاسد نہیں ہوگا، البتہ اگر قصداً وارادۃً دھواں سونگھے یا حلق میں داخل کرے تو روزہ فاسد ہوجائے گا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

ما فی " الدر المختار مع الشامية " : الفساد والبطلان فی العبادات سیان (إذا أكل الصائم أو شرب أو جامع ..... ناسياً ..... أو دخل حلقه غبار أو ذباب أو دخان) و لو ذاكراً استحساناً لعدم إمكان التحرز عنه، ومفاده أنه لو أدخل حلقه الدخان أفطر أي دخان كان ولو عوداً أو عنبراً لو ذاكراً لإمكان التحرز عنه ." الدر المختار ".

(۳/۳۲۶/۳۲۷ ، كتاب الصوم، ما يفسد الصوم وما لا يفسده ، مطلب يكره السهو إذا خاف فوت الصبح)

ما فی " مراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوی " : (أو دخل حلقه دخان بلا صنعه) .... من أدخل بصنعه دخاناً حلقه بأی صورة كان الإدخال فسد صومه سواء كان دخان عنبر، أو عود، أو غيرهما حتى من تبخر ببخور فآواه إلى نفسه واشتم دخانه ذاكراً لصومه أفطر لإمكان التحرز عن إدخال المفطر جوفه ودماغه . (ص : ۶۶۰ ، كتاب الصوم ، باب فی بيان ما لا يفسد الصوم ، الشامية : ۳/۳۲۷ ، كتاب الصوم، مطلب يكره السهو إذا خاف فوت الصبح)

ما فی " مجمع الأنهر فی ملتقى الأبحر " : وإن دخل حلقه غبار أو ذباب لايفطر، ..... وعلى هذا لو أدخل حلقه فسد صومه حتى ان من تبخر ببخور فاشتمَّ دخانه فأدخله حلقه ذاكراً لصومه أفطر لأنهم فرقوا بين الدخول والإدخال فی مواضع عديدة لأن الإدخال عمله والتحرز ممكن .

(۱/ ۱ ۳۶، كتاب الصوم، باب موجب الفساد)=

یوم عاشورہ کا روزہ

مسئلہ (۱۱۳): محرم کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھنا مستحب ہے[۱]، رمضان کے علاوہ باقی گیارہ مہینوں کے روزوں میں محرم کی دسویں تاریخ کے روزے کا ثواب سب سے زیادہ ہے، اوراس ایک روزے کی وجہ سے گذرے ہوئے ایک سال کے گناہِ صغیرہ معاف ہوجاتے ہیں، اس کے ساتھ نویں یا گیارہویں تاریخ کا روزہ رکھنا بھی مستحب ہے، صرف دسویں محرم کا روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے۔[۲]

= ما فی " الهداية " : ولو دخل حلقه ذباب وهو ذاكر لصومه لم يفطر وفی القياس يفسد صومه لوصول المفطر إلی جوفه...... وجه الاستحسان أنه لايستطاع الاحتراز عنه فأشبه الغبار والدخان..... وفی حاشية الهداية: والدخان المراد به إذا دخل فإنه ليس بمفطر لأنه لايمكن الاحتراز عنه لدخوله من الأنف ...... فمفاده أن إدخال دخان التنباک المتعارف فی زماننا مفسد لأنه إدخال لا دخول ويمكن الاحتراز عنه ، كذا في السراج المنير.

(۱/۲۱۸، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة) (فتاوی رحیمیہ: ۷/۳۶۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " السنن لإبن ماجة " : عن أبی قتادة قال : قال رسول الله ﷺ : " صيام يوم عاشوراء إني أحتسب علی الله أن يكفر السنة التی قبله" .

وفی حاشيته : حمل الإجماع علی أنه ليس بفرض وإنما هو مستحب .

(السنن لإبن ماجة : ص ۱۲۴ ، باب صيام يوم عاشوراء)

(۲) ما فی " الحديث النبوی " : عن ابن عباس قال : قال رسول الله ﷺ : " لئن بقيت إلی قابل لأصومنّ من اليوم التاسع ".

وفی حاشيته : قال النبی ﷺ : (لئن بقيت إلی قابل لأصومنّ من اليوم التاسع) وزاد مسلم قال : (فلم يأت العام المقبل حتی توفی رسول الله ﷺ) وهذا تصريح بأن الذی كان يصومه ليس هو =

یوم عاشوراء میں اپنے اہل خانہ پر وسعت

مسئلہ (۱۱۴): عام طور پر واعظ حضرات یوم عاشوراء میں اہل وعیال پر کھانے پینے میں وسعت وفراخی کرنے کی بابت یہ حدیث بیان کرتے ہیں، کہ جس نے یوم عاشوراء کو اپنے بال بچوں پر کھانے پینے کی وسعت کی، تو خدائے پاک پورے سال روزی میں اضافہ کریں گے، جیسا کہ طبرانی نے حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔[1]

= التاسع فتعين كونه العاشر، لكن يستحب صوم التاسع، لأنه عليه السلام نوى صيامه، ولعل السبب فى صوم التاسع مع العاشر أن لا يتشبه باليهود فى إفراد العاشر، وفى الحديث إشارة إلى هذا. (السنن لإبن ماجة: ص ۱۲۴، باب صيام يوم عاشوراء)

ما فى" الدر المختار مع الشامية ": وتنزيهاً كعاشوراء وحده أى مفرداً عن التاسع أو عن الحادى عشر لأنه تشبه باليهود. (۳۰۲/۳، كتاب الصيام)

ما فى" الفتاوى الهندية ": المسنون أن يصوم عاشوراء مع التاسع كذا فى فتح القدير، ويكره صوم عاشوراء مفرداً. (۲۰۲/۱، الباب الثالث فيما يكره للصائم وما لا يكره، مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي: ص ۲۳۰، كتاب الصوم، الموسوعة الفقهية: ۸۹/۲۸. ۹۰)

(فتاوی رحیمیہ: ۱۱۲/۲، فتاوی محمودیہ: ۲۷۳/۳، روزے کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا: ص ۱۴۷)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما فى" الحديث النبوى ": أخرجه الطبرانى فى الأوسط قال: حدثنا هاشم بن مرثد حدثنا محمد بن إسماعيل الجعفري، حدثنا عبد الله بن سلمة الربعى عن محمد بن عبد الله بن عبد الرحمن بن أبى صعصعة عن أبيه عن أبى سعيد الخدرى قال: قال رسول الله ﷺ: " من وسع على أهله فى يوم عاشوراء أوسع الله عليه سنته كلها ". (المعجم الأوسط للطبرانى: ۴۳۱/۶، رقم الحديث: ۹۳۰۲، كنز العمال: ۱۴۳/۱۲، شعب الإيمان للبيهقي: ۳۶۵/۳) =

اسی حدیث کو بنیاد بنا کر صاحب درمختار اور علامہ شامیؒ وغیرہ نے اس دن بال بچوں پر خرچ کرنے میں فراخی کو مستحب قرار دیا ہے، علامہ حصکفیؒ اور علامہ شامیؒ نے تو اس حدیث کو صحیح بھی کہا ہے [۱] لیکن محقق علماء کے نزدیک اس حدیث کی صحت میں کلام ہے۔

ابوحاتم نے اسنادِ حدیثِ ابی سعید خدریؓ میں محمد بن اسماعیل جعفری کو "منکر"، اور اسناد حدیثِ ابن مسعودؓ میں ہیصم کو "ضعیف جداً" کہا ہے۔ [۲] عقیلی نے ہیصم کو مجہول اور حدیث کو "غیر محفوظ" کہا ہے، علامہ ابن حجرؒ نے امالی میں ہیصم کے ضعف پر علماء جرح وتعدیل کا اتفاق نقل فرمایا ہے، علامہ بیہقیؒ نے اس حدیث کے موضع اسناد کے بارے میں کہا: "کلہا ضعیفۃ"، ابن رجبؒ نے فرمایا کہ اس کی اسناد غیر صحیح ہے۔ [۳]

= ما فی " الحدیث النبوی " : أخرجه الطبرانی فی الکبیر، حدثنا عبد الوارث بن إبراهیم أبوعبیدة العسکری، حدثنا علی بن أبی طالب البزاز، حدثنا الهیصم بن شداخ عن الأعمش عن إبراهیم عن علقمة عن عبد الله بن مسعود قال :" من وسع علی عیاله یوم عاشوراء لم یزل فی سعة سائر السنة ".
(المعجم الکبیر للطبرانی : ۱۰/۷۷، رقم الحدیث: ۱۰۰۰۷)

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : وحدیث التوسعة علی العیال یوم عاشوراء صحیح . درمختار. قال الشامی : قوله : (وحدیث التوسعة) وهو " من وسع علی عیاله یوم عاشوراء وسع الله علیه السنة کلها ". فرواه الثقاة، وحدیث التوسعة ثابت صحیح .
(۳/۳۵۵، مطلب فی حدیث التوسعة)

(۲) ما فی " مجمع الزوائد " : فی إسناد حدیث أبي سعید محمد بن إسماعیل الجعفری قال أبوحاتم : منکر، وفی إسناد حدیث ابن مسعود الهیصم بن شداخ وهو ضعیف جداً .
(۳/۳۳۰، باب التوسعة علی العیال یوم عاشوراء)

(۳) ما فی " شعب الإیمان للبیهقي" : قال البیهقي : فی حدیث ابن مسعود تفرد به هیصم عن الأعمش، وفی حدیث جابر هذا إسناد ضعیف . (۳/۳۶۵) =

اس لیے اس حدیث سے محرم کی دسویں تاریخ کو اپنے اہل وعیال پر خرچ میں کشادگی کا استحباب ثابت کرنا محل نظر ہے، تاہم سارے سال اپنے اہل وعیال پر خرچ میں کشادگی نہ صرف مباح بلکہ باعث اجر وثواب ہے، اور یوم عاشوراء سال کے تمام دنوں میں سے ایک ہے، اس لیے اس میں بھی توسع مباح ہے، خصوصاً جبکہ اس دن اہل وعیال روزے سے ہوں، تو ان کی افطاری وکھانے میں توسع، نہ صرف مباح بلکہ یقیناً باعثِ اجر وثواب ہے، اور یہاں عمل توسع کی بنیاد یہ حدیث نہیں، بلکہ روزہ داروں کا اکرام واعزاز ہے، اور فقہ کا قاعدہ ہے: " الأمور بمقاصدها "۔

= ما فی " فیض القدیر للمناوی " : قال العقیلی : الهیصم مجهول والحدیث غیر محفوظ، ثم قال : تفرد به هیصم عن الأعمش ، وقال ابن حجر فی أمالیه : اتفقوا علی ضعف الهیصم وعلی تفرده به ، وقال البیهقی : فی موضع أسانیده کلها ضعیفة ، وقال ابن رجب فی اللطائف : لا یصح إسناده . (۲۳۶/۶، رقم الحدیث: ۹۰۷۵، کتاب الموضوعات: ۱۱۵/۲، باب فی ذکر عاشوراء ، تنزیه الشریعة المرفوعة عن الأحادیث الشنیعة : ۱۵۷/۲ ، رقم الحدیث: ۳۳، الیواقیت الغالیة فی تحقیق وتخریج الأحادیث العالیة : ۳۲۶/۱، قاموس البدع للألباني : ص ۲۶۶) . (امدادالفتاوی:۲۸۹/۵)

باب الاعتکاف

(اعتکاف کا بیان)

اعتکاف کہاں جائز ہے؟

مسئلہ (۱۱۵): مسجد سے متصل ایسا حجرہ جو امام یا مؤذن کے قیام یا مسجد کا سامان رکھنے کیلئے بنایا گیا ہو، اس میں اعتکاف کرنا شرعاً درست نہیں ہے، اسلئے کہ صحتِ اعتکاف کیلئے ایسی مسجد شرط ہے جس میں پنج وقتہ نماز باجماعت ہوتی ہو۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " النهر الفائق " : وروى الحسن عن الإمام أن كل مسجد له إمام ومؤذن معلوم يصلى فيه الخمس بالجماعة يصح الاعتكاف فيه ، وصححه المشايخ . (۲/۴۴، باب الاعتكاف)

ما فی " اللباب فی شرح الكتاب " : الاعتكاف مستحب وهو اللبث فى المسجد مع الصوم، والمراد بالمسجد مسجد الجماعة وهو ما له إمام ومؤذن أديت فيه الخمس أولا، وعن أبى حنيفة أنه لا يصح إلا فى مسجد يصلى فيه الصلوات الخمس لأنه عبادة انتظار الصلوٰة فيختص بمكان تؤدى فيه . (۱/۱۶۳، كتاب الصوم، باب الاعتكاف ، (رمز الحقائق شرح كنز الدقائق: ۱/۸۶/۸۷، باب الاعتكاف)

ما فی " فتح باب العناية " : الاعتكاف وهو لبث صائم فى مسجد جماعة بنية، قوله: (فى مسجد جماعة) وهو الذى له مؤذن وإمام ويصلى فيه الصلوٰت الخمس أو بعضها بجماعة ، وعن أبى حنيفة : لا بد أن يصلى فيه الصلوات الخمس بجماعة وهو قول أحمد .

(۱/۵۹۲، فصل فى الاعتكاف)

اخیر عشرہ کا اعتکاف کرنا

مسئلہ (۱۱۶): رمضان کے اخیر عشرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے [۱]
اس میں روزہ شرط ہے، اگر کسی شخص نے بغیر روزہ کے اعتکاف کیا تو اعتکاف مسنون ادا نہیں ہوگا، بلکہ یہ اعتکاف نفل ہوگا۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " مراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوی " : الاعتکاف على ثلاثة أقسام : واجب فی المنذور تنجيزاً أو تعليقاً ، وسنة كفاية مؤكدة فی العشر الأخير من رمضان ، والقسم الثالث مستحب فيما سواه . (ص: ۷۰۰/ ۷۰۱)

ما فی " الدر المختار مع الشامي " : الاعتكاف وهو ثلاثة أقسام : واجب بالنذر ، وسنة مؤكدة فی العشر الأخير من رمضان أی سنة كفاية .... مستحب فی غيره فی الأزمنة هو بمعنى غير المؤكدة . (۳/۳۸۳)

(۲) ما فی " الشامية " : قلت : ومقتضى ذلک أن الصوم شرطاً أيضاً فی الاعتكاف المسنون ، لأنه مقدر بالعشر الأخير حتى لو اعتكفه بلا صوم لمرض أو سفر ينبغی أن لا يصح عنه بل يكون نفلاً ، فلا تحصل به إقامة سنة الكفاية . (۳/ ۳۸۴، کتاب الصوم، باب الاعتكاف)

ما فی " البحر الرائق " : وذكر الشارح أن الحق انقسامه إلى ثلاثة أقسام : واجب وهو المنذور ، وسنة وهو فی العشر الأخير من رمضان، ومستحب وهو فی غيره من الأزمنة........ فإن قلت : يمكن حمله على الاعتكاف المسنون سنة مؤكدة وهو العشر الأخير من رمضان ، فإن الصوم من شرطه ، حتى لو اعتكفه من غير صوم لمرض أو سفرٍ ينبغی أن لا يصح . (۲/۵۲۳/ ۵۲۴)

ما فی " منحة الخالق على البحر الرائق " : قوله: (لتصريحهم بأن الصوم إنما هو شرط فی المنذور) قلت: تصريحهم بذلک إنما هو بالنسبة إلى النفل يعنی أنه ليس بشرط فی النفل لأنه المحتاج الى البيان، أما المسنون فلا يكون إلا بالصوم عادة فلا حاجة إلى التنبيه عليه وإمكان =

معتکف کا علاج کیلئے نکلنا

مسئلہ (۱۱۷): اگر کوئی شخص بحالتِ اعتکاف بیمار ہوجائے، اور صحت یاب نہ ہونے کی صورت میں علاج ومعالجہ کیلئے مجبوراً خارجِ مسجد، ڈاکٹر کے پاس جانا پڑے یا بقاء مرض کے ساتھ مسجد میں رہنا ممکن نہ ہو جس کی وجہ سے گھر جانا پڑے، تو ان صورتوں میں اعتکاف فاسد ہوجائے گا، البتہ اس پر ایک دن کے اعتکاف کی قضاء لازم ہوگی۔ (۱)

= تصور عدم الصوم فيه لمرض أو سفر نادر جداً، ويدل على ما قلنا انه فى متن الدرر: قسم الاعتكاف إلى الأقسام الثلاثة ثم قال : والصوم شرط لصحة الأول يعنى الواجب لا الثالث يعنى المستحب ولم يتعرض للثانى، وهو المسنون بنفي ولا إثبات للعلم بأنه لا يكون بدون صوم عادةً .
(۲/۵۲۴، باب الاعتكاف)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فى " الموسوعة الفقهية الكويتية " : أما المرض الشديد الذى يتعذر معه البقاء فى المسجد ، أو لا يمكن البقاء معه فى المسجد ، بأن يحتاج إلى خدمة أو فراش أو مراجعة طبيب فقد ذهب الحنفية إلى أن خروجه مفسد لإعتكافه . (۵/۲۲۳، اعتكاف)

ما فى " النهر الفائق " : وفى " الخانية " وغيرها أن الخروج عامداً أو ناسياً أو مكرهاً بأن أخرجه السلطان أو الغريم أو خرج للبول فحبسه الغريم ساعة أو لعذر المرض مفسد عند الإمام ، وعلله فى المرض بأنه لا يغلب وقوعه فلم يصر مستثنى عن الإيجاب . (۲/۴۶،۴۷)

حالت اعتکاف میں خاموش رہنا عبادت نہیں

مسئلہ (۱۱۸): بعض لوگ بحالت اعتکاف خاموش رہنے کو عبادت سمجھتے ہیں، سو یہ خیال غلط ہے، فقہاء کرام نے اعتکاف کی حالت میں عبادت سمجھ کر خاموش رہنے کو مکروہ لکھا ہے، البتہ اگر عبادت کا اعتقاد نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے۔[1]

معتکف کا نمازِ جنازہ کیلئے نکلنا

مسئلہ (۱۱۹): واجب اور مسنون اعتکاف میں نمازِ جنازہ پڑھنے یا پڑھانے کیلئے نکلنا اعتکاف کو فاسد کردے گا، اِلا یہ کہ ابتداء ہی میں نمازِ جنازہ وغیرہ کیلئے نکلنے کی شرط رکھی جائے تو اس صورت میں نماز جنازہ کا پڑھنا یا پڑھانا اعتکاف کو فاسد نہیں کرے گا، البتہ

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الفتاوی الهندية " : وأما محظوراته فمنها الصمت الذی یعتقده عباده فإنه یکره، وأما إذا لم یعتقده قربة فلا یکره . (۲۱۳/۱، الباب السابع فی الاعتکاف)

ما فی " تبيين الحقائق " : وأما الصمت فالمراد به صمت یعتقده عبادة وهو منهی عنه .

(۲۳۱/۱، کتاب الصوم، باب الاعتکاف)

ما فی " الهداية " : ویکره له الصمت ، لأن صوم الصمت لیس بقربة فی شریعتنا لکنه یتجانب ما یکون ماثماً . (۲۳/۱، باب الاعتکاف)

ما فی " النهر الفائق " : وکره احضار المبیع والصمت، وکره أیضاً تحریماً الصمت، وهذا الاطلاق قیده حمید الدین بما إذا تعبده کفعل المجوس فإن لم یتعبد به لم یکره .

(۴۷/۲ ، کتاب الصوم ، باب الاعتکاف ، الموسوعة الفقهية الکویتیة : ۲۲۷/۵ ، الاعتکاف)

نماز جنازہ کیلئے ایسے وقت نکلے کہ جنازہ حاضر ہو اور نماز سے فارغ ہوتے ہی مسجد میں آجائے اور اپنے اعتکاف کو پورا کرے۔[۱]

دوسرے محلّہ کے شخص کو اعتکاف میں بٹھانا

مسئلہ (۱۲۰): اگر کوئی شخص کسی دوسرے محلّہ کی مسجد میں رمضان کے عشرۂ اخیر کا اعتکاف کرے تو اس مسجد سے متعلق اعتکافِ مسنون ادا ہو جائے گا، مگر محلّہ والوں کو چاہیے کہ خود ہی اعتکاف کریں، دوسرے شخص سے اعتکاف کرا کے خود ثواب سے محروم نہ رہیں۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى التاتارخانية " : ولا يخرج لأكله وشربه ولا لعيادة المريض ولا لصلاة الجنازة...... وفي الحجة : ولو شرط وقت النذر والالتزام أن يخرج إلى عيادة المريض وصلاة الجنازة وحضور مجلس العلم يجوز له ذلك .

(۲/۳۴/۱ ، باب الاعتكاف، الفتاوى الهندية: ۱/۲۱۲، كتاب الصوم، الباب السابع في الاعتكاف وأما مفسداته ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح : ص ۷۰۲، كتاب الصوم، باب الاعتكاف ، الدر المنتقى شرح الملتقى : ۱/۳۷۹) (خیر الفتاوی:۴/۱۴۱، فتاوی حقانیہ:۴/۱۹۹)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " النهر الفائق " : ويصح في كل مسجد له أذان وإقامة وهو الصحيح وهذا هو مسجد الجماعة ، كما في " العناية "، وروى الحسن عن الإمام أن كل مسجد له إمام ومؤذن معلوم يصلى فيه الخمس بالجماعة يصح الاعتكاف فيه . (۲/۴۴)

ما في " العناية " : الاعتكاف لا يصح إلا في مسجد الجماعة لقول حذيفة رضي الله تعالى عنه : "لا اعتكاف إلا في مسجد جماعة " . وعن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه لا يصح إلا في مسجد يصلى فيه الصلوات الخمس لأنه عبادة انتظار الصلوٰة فيختص بمكان تؤدى فيه .

(۱/۲۶۷ ، الشامية: ۳/۳۸۱، خلاصة الفتاوى: ۲/۲۶۷) (فتاوی دار العلوم:۶/۵۱۰)

معتکف کا ووٹ دینے کیلئے جانا

مسئلہ (۱۲۱): اگر الیکشن کے ووٹنگ کی تاریخ اعتکاف مسنون کے زمانے میں واقع ہورہی ہو اور معتکف ابتداء اعتکاف میں ہی یہ تصریح کرلے کہ میں اللہ تعالی کیلئے رمضان المبارک کے عشرۂ اخیرہ کے اعتکاف کی نیت کرتا ہوں، البتہ انتخاب والے دن ووٹ ڈالنے کیلئے پولنگ اسٹیشن پر جاؤں گا، تو اس کیلئے ووٹنگ کیلئے نکلنا جائز ہوگا، پھر ایسے وقت نکلے کہ جاتے ہی ووٹ ڈال سکے، اور فارغ ہوتے ہی مسجد آجائے اور اعتکاف پورا کرے۔(۱)

معتکف کا گھر پر کھانا

مسئلہ (۱۲۲): اگر معتکف کے گھر سے کھانا لانے والا کوئی شخص موجود نہ ہو، تو معتکف اپنا کھانا اپنے مکان پر جا کر کھا سکتا ہے، البتہ کھانے سے فارغ ہوتے ہی مسجد میں آجائے۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : لا يخرج لأكله وشربه ولا لعيادة المريض ولا لصلاة الجنازة ، وفي " الحجة " : ولو شرط وقت النذر والالتزام أن يخرج إلى عيادة المريض وصلاة الجنازة وحضور مجلس العلم يجوز له ذلك . (۲/۳۴۴ ، باب الاعتكاف ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح :ص ۷۰۲، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، الفتاوى الهندية :۲/۲۱۲ ، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، وأما مفسداته)

ما في " درالمنتقى في شرح الملتقى " : ولو شرط في النذر أن يخرج إلى عيادة المريض وصلاة الجنازة وحضور مجلس العلم يجوز ذلك ، كذا في التاتارخانية عن الحجة وعزاه القهستاني للزاهدي . (۱/۳۷۹) (خیر الفتاوی:۴/۱۴۱)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " النهر الفائق " : وأكله أي المعتكف وشربه ونومه ومبايعته أي في المسجد فلو خرج =

معتکف مسجد کے باہر نہ نکلے

مسئلہ (۱۲۳): معتکف کیلئے ضروری ہے کہ مسجد ہی میں رہے اور بلا حاجتِ شرعیہ یاطبعیہ یاضروریہ مسجد سے نہ نکلے، اگر بھول سے بھی مسجد سے نکل گیا تو اعتکاف فاسد ہوجائے گا۔[1]

= لأجلها فسد لعدم الضرورة حتى لو لم يكن الأكل فيه خرج ، وقيل يخرج للأكل والشرب بعد الغروب . (۲/۴۷)

ما فی " البحر الرائق " : قوله : (وأكله وشربه ونومه ومبايعته فيه) يعني يفعل المعتكف هذه الأشياء فی المسجد فإن خرج لأجلها بطل اعتكافه لأنه لا ضرورة إلى الخروج حيث جازت فيه، وفی الفتاوى الظهيرية: وقيل يخرج بعد المغرب للأكل والشرب، وينبغي حمله على ما إذا لم يجد من يأتي له به فحينئذ يكون من الحوائج الضرورة كالبول والغائط .

(۲/۵۳۰ ، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف ، مراقي الفلاح : ص ۷۰۴ ، حاشية الطحطاوی : ص ۷۰۴) (فتاوی محمودیہ:۱۰/۲۶۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الفتاوى الهندية " : فمنها الخروج من المسجد فلا يخرج المعتكف من معتكفه ليلاً ونهاراً إلا بعذرٍ، وإن خرج من غير عذر ساعة فسد اعتكافه فی قول أبی حنيفة رحمه الله تعالى .

(۱/۲۱۲ ، فتاوى قاضيخان على هامش الهندية : ۱/۲۲۲ ، كتاب الصوم، باب الاعتكاف ، الدر المختار مع الشامي: ۳/۳۸۹، كتاب الصوم، باب الاعتكاف ، مجمع الأنهر : ۱/۳۷۸، باب الاعتكاف) (فتاوی محمودیہ:۱۰/۲۷۵،أحسن الفتاوی:۴/۵۰۷)

معتکف ضرورۃً مسجد سے نکل سکتا ہے

مسئلہ (۱۲۴): معتکف حاجت شرعیہ مثلاً نمازِ جمعہ، حاجت طبعیہ مثلاً قضاء حاجت یا غسل واجب کیلئے، یا حاجت ضروریہ مثلاً مسجد کے منہدم ہونے یا اپنی جان ومال پر اندیشہ ہونے کی صورت میں مسجد سے نکل سکتا ہے، البتہ حاجت شرعیہ وطبعیہ میں اپنی حاجت کے پوری ہونے کے بعد بلا تاخیر مسجد میں آجائے، اور حاجتِ ضروریہ میں اسی وقت کسی اور مسجد میں داخل ہوجائے اور اعتکاف پورا کرے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الحديث " : وعن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت : " كان رسول الله ﷺ لا يخرج من معتكفه إلا لحاجة الإنسان ".

(الصحيح للبخاري :ص ۳۵۴، كتاب الاعتكاف، باب لا يدخل البيت إلا لحاجة، رقم الحديث : ۲۰۲۹، الصحيح لمسلم :۹۸/۳، باب الحيض ، رقم الحديث:۲۹۷، دار احياء التراث العربي بيروت)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : ولا يخرج المعتكف من معتكفه ليلاً ولانهاراً إلا بعذر، وإن خرج من غير عذر ساعة فسد اعتكافه في قول أبي حنيفة...... ومن الأعذار: الخروج للغائط والبول وللأداء الجمعة .

(۱۳۲/۲ ، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف ، الفصل الثاني عشر ، مجمع الأنهر: ۳۷۸/۱)

ما في " الدر المنتقى في شرح الملتقى " : ولا يخرج المعتكف من معتكفه إلا لحاجة الإنسان طبيعية كالبول والغائط والغسل لو احتلم ، ولا يمكنه الاغتسال في المسجد ، أو شرعية كالعيد وإلا أذان ، أو الجمعة في وقت يدركها مع أربع سننها ، ولا يلبث بعدها في الجامع أكثر من ذلك..... ومن الضرورة أداء الشهادة ، وقضاء الدين وإجابة السلطان، والخوف على النفس أو المال، وإخراج الظالم له . ذكره القهستاني .

(۳۷۸/۱ ، كتاب الصوم، باب الاعتكاف ، اللباب في شرح الكتاب : ۱۶۳/۱ ، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف ، مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي : ص ۷۰۲/۷۰۳)

معتکف کا دوسرے محلّہ میں تراویح کیلئے جانا

مسئلہ (۱۲۵): اگر کوئی شخص کسی دوسرے محلّہ میں نماز تراویح پڑھا رہا ہو، اور وہ اپنے محلّہ کی مسجد میں اعتکاف کرنا چاہتا ہو، تو وہ تراویح پڑھانے کیلئے جا سکتا ہے، بشرطیکہ اعتکاف میں بیٹھے تو یوں نیت کرلے کہ میں اللہ تعالی کیلئے آخری عشرہ کے اعتکاف کی نذر مانتا ہوں، البتہ تراویح میں قرآن سنانے کیلئے جایا کروں گا، پھر تراویح کے وقت کے بالکل قریب جایا کرے، اور فارغ ہوتے ہی اعتکاف والی مسجد میں آجایا کرے، راستہ میں آتے جاتے وقت کسی جگہ کھڑے نہ ہو۔ (۱)

معتکف ڈاکٹر کا مریض کی تشخیص کرنا

مسئلہ (۱۲۶): اگر کوئی ڈاکٹر حالت اعتکاف میں مریض کی تشخیص اور ادویات تجویز کرے تو جائز ہے، البتہ مسجد میں دوائیاں فروخت نہ کرے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الفتاوی التاتارخانية " : ولا يخرج لأكله وشربه ولا لعيادة المريض ولا لصلاة الجنازة...... وفي الحجة : ولو شرط وقت النذر والالتزام أن يخرج إلى عيادة المريض وصلاة الجنازة وحضور مجلس العلم يجوز له ذلك .

(۱۳۴/۲، باب الاعتكاف ، الفتاوى الهندية : ۲۱۲/۱ ، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، وأما مفسداته ، حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح :ص ۷۰۲، كتاب الصوم، باب الاعتكاف ، الدر المنتقى شرح ملتقى الأبحر: ۳۷۹/۱، باب الاعتكاف) (خیر الفتاوی:۱۴۰/۴)

الحجة على ما قلنا :

ما فی " مجمع الأنهر " : ولا يجوز البيع والشراء في المسجد ، وكذا كره فيه التعليم والكتابة والخياطة بأجر، وكل كره فيه كره في سطحه ، واستثنى البزازى من كراهة التعليم بأجر فيه أن يكون لضرورة .

(۳۷۹/۱ ، الجوهرة النيرة : ۲۱۴/۱ ، حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح : ص ۷۰۴)

(خیر الفتاوی:۱۴۵/۴، فتاوی محمودیہ:۲۷۴/۱)

کتاب الحج

حج کے مسائل

حج کب فرض ہوتا ہے؟

مسئلہ (۱۲۷): بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمارے پاس مثلاً: ۵/ یا ۴/ لاکھ روپئے ہوں گے تو ہی حج فرض ہوگا، جبکہ یہ خیال صحیح نہیں ہے، کیوں کہ حج میں زاد وراحلہ کا اعتبار آدمی کے مناسب حال سے کیا جاتا ہے [۱]، اس کی کوئی متعین مقدار نہیں ہے، لہذا اگر کسی شخص کے پاس اس کے اہل وعیال کی ضروریات اور ادائے قرض کے علاوہ اتنی رقم ہے کہ وہ زاد وراحلہ پر قادر ہے، تو اس پر حج فرض ہوگا، جیسے اگر کوئی شخص حج کمیٹی سے جانے

الحجة علی ما قلنا:

(۱) ما فی" البحر الرائق ": وأطلق فی الزاد فأفاد أنه یعتبر فی حق کل إنسان ما یصح بدنه والناس متفاوتون من ذلک، والراحلة......... یعتبر فی حق کل إنسان ما یبلغه، فمن قدر علی رأس زاملة، وهو المسمیٰ فی عرفنا راکب مقتب وأمکنه السفر علیه وجب.

(۲/۵۴۷/۵۴۸، کتاب الحج)

ما فی " الفقه الحنفی فی ثوبه الجدید ": المعتبر بالاستطاعة فی حق کل واحد ما یلیق بحاله عرفاً وعادةً. (۱/۴۵۱، کتاب الحج، شروط وجوبه)

ما فی " الأشباه والنظائر لإبن نجیم الحنفی": واعتبروا فی الحج الزاد والراحلة المناسبتین للشخص حتی قال فی فتح القدیر: یعتبر فی حق کل إنسان ما یصح معه بدنه، وقالوا: لا یکتفی بالعقبة فی الراحلة، بل لا بد فی الحج من شق محمل أو رأس زاملة. (ص: ۲۹۹)

پر قادر ہے، تو اس پر حج فرض ہوگا[1]، اس کے لئے اتنی رقم پر قادر ہونا ضروری نہیں ہے جو حج ٹور میں لگتی ہے۔

اگر کسی کو حج کا ویزانہ ملے

مسئلہ (۱۲۸): اگر کوئی شخص صاحبِ استطاعت اور صحت مند وتندرست بھی ہو، لیکن کوشش کے باوجود اسے حج کا ویزانہ مل پائے، تو اس کے حق میں وجوبِ ادا کی شرط نہیں پائی جائے گی، اور اس بناء پر حج میں تاخیر کا گناہ بھی نہ ہوگا، تاہم اس پر لازم ہے کہ وہ ہر سال ویزے کی کوشش کرتا رہے، اور زندگی سے مایوس ہونے کے وقت اپنی طرف سے حج کی وصیت کرے۔[2]

---

(۱) مـا فـی " الـفقه الحنفی فی ثوبه الجدید " : تقدر الاستطاعة بنفقة السفر المتوسطة بلا إسراف فيها ولا تقتير فاضلة عن ما لا بد منه من نفقة المسكن وأثاث المنزل ووفاء الدين وفاضلة أيضاً عن نفقة عياله فی غيابه ...... فالذی لا يستطيع السفر بالسيارة مثلاً لا يجب عليه الحج حتى يملك نفقة السفر بالطائرة . (۱/ ۴۵۱، کتاب الحج)

الحجة على ما قلنا :

(۲) مـا فـی " حـاشية الطحطاوي على مراقی الفلاح " : وشرط وجوب الأداء صحة البدن وزوال المانع الحسی عن الذهاب كالحبس وكذا يشترط أن لا يكون خائفاً من سلطان يمنعه .

(ص: ۷۲۸، الشامية : ۸/۳۳، کتاب القضاء، مطلب فی الكلام على الرشوة والهدية)

مـا فـی " تبييـن الـحـقـائـق " : وإنما اشترط دوام العجز لأنه فرض العمر فيعتبر عجز مستوعب لبقية الـعـمر ليقع به اليأس عن الأداء بالبدن، حتى لو احج عن نفسه وهو مريض يكون مراعی، فإن مات به أجزاه وإن تعافى بطل ، وكذا لو أحج عن نفسه وهو محبوس . (۲/ ۴۲۴، فتح القدير: ۳/ ۱۳۴)

اگر عورت پر حج فرض ہو جائے

مسئلہ (۱۲۹): اگر عورت پر حج فرض ہو چکا ہو، اور اس کے ساتھ جانے کیلئے کسی قابلِ اعتماد محرم کا انتظام بھی ہو، تو شوہر اسے سفرِ حج سے منع نہیں کرسکتا، لیکن اگر نفلی حج ہو تو شوہر کو منع کرنے کا حق ہے۔ (۱)

بلا محرم سفر حج کرنا مکروہ تحریمی ہے

مسئلہ (۱۳۰): اگر کوئی عورت بغیر محرم کے دور دراز کا سفر کرکے حج کرنے جائے، اور تمام ارکان ادا کرلے، تو اگرچہ وہ مکروہِ تحریمی کے ارتکاب کی وجہ سے سخت گنہگار

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " المبسوط للسرخسي" : وإن كانت ذات زوج وأرادت أن تخرج لحجة الإسلام مع المحرم فليس للزوج أن يمنعها من الخروج عندنا . (۱۲۳/۴ ، كتاب الحج، باب المحصر)

ما فی " الشامية " : وليس لزوجها منعها عن حجة الإسلام أى إذا كان معها محرم ، وإلا فله منعها كما يمنعها من غير حجة الإسلام . (۴۱۲/۳، مطلب فی قولهم يقدم حق العبد على حق الشرع)

ما فی " المحيط البرهانی " : وإذا محرماً ولا يأذن لها زوجها أن تخرج ، فلها أن تخرج بغير إذنه فی حجة الإسلام دون التطوع ، لأن حق الزوج لا يظهر فی العبادات المفروضة .

(۱۰/۲ ، كتاب المناسک ، الفصل الأول فی بيان شرائط الوجوب ، الفتاوى الهندية : ۲۱۹/۱ ،كتاب المناسک ، الباب الأول فی تفسير الحج وفرضيته)

ما فی " الحديث " : عن عمران بن الحصين رضی الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق " . (المعجم الأوسط للطبراني:۲۰۰/۳، رقم الحديث: ۴۳۲۲)

ما فی " قواعد الفقه " : بقاعدة فقهية : لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق .

(قواعد الفقه: ص ۱۰۶ ، المادة: ۲۵۳) . (فتاوی امارت شرعیہ:۲۱۶/۳)

ہوگی، کیوں کہ عورت کا محرم کے ساتھ سفر حج پر جانا ضروری ہے (۱)، لیکن اس کا حج فرض ادا ہو جائے گا، کیوں کہ معاصی طاعات کیلئے مانع نہیں ہوتی ہیں۔ (۲)

داماد، ساس کے ساتھ سفر حج کر سکتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۱۳۱): داماد اپنی ساس کیلئے محرم ہے، اس لیے ساس کا اپنے داماد کے ساتھ سفرِ حج کرنا جائز ہے، لیکن اگر ساس جوان ہے، عمر میں زیادہ تفاوت نہیں ہے، اور داماد یا ساس کے اخلاق وعادات قابل اطمینان نہیں ہیں، اور فتنہ کا اندیشہ ہے، تو ایسی صورت میں ساس کا داماد کے ساتھ سفرِ حج کرنا مناسب نہیں ہے۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الحديث النبوی " : عن عبد الله بن عمر رضی الله تعالى عنهما عن النبی ﷺ قال : " لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر تسافر مسيرة ثلاث ليال إلا ومعها ذو محرم".

(الصحيح لمسلم : ۱/۴۳۳، باب سفر المرأة مع محرم إلى حج وغيره)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : والمحرم فی حق المرأة شرط، شابة كانت أو عجوزة ، إذا كانت بينها وبين مكة مسيرة ثلاثة أيام . (۲/۱۴۹)

ما في " المبسوط للسرخسی " : ان المرأة لا يجوز لها أن تخرج لسفر الحج إلا مع محرم أو زوج . (۴/۱۲۲)

ما في " الشامية " : ولو حجت بلا محرم جاز مع الكراهة أي التحريمة للنهی لحديث ابن عمر .

(۳/۴۱۲، مجمع الأنهر : ۱/۳۸۶)

(۲) ما في " مجمع الأنهر " : لأن المعاصی لا تمنع الطاعات . (۱/۳۸۵)

الحجة على ما قلنا :

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿حرمت عليكم أمهاتكم وبناتكم وأخواتكم وعماتكم وخٰلتكم وبنات الأخ وبنات الأخت وأمهاتكم التی أرضعنكم وأخواتكم من الرضاعة وأمهات نسائكم﴾ .

(سورة النساء : ۲۳)=

عورت پاکباز محرم کے ساتھ سفر حج کرے

مسئلہ (۱۳۲): عورت کے ساتھ جانے والا محرم ایسا ہونا چاہیے جو خود ثقہ اور پاکباز ہو، اگر عورت مامون نہ ہو، یا اس محرم کے ساتھ جانے میں فتنہ کا اندیشہ ہو تو اس کے ساتھ حج کو جانا عورت کے لیے جائز نہ ہوگا۔ (۱)

= ما فی " الشامية " : والمحرم من لا يجوز له مناكحتها على التأبيد لقرابة أو رضاع أو صهرية .
(۳/ ۴۱۱، كتاب الحج ، مطلب يقدم حق العبد)

ما فی " الفتاوی الولوالجية " : صفة المحرم كل من لا تجوز له مناكحتها على التأبيد برضاع أو قرابة أو صهرية ، لأن المحرمية تزيل التهمة .
(۱/ ۲۵۳، الفصل الأول فی شرائط وجوب الحج ، الاختيار لتعليل المختار : ۱/ ۲۰۰، الفتاوی الهندية : ۱/ ۲۱۹، كتاب المناسک ، الباب الأول فی تفسير الحج)

ما فی " فتح القدير " : ولها أن تخرج مع كل محرم سواء كان بنسب أو رضاع أو صهرية .
(۲/ ۴۲۸، كتاب الحج)

ما فی " الشامية " : قلت : ويؤيد كراهة الخلوة بها كالصهرية الشابة فينبغي استثناء الصهرية الشابة هنا ، لأن السفر كالخلوة . (۳/ ۴۱۱ ، كتاب الحج ، مطلب يقدم حق العبد على حق الشرع) . (فتاوی رحیمیہ: ۸/ ۶۳، کتاب الفتاوی: ۴/ ۴۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " تنوير الأبصار وشرحه مع الشامية " : ومع زوج أو محرم بالغ عاقل ، والمراهق كبالغ غير مجوسی ولا فاسق لعدم حفظهما . (۳/ ۴۱۱، مطلب يقدم حق العبد على حق الشرع)

ما فی " البحر الرائق " : ويشترط فی حج المرأة من سفر زوج أو محرم بالغ عاقل غير مجوسی ولا فاسق مع النفقة عليه . (۲/ ۵۵۲، كتاب الحج، مكتبه دار الكتاب ديوبند) =

حالتِ احرام میں شوہر کا انتقال ہوجائے

مسئلہ (۱۳۳): اگر میاں بیوی ساتھ میں حج یا عمرہ کرنے جائیں، اور مکہ مکرمہ پہونچنے کے بعد حج یا عمرہ کے ارکان ادا کرنے سے پہلے شوہر کا انتقال ہوجائے، تو باتفاق ائمہ ثلاثہ اس عورت کے لیے بلامحرم عدت کی حالت میں حج یا عمرہ کے ارکان ادا کرکے تکمیلِ حج یا عمرہ کرنا بلاکراہت جائز ہے۔ (۱)

= ما فی '' النهر الفائق '' : وبشرط محرم وهو من لا يجوز له مناكحتها على التأبيد بقرابة أو رضاع أو صهرية مسلماً إلا أن يكون فاسقاً .
(۲/۵۷، كتاب الحج ، الفقه الحنفي في ثوبه الجديد : ۱/۴۵۴، كتاب الحج ، شروط أدائه)
ما فی '' الفتاوى التاتارخانية '' : قال القدوری فی شرحه : إلا أن يكون مجوساً يعتقد إباحة مناكحتها فلا تسافر معه ، وكذا المسلم إذا لم يكن مأموناً لا تسافر معه . (۲/۱۴۹، كتاب الحج)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی ''بدائع الصنائع '' : وأما شرائط فرضيته نوعان : نوع يعم الرجال والنساء، ونوع يخص النساء ، وأما الذی يخص بالنساء فشرطان : أحدهما أن يكون معها زوجها أو محرم لها ، والثانی أن لا تكون معتدة عن طلاق أو وفاة، ..... وإن لزمتها بعد الخروج إلى السفر وهی مسافرة ، وإن كان إلى مكة أقل من مدة سفر ، وإلى منزلها مدة سفر ، مضت إلى مكة ، لأنها لا تحتاج إلى المحرم فی أقل من مدة السفر . (۳/۵۴.۵۷، كتاب الحج ، فصل فی شرائطه)
ما فی '' الفتاوى التاتارخانية '' : وإن كان بينها وبين منزلها مسيرة سفر فصاعداً ، وبينها وبين مكة دون ذلک فعليها أن تمضی عليها . (۲/۱۴۹/۱۵۰، كتاب الحج ، الفصل الأول)
= ما فی '' البحر العميق فی مناسک المعتمر الحاج '' : وإن كان بائناً أو مات عنها ..... وإن كان إلى مكة أقل من مدة سفر وإلى منزلها مدة سفر مضت إلى مكة .
(۱/۴۱۰، الباب الثالث فی مناسک الحج)=

بار بار حج وعمرہ کرنا

مسئلہ (۱۳۴): حج پر حج اور عمرہ پر عمرہ کرنا بلا شبہ جائز اور درست ہے، تاہم اگر کوئی فقیر حالتِ اضطرار میں ہو، یا ضرورت مند رشتہ دار ہو، یا آلِ بیتِ رسول اور اہلِ صلاح میں سے کوئی زیادہ محتاج اور ضرورت مند ہو، تو ان کی مالی امداد کرنا نفلی حج سے زیادہ بہتر ہے[1]،

= ما فی " نوازل فقهية معاصرة " : (والعدة لا تمنع صاحبتها عن العبادة وأفعال الحج إلا السفر، والفقهاء الأحناف استخرجوا أحكامها فی تلک الخليفة ..... منها وإن كانت مسافة مكة أقل من مسافة السفر، فهی تستمر فی سفر الحج) ...... وفی عصرنا هذا تعرض مشكلات قانونية بعد الخروج من حدود دولتنا قبل الدخول فی مكة ، وبسببها لا يمكن الإقامة ولا يسهل الرجوع من السفر، ثم المستزاد على ذلک أن فی ركب الحج يكون عدد كبير من النساء المؤمنات، فيقل خوف الفتنة فی ركب الحج يكون عدد كبير من النساء المؤمنات، فيقل خوف الفتنة فی كون امرأة معهن، فإن خرجت من الهند ثم توفی زوجها فينبغی أن يجوز أن تكمل سفر الحج معهن ، ويؤخذ قول الإمام الشافعی فی هذا الصدد حيث قال : يجوز لها الحج إذا خرجت فی رفقة ومعها نساء ثقات لحصول الأمن بالمرافقة . (ص: ۲۱۰/ ۲۱۱، وفاة الزوج فی سفر الحج)

(جدید فقہی مسائل: ۲/۲۰۳/۲۰۴، انوار رحمت مؤلفہ مفتی شبیر احمد القاسمی: ص۶۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الشامية " : ورجح فی البزازية أفضلية الحج حيث قال : الصدقة أفضل من الحج تطوعاً...... وإذا كان الفقير مضطراً أو من أهل الصلاح أو من آل بيت النبی صلى الله عليه وسلم فقد يكون إكرامه أفضل من حجات وعمر وبناء ربط .

(۴/ ۴۱، كتاب الحج، مطلب فی تفضيل الحج على الصدقة)

ما فی " منحة الخالق على البحر الرائق " : قلت : قد يقال ان صدقة التطوع فی زماننا أفضل لما يلزم الحاج غالباً من ارتكاب المحظورات ومشاهدته لفواحش المنكرات وشح عامة الناس =

جبکہ عام حالات میں نفلی حج کرنا افضل وبہتر ہے۔(۱)

مالِ حرام سے حج کرنا

مسئلہ (۱۳۵): حج جیسی عظیم عبادت میں مالِ حرام استعمال کرنا انتہائی بری بات ہے(۲)، حدیث شریف میں ہے کہ ''جب کوئی شخص مالِ حرام سے حج کرتا ہے اور لبیک

= بالصدقات وترکهم الفقراء والأیتام فی حسرات ولا سیما فی أیام الغلاء وضیق الأوقات وبتعدی النفع تتضاعف الحسنات . (۲/۵۴۴، کتاب الحج)

ما فی " الفتاوی التاتارخانیة " : إذا حج الرجل مرة ثم أراد أن یحج مرة أخری، فالحج مرة أخری أفضل له أم الصدقة ؟ فالمختار أن الصدقة أفضل له . (۲/۲۴۱، کتاب الحج، الفصل التاسع عشر)

(۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن جابر رضی الله تعالی عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " أدیموا الحج والعمرة فإنهما ینفیان الفقر والذنوب کما ینفی الکیر خبث الحدید ".

(المعجم الأوسط للطبراني:۳/۱۱۴) (فتاوی حقانیہ:۴/۲۲۶، کتاب الفتاوی:۴/۱۲۳)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی " الشامیة " : ان الحج نفسه الذی هو زیارة مکان مخصوص الخ . لیس حراماً ، بل الحرام هو إنفاق المال الحرام ، ولا تلازم بینهما، کما أن الصلاة فی الأرض المغصوبة تقع فرضاً، وإنما الحرام شغل المکان المغصوب، لا من حیث کون الفعل صلاة، لأن الفرض لا یمکن اتصافه بالحرمة، وهنا کذلک فإن الحج فی نفسه مامور به ، وإنما یحرم من حیث الإنفاق ....

ولذا قال فی " البحر ": ویجتهد فی تحصیل نفقة حلال، فإنه لا یقبل بالنفقة الحرام کما ورد فی الحدیث، مع أنه یقسط عنه معها ولا تنافی بین سقوطه وعدم قبوله ، فلا یثاب لعدم القبول ، ولا یعاقب عقاب تارک الحج. (۳/۴۰۲ ، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام ، البحر الرائق: ۲/۵۴۱ ، کتاب الحج ، فتح القدیر : ۲/۴۱۲ ، الفتاوی الهندیة : ۱/۲۲۰، کتاب المناسک) =

پکارتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے منادی جواب دیتا ہے، تیرا حاضر ہونا نا مبارک ہو، تیرے لئے نیک بختی نہ ہو، تیرا زاد و توشہ حرام ہے، چنانچہ تیرا یہ حج مردود ہے"(۱)۔ تاہم اگر کسی نے مالِ حرام سے حج کرلیا تو فریضۂ حج ساقط ہو جائے گا، کیوں کہ معاصی طاعات کیلئے مانع نہیں ہیں(۲)، البتہ ثواب نہیں ملے گا۔

سالی کا اپنے بہنوئی کے ساتھ حج وعمرہ کا سفر کرنا

مسئلہ (۱۳۶): بعض لوگ اپنی بیوی کے ساتھ اس کی بہن یعنی اپنی سالی کو سفرِ حج یا عمرہ پر لے جاتے ہیں، اور اپنے آپ کو اس کا محرم خیال کرتے ہیں، جبکہ وہ شرعاً محرم نہیں ہیں، کیوں کہ محرمِ شرعی ایسا شخص ہے جس کا نکاح عورت کے ساتھ ہمیشہ کیلئے حرام ہو(۳)،

= (۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن أبي هريرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " إذا خرج الرجل حاجاً بالنفقة الخبيثة ، فوضع رجله فی غرز ، فنادی لبیک ، ناداه منادٍ من السماء : لا لبیک ، ولا سعدیک ، زادک حرام ، ونفقتک حرام ، وحجک غیر مبرور ".

(المعجم الأوسط للطبرانی: ۴/۶۶ ، رقم الحدیث: ۵۲۲۸)

(۲) ما فی " مجمع الأنهر " : وفیه إشارة إلی أنه لا یجب بالمال حرام ، لکن لو حج به جاز ، لأن المعاصی لا یمنع الطاعات . (۱/۳۸۶، کتاب الحج)

(فتاوی محمودیہ: ۱۰/۳۱۰، فتاوی دارالعلوم: ۶/۵۱۶، فتاوی رحیمیہ: ۸/۴۷)

الحجة علی ما قلنا :

(۳) ما فی "الشامیة " : والمحرم من لا یجوز له مناکحتها علی التأبید بقرابة أو رضاع أو بصهرية .

(۳/۴۱۱ ، کتاب الحج ، مطلب یقدم حق العبد علی حق الشرع ، الفتاوی الولوالجیة : ۱/۲۵۳ ، الاختیار لتعلیل المختار : ۱/۲۰۰ ، الفتاوی الهندیة : ۱/۲۱۹ ، کتاب المناسک) =

حالانکہ سالی ہمیشہ کیلئے حرام نہیں ہے، اس لیے کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیدے، یا بیوی کا انتقال ہوجائے، تو اس کیلئے اپنی سالی سے نکاح کرنا جائز ہوتا ہے (۱)، معلوم ہوا کہ بہنوئی سالی کیلئے محرم نہیں ہے، لہذا سالی کا اپنے بہنوئی کے ساتھ حج وعمرہ کا سفر کرنا جائز نہیں ہے۔ (۲)

قانون کی خلاف ورزی کر کے حج کرنا

مسئلہ (۱۳۷): حج کے دنوں میں سعودی گورنمنٹ وہاں کام کرنے والوں کو حج کرنے کی اجازت اسی صورت میں دیتی ہے، جبکہ وہ کسی حج گروپ کے ساتھ تأشیرہ (Visa) بنوالے، جس کی فیس تقریباً، 1600/ ریال ہوتی ہیں، لیکن زیادہ تر لوگ ٹیکسی ڈرائیور یا دوسری پرائیویٹ کار کے ڈرائیور کے ساتھ، 150/ یا 200، ریال میں معاملہ طے

= (۱) ما فی " مجمع الأنهر " : أما لو ماتت المرأة فتنزوج بأختها بعد يوم جاز.

(۱/۴۷۸، كتاب النكاح، باب المحرمات)

ما فی " الدر المنتقى فی شرح الملتقى مع المجمع" : ولو ماتت الزوجة فلزوجها التزوج بأختها يوم الموت .

(۱/۴۷۸، كتاب النكاح، باب المحرمات)

(۲) ما فی " الحديث النبوی " : عن نافع عن عبد الله بن عمر عن النبی ﷺ قال : " لا يحل لإمرأة تؤمن بالله واليوم الآخر تسافر مسيرة ثلاث ليال إلا ومعها ذو محرم ".

(الصحيح لمسلم : ۱/۴۳۳، أبواب الحج ، باب سفر المرأة مع محرم إلى الحج وغيره)

ما فی " الحديث النبوی " : عن ابن عباس رضی الله تعالى عنه قال : قال النبی ﷺ : " لا تحجن امرأة إلا ومعها ذومحرم " . (السنن الدارقطنی: ۲/۱۹۹ ، كتاب الحج، رقم الحديث : ۲۴۱۷)

(فتاوی رحیمیہ: ۸/۵۵)

کر لیتے ہیں، اور یہ ٹیکسی ڈرائیوران کو کسی ایسے راستے سے جہاں چیک پوسٹ نہ ہو، یا ہو مگر ان کے ساتھ ان کی جان پہچان ہے، یا لین دین طے کر کے ان لوگوں کو مکہ مکرمہ پہونچا دیتے ہیں، جو قانونی جرم ہے، اس طرح حج وعمرہ ادا تو ہو جائے گا[1] مگر ملکی قانون کی خلاف ورزی کرنے کا گناہ لازم ہوگا، کیوں کہ حاکم کے ایسے حکم کی اطاعت لازم ہے، جس سے حاکمِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی لازم نہ آتی ہو۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " مجمع الأنهر " : لأن المعاصی لا تمنع الطاعات . (۳۸۶/۱، کتاب الحج)

(۲) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿یآیها الذین آمنوا أطیعوا الله وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم ﴾.

(سورة النساء : ۵۹)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما عن النبی ﷺ قال : " السمع والطاعة علی المرء المسلم فیما أحب وکره، ما یؤمر بمعصیة ".

(صحیح البخاری : ۱۰۵۷/۲ ، کتاب الأحکام ، باب السمع والطاعة للإمام ، رقم الحدیث: ۷۱۴۴)

ما فی " فتح الباری " : إنما قیده (أی فی ترجمة الباب) بالإمام ، وإن کان فی أحادیث الباب الأمر بالطاعة لکل أمیر ولو لم یکن إماماً ، لأن محل الأمر بطاعة الأمیر أن یکون مؤمراً من قبل الإمام .

(۱۵۱/۱۳)

ما فی " الشامیة " : قال فی المعراج : لأن طاعة الإمام فیما لیس بمعصیة واجبة .

(۵۳/۳، باب العیدین، مطلب تجب طاعة الإمام الخ)

ما فی " التنویر وشرحه مع الشامیة " : لأن طاعة الإمام فیما لیس بمعصیة فرض .

(۴۱۶/۶، کتاب الجهاد، باب البغاة، مطلب فی وجوب طاعة الإمام)

ولدیت اور سکونت غلط لکھوا کر حج پر جانا

مسئلہ (۱۳۸): اگر کوئی شخص اپنے صوبہ کا حج کوٹہ ختم ہوجانے کی وجہ سے دوسرے صوبہ سے اپنا نام، ولدیت اور سکونت غلط لکھوا کر حج کو جانا چاہے، تو اس کا یہ عمل جائز نہیں ہے، تاہم اگر اس طرح حج کرلیا تو حج ہوجائے گا[1]، البتہ جھوٹ اور غلط بیانی کا گناہ لازم آئے گا۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " مجمع الأنهر " : لأن المعاصی لا تمنع الطاعات . (۱/۳۸۶، کتاب الحج)

(۲) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿یآیها الذین آمنوا اتقوا الله وقولوا قولاً سدیداً﴾ .

(سورة الأحزاب: ۷۰)

ما فی" التفسیر الکبیر للرازی" : أرشدهم إلی ما ینبغی أن یصدر منهم من الأفعال والأقوال ، أما الأفعال فالخیر، وأما الأقوال فالحق، لأن من أتی بالخیر وترک الشر فقد اتقی الله ، ومن قال الصدق قال قولاً سدیداً . (۹/۱۸۶)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن أنس بن مالک عن النبی ﷺ قال : " تقبلوا لی ستاً أتقبل لکم بالجنة، قالوا : ما هي؟ قال : " إذا حدث أحدکم فلا یکذب، وإذا وعد فلا یخلف، وإذا ائتمن فلا یخن، وغضوا أبصارکم، وکفوا أیدیکم وفروجکم" .

(مجمع الزوائد : ۱۰/۳۹۳، رقم الحدیث: ۱۸۱۹۶)

ما فی " الصحیح لمسلم" : عن عبد الله بن مسعود قال : قال رسول الله ﷺ : " إن الصدق یهدی إلی البر، وإن البر یهدي إلی الجنة .... وإن الکذب یهدي إلی الفجور، وإن الفجور یهدي إلی النار"الخ. (۲/۳۲۵، باب قبح الکذب وحسن الصدق وفضله)

(کفایت المفتی: ۴/۳۳۹-۳۵۴)

اپنے حج سے پہلے والدین کو حج کرانا

مسئلہ (۱۳۹): بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک والدین کو حج نہیں کرائیں گے خود ان کا حج ادا نہ ہوگا، یہ خیال غلط ہے، جب خود کسی پر حج فرض ہے، تو والدین کو حج کرانے سے اس کا فرض حج ادا نہیں ہوگا، اس کو خود اپنا فرض حج ادا کرنا لازم ہے(۱)، البتہ اگر اتنی استطاعت ہو کہ والدین کو بھی اپنے ساتھ لے جا سکتا ہے، تو والدین کو اپنے ہمراہ لے جائے، اس لیے کہ والدین کو حج کرانا بڑی سعادت کی بات ہے۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا﴾ . (آل عمران: ۹۷)

مـا فـی " الحدیث النبوی " : عن ابن عمر رضی الله تعالى عنهما قال : جاء رجل إلى النبی ﷺ فقال : " یا رسول الله ! ما یوجب الحج ؟ قال: الزاد والراحلة".

(السنن للترمذی : ۱/ ۱۶۸ ، أبواب الحج ، باب ما جاء فی إيجاب الحج)

مـا فـی " الشـامیة " : قـولـه : (ذی زاد وراحـلة) أفـاد أنه لا یجب إلا بـملک الزاد وملک أجرة الراحلة . (۳/ ۴۰۶، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام)

مـا فـی " کـنـز الدقائق مع تبیین الحقائق " : فرض مرة على الفور بشرط حرية وبلوغ وعقل وصحة وقدرة زاد وراحلة فضلت عن مسکنه وعما لا بد منه ونفقة ذهابه وإيابه وعياله . (۲/ ۲۳۵، کتاب الحج)

(۲) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿وقضى ربک ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحساناً﴾ . (سورة الإسراء: ۲۳)

مـا فـی " التفسیر الکبیر للرازی " : قال: (إحساناً) والمعنى وقضى ربک أن تحسنوا إلى الوالدين إحساناً عظيماً كاملاً ، وذلک لأنه لما كان إحسانهما إليک قد بلغ الغاية العظيمة وجب أن يكون إحسانک إليهما كذلک . (۷/ ۳۲۳)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن عبد الله بن مسعود قال : سألت النبی ﷺ : " أي العمل أحب إلى الله ؟ قال : الصلاة على وقتها، قال: ثم أی؟ قال : ثم بر الوالدين ، قال : ثم أی؟ قال : الجهاد فی سبيل الله " . الحديث (صحيح البخاری : ۱/ ۷۶ ، کتاب مواقیت الصلاة)

(فتاوی محمودیہ: ۱۰/ ۳۰۴، فتاوی رحیمیہ: ۸/ ۴۶، فتاوی دار العلوم: ۶/ ۵۴۱)

حالت احرام میں ایک دوسرے کا حلق کرنا

مسئلہ (۱۴۰): حج یا عمرہ کرنے والے حضرات حلق سے پہلے کے تمام ارکان سے فارغ ہو چکے ہوں، اوراب صرف حلق ہی باقی ہو، تو اس وقت ایک محرم اپنا حلق کرانے سے پہلے دوسرے محرم کا حلق کرسکتا ہے۔(۱)

حجاج کرام کی خدمت کے ساتھ ساتھ حج کرنا

مسئلہ (۱۴۱): ہندوستانی حکومت بعض لوگوں کو حجاج کرام کی خدمت کیلئے مکہ مکرمہ بھیجتی ہے، اگر یہ لوگ اپنی مقررہ ڈیوٹی کے ساتھ ساتھ مناسکِ حج پوری طرح ادا کرلیں تو ان کا فرض حج ادا ہوجائے گا، پھر استطاعت کے بعد دوبارہ ان پر حج فرض نہیں ہوگا، کیوں کہ حج زندگی میں ایک بار ہی فرض ہوتا ہے، اور وہ ان کی طرف سے ادا ہو چکا۔(۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی ” المناسک لملا علی القاری “ : وإذا حلق أی المحرم رأسه أی رأس نفسه أو رأس غیره ، أی ولو کان محرما عند جواز التحلل أی الخروج من الإحرام بأداء أفعال النسک لم یلزمه شيء ، والأولیٰ لم یلزمهما شيء ، وهذا حکم یعم کل محرم فی کل وقت .

(ص: ۲۳۰ ، بحواله فتاوی محمودیه : ۱۰/ ۳۴۶، غنیة المناسک :ص۹۳)

(بحوالہ فتاوی رحیمیہ :۸/ ۹۹،أحسن الفتاوی:۴/ ۵۲۲، کتاب الفتاوی:۴/ ۳۸)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی ” أحکام القرآن للتهانوی “ : قال الشیخ ظفر أحمد التهانوی تحت قوله تعالی : ﴿لیس علیکم جناح أن تبتغوا فضلاً من ربکم﴾ وقد روی مرفوعاً قال أحمد : حدثنا أسباط حدثنا الحسن بن عمرو العقیمی عن أبی أمامة التیمی قال : قلت لإبن عمر : إنا نکری فهل لنا من حج؟ قال : =

حج کے موسم میں خرید وفروخت کرنا

مسئلہ (۱۴۲): حج کے موسم میں خرید وفروخت کرنا جائز ہے[1]، اگر حج وعمرہ کرنے والے حضرات حرمین سے اس لیے خریداری کرتے ہیں کہ حرمین مبعثِ نبوی ﷺ ہے[2]، اور یہاں کے لوگ حرمین کی طرف منسوب ہیں، اس لیے ان کا فائدہ ہوجائے، تو

= أليس تطوفون وتأتون بالمعروف وترمون الجمار، وتحلقون رؤوسكم؟ قال : قلنا : بلى؛ فقال ابن عمر: جاء رجل إلى النبى ﷺ فسأله عن الذى سألتنى فلم يجبه حتى نزل عليه جبرئيل بهذه الآية :﴿ليس عليكم جناح أن تبتغوا فضلا من ربكم﴾ فدعاه النبى ﷺ فقال : أنتم حجاج .... قال الجصاص: وروى سعيد بن جبير عن ابن عباس قال : أتانى رجل فقال : إنى آجرت نفسى من قوم على أن أخدمهم يحجون بى، فهل لى من حج؟ فقال ابن عباس : هذا من الذين قال الله تعالى : ﴿لهم نصيب مما كسبوا﴾ . (۱/ ۳۵۱)

ما فى " مجمع الأنهر " : ولو حج الفقير ثم استغنى لم يحج ثانياً لأن شرط الوجوب التمكن من الوصول إلى موضع الأداء ، ألا ترى أن المال لا يشترط فى حق المكى . (۱/ ۳۸۴، كتاب الحج، الفتاوى التاتارخانية : ۲/ ۱۵۰ ، الفتاوى الهندية: ۱/ ۲۱۷ ، كتاب المناسك، الباب الأول)

ما فى " بدائع الصنائع " : ومنها أن لا يجب فى العمر إلا مرة واحدة ، بخلاف الصلاة والصوم والزكوة . (۲/ ۲۹۱ ، كتاب الحج، فصل وأما كيفية فرضه)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/ ۳۰۷، فتاویٰ حقانیہ: ۴/ ۲۱۵، کتاب الفتاویٰ: ۴/ ۱۰۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فى " الحديث النبوى " : قال ابن عباس : " كان ذو المجاز وعكاظ متجر الناس فى الجاهلية ، فلما جاء الإسلام كأنهم كرهوا ذلك حتى نزلت : ﴿ليس عليكم جناح أن تبتغوا فضلاً من ربكم فى مواسم الحج﴾ " . (صحيح البخارى : ۱/ ۲۳۸ ، كتاب الحج ، باب التجار فى أيام الموسم)

(۲) ما فى " الحديث النبوى " : عن ابن عباس رضى الله عنه قال :" أنزل على رسول الله ﷺ وهو ابن أربعين فمكث بمكة ثلاث عشرة سنة ثم أمر بالهجرة ، فهاجر إلى المدينة ، فمكث بها عشر سنين ، ثم توفى ﷺ " . (صحيح البخارى : ۱/ ۵۴۳، باب مبعث النبى ﷺ) =

امید ہے کہ اللہ رب العزت اس نسبت کے احترام میں انہیں ثواب عطاء فرمائیں، لیکن اتنی بات یاد رہے کہ اسراف اور فضول خرچی کا حکم ہر جگہ یکساں ہے، جبکہ حرم میں معصیت کا گناہ اور بڑھ جاتا ہے[۱]، اس لیے اسراف سے بچنا لازم ہے۔[۲]

کیا جمعہ کے دن ہونے والا حج، حجِ اکبری ہوتا ہے؟

مسئلہ (۱۴۳): جو حج جمعہ کو ہوتا ہے عام لوگ اسے حجِ اکبری کہتے ہیں، جبکہ قرآن کریم میں حج اکبر کا لفظ عمرہ کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے، یعنی عمرہ حجِ اصغر اور حج، حجِ اکبر ہے، یہی قول امام زہری، اما شعبی اور حضرت عطاء رحمہم اللہ کا ہے۔[۳]

باقی رہا یہ کہ جس حج میں وقوف عرفہ جمعہ کے دن ہو، وہ فضیلت میں اس حج سے ستر گنا زیادہ ہے جس کا وقوف عرفہ غیر جمعہ میں ہو، اس طرح کی روایت بعض معتبر کتابوں میں ملتی ہے، جیسے ''نور الایضاح''[۴] اور ''درمختار''۔

= ما فی "صحیح البخاري" : " إنما الأعمال بالنیات " . (۱/۲، باب بدء الوحي)

ما فی " الأشباه والنظائر " : بقاعدة فقهية : الأمور بمقاصدها . (۱/۱۱۳)

(۱) ما فی " روح المعانی " : لأن العمل فی الحرم أفضل ، والخطيئة فيه أعظم. (۱۰/۲۰۹)

(۲) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿ولا تسرفوا إن الله لا يحب المسرفين﴾ . (سورة الأنعام : ۱۴۱)

الحجة على ما قلنا :

(۳) ما فی " الشامية " : وقال الزهری والشعبی وعطاء : الأكبر الحج ، والأصغر العمرة .

(۴/۴۲، کتاب الحج، مطلب فی الحج الأكبر)

(۴) ما فی " الشامية " : وقد صح عن رسول الله ﷺ أنه قال : أفضل الأيام يوم عرفة، إذا وافق جمعة وهو أفضل من سبعين حجة فی غير جمعة . (۴/۴۲، کتاب الحج، مطلب فی وقفة الجمعة) =

لیکن علامہ شامیؒ نے مناویؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ بعض حفاظ حدیث نے اس حدیث کو بے بنیاد اور باطل کہا ہے۔ [۱]

اسی طرح علامہ ابن قیم جوزیؒ فرماتے ہیں کہ جو بات عام لوگوں کی زبان زد ہے کہ جو حج جمعہ کے دن ہو، وہ غیر جمعہ میں ہونے والے بہتّر حج کے برابر ہے، یہ باطل اور بے بنیاد ہے، اس کا آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب وتابعین میں سے کسی سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ [۲]

نیز شیخ محمد بن صالح العثیمین اس طرح کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سے اس طرح کی کوئی روایت وارد نہیں ہے۔ [۳]

البتہ اتنی بات تو کہی جاسکتی ہے کہ جو حج جمعہ کو ہو اس میں کئی اعتبار سے خیر ہے، مثلاً:

۱/ آپ ﷺ نے جو حج فرمایا تھا وہ بھی جمعہ کو ہوا تھا۔

۲/ جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ بندہ اس گھڑی میں جو بھی دعاء کرتا ہے وہ قبول ہوتی ہے۔

---

(۱) ما في " الشامية " :قال ابن عابدين الشاميؒ : لكن نقل المناوی عن بعض الحفاظ أن هذا حديث باطل لا أصل له .

(۴۲/۴، كتاب الحج، مطلب فی وقفة الجمعة، فيض القدير للشيخ عبد الرؤف المناوی : ۲۸/۲)

(۲) ما فی " اتحاف السادة المتقين للزبيدی " : وأما ما استفاض على ألسنة العوام أنها تعدل ثنتين وسبعين حجة فباطل لا أصل له عن رسول الله ﷺ ، ولا من أخذ من الصحابة والتابعين .

(۲۷۴/۴، زاد المعاد: ۶۵/۱)

(۳) فتاوی اللجنة الدائمة : ۲۱۱/۲۱۰/۱۱) (نیز دیکھئے:.www.maktaba.org/vb)=

۳/ یوم عرفہ عید ہے اور یوم جمعہ بھی عید ہے، جب دو عیدیں جمع ہوگئیں تو اس میں خیر ہے۔[1]

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جمعہ کے دن حج کی فضیلت تو ہے، مگر اس کو حج اکبری کہنا معتبر وصحیح نہیں ہے۔

حج بدل کرنے والے پر اس کا اپنا فرض حج باقی رہے گا

مسئلہ (۱۴۴): جس شخص نے کسی کی جانب سے حج بدل کیا ہو، تو یہ حج، حجِ بدل کرانے والے کی طرف سے ہی ادا ہوگا، نہ کہ حج بدل کرنے والے کی طرف سے، لہذا اس پر اپنا فرض حج باقی رہے گا، اور اس پر اس کی ادائیگی لازم ہوگی[2]، نیز ایسے شخص کو جس پر حج فرض ہو چکا ہو، اور اس نے اب تک اپنا فرض حج ادا نہ کیا ہو، حج بدل کیلئے بھیجنا مکروہ تنزیہی اور اس شخص کا جانا مکروہ تحریمی ہے، گر چہ اس صورت میں حج بدل کروانے والے کا حج

= (۱) ما فی " فیض القدیر للمناوي " : یوم الجمعة : لما له من الفضائل التی لم تجتمع لغیره فمنها أن فیه ساعة محققة الإجابة ، وموافقته یوم وقفة المصطفی ﷺ واجتماع الخلائق فیه في الأقطار للخطبة والصلاة ، ولأنه یوم عید کما فی الخبر لموافقته یوم الجمع الأکبر والموقف الأعظم یوم القیامة . (۲/ ۲۸، مکتبة دار المعرفة بیروت ، لبنان) (فتاوی رحیمیہ: ۸/ ۳۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی " الفتاوی الهندیة " : الصحیح من المذهب فیمن حج عن غیره أن أصل الحج یقع عن المحجوج عنه ولهذا لا یسقط به الفرض عن المأمور.

(۱/ ۲۵۷، الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر)=

ہوجائے گا، حج بدل کیلئے ایسے شخص کو بھیجنا جس نے اپنا فرض حج ادا کرلیا ہو، اور احکام حج سے بھی پوری طرح واقف ہو، اولیٰ اور افضل ہے۔ (۱)

احرام کیسے رنگ کا ہونا چاہیے؟

مسئلہ (۱۴۵): آج کل احرام کیلئے سفید رنگ کو ضروری سمجھا جاتا ہے، یہ غلط ہے، بلکہ دوسرے رنگ کا احرام بھی باندھا جاسکتا ہے، البتہ افضل اور بہتر یہ ہے کہ احرام سفید رنگ کا ہو۔ (۲)

= (۱) ما فی " البحر الرائق شرح كنز الدقائق " : ثم المصنف لم يقيد الحاج عن الغير بشيء ليفيد أنه يجوز إحجاج الضرورة ، وهو الذى لم يحج أولاً عن نفسه لكنه مكروه كما صرحوا به ، واختار فى فتح القدير أنها كراهة تحريم للنهى الوارد فى ذلك............. والأفضل إحجاج الحر العالم بالمناسك الذى حج عن نفسه ، قال العلامة الشيخ محمد ابن عابدين بن عمر فى حاشية منحة الخالق : (واختار فى فتح القدير أنها كراهة تحريم) ظاهره أن كلام الفتح فى كراهة الاحجاج وليس كذلك ، بل هو فى الحج نفسه فإنه قال : والذى يقتضيه النظر أن حج الضرورة عن غيره إن كان بعد تحقق الوجوب عليه بملك الزاد والراحلة والصحة فهو مكروه كراهة تحريم عليه ، لأنه يتضيق عليه والحالة هذه فى أول سنى الإمكان فيأثم بتركه . (۳/۱۲۲/۱۲۳ ، كتاب الحج ، باب الحج عن الغير) (فتاوی رحیمیہ: ۸/۱۲۲)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما فى " حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح " : ويلبس الرجل إزاراً ورداءً جديدين ، أو غسيلين والجديد الأبيض أفضل . (ص: ۷۳۳، كتاب الحج، فصل فى كيفية ترتيب أفعال الحج)

ما فى " تنوير الأبصار وشرحه مع الشامية " : ولبس إزار ورداء جديدين أو غسيلين طاهرين أبيضين ككفن الكفاية . در مختار. قال العلامة ابن عابدين : لبس الإزار والرداء على هذه الصفة بيان للسنة ، وإلا فستر العورة كافٍ فيجوز فى ثوب واحد وأكثر من ثوبين وفى أسودين .

(۳/۴۳۲، كتاب الحج ، فصل فى الإحرام)=

احرام کی حالت میں ''ماسک'' وغیرہ پہننا

مسئلہ (۱۴۶): حالت احرام میں محرم کیلئے چہرے پر ''ماسک'' وغیرہ پہننا درست نہیں ہے، لیکن اگر کوئی شخص اس کے باوجود پہن لے، تو اگر ایک دن یا ایک رات مکمل ماسک پہنا رہا، تو اس پر دم یعنی ایک بکری کا ذبح کرنا لازم ہوگا، اور اگر ایک دن سے کم پہنا رہے تو نصف صاع یعنی ایک کلو پانچ سونوے گرام گیہوں کا صدقہ کرنا واجب ہوگا۔ (۱)

= ما فی '' البحر العمیق '' : والأفضل أن یکون الإزار والرداء أبیضین لما روی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما أن النبی ﷺ قال : '' البسوا من ثیابکم البیاض، فإنہا خیر ثیابکم، وکفنوا فیہا موتاکم '' .

(جامع الترمذی: ۱/۱۹۳، أبواب الجنائز، ولو کانا أسودین جاز) . (۲/۶۳۵، الفصل الأول)

ما فی '' الموسوعة الفقہیة '' : یلبس ثوبین نظیفین جدیدین أو غسیلین علی ألا یکونا مصبوغین بصبغ لہ رائحة . (۲/۱۷۴، احرام، کیفیة الإحرام المستحبة) (فتاوی حقانیہ:۴/۲۲۹)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی '' حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح '' : (الجنایة) ہي علی قسمین: جنایة علی الإحرام وجنایة علی الحرم ...... وجنایة المحرم علی أقسام : منہا ما یوجب دماً، ومنہا ما یوجب صدقة ہی نصف صاع من بر، ومنہا ما یوجب دون ذلک، ومنہا ما یوجب القیمة وہی جزاء الصید...... فالتی توجب دماً ہی ما لو طیب محرم بالغ عضواً، أو خضب رأسہ بحناء، أو ادہن بزیت ونحوہ، أو لبس مخیطاً، أو ستر رأسہ یوماً کاملاً....... والتی توجب الصدقة بنصف صاع من بر أو قیمتہ ہی ما لو طیب أقل من عضو أو لبس مخیطاً، أو غطی رأسہ أقل من یوم .

(ص: ۷۴۱، ۷۴۲، کتاب الحج ، باب الجنایات، مکتبة شیخ الہند دیوبند)

ما فی''الدر المختار مع الشامیة'': وستر الوجہ کلہ أو بعضہ .درمختار. قال العلامة ابن عابدین: قولہ: (کلہ أو بعضہ) لکن فی تغطیة کل الوجہ أو الرأس یوماً أو لیلة دم ، والربع منہما کالکل ، وفی الأقل من یوم أو من الربع صدقة کما فی اللباب . (۳/۴۳۹، مطلب فیما یحرم بالإحرام)

ما فی '' اللباب فی شرح الکتاب '' : وإن لبس ثوباً مخیطاً أو غطی رأسہ یوماً کاملاً فعلیہ دم، وإن کان أقل من ذلک فعلیہ صدقة . (ص: ۱۸۱/۱۸۲، کتاب الحج، باب الجنایات)

اضطباع کب مسنون ہے؟

مسئلہ (۱۴۷): بعض حجاج کرام احرام کے پہنتے ہی اضطباع یعنی احرام کی چادر کو دائیں بغل سے نکال کر بائیں کاندھے پر ڈال لیتے ہیں، جبکہ عام حالات میں اضطباع نہیں کرنا چاہیے، خاص طور سے نماز کے دوران، کیوں کہ نماز کے دوران مونڈھے کا کھلا رکھنا مکروہ ہے، اضطباع صرف اس طواف میں مسنون ہے جس کے بعد سعی ہو، البتہ طوافِ زیارت کے بعد اگر سعی کرنی ہو اور احرام کے کپڑے اتار دیئے ہوں، تو اس میں اضطباع نہیں ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " السنن لأبی داود " : عن ابن عباس رضی الله تعالی عنهما : " أن النبی ﷺ وأصحابه اعتمروا من الجعرانة فرملوا بالبيت ، وجعلوا أرديتهم تحت إباطهم قد قذفوها على عواتقهم اليسرى " .

(ص: ۲۵۹، باب الاضطباع)

ما فی " تنوير الأبصار وشرحه مع الشامية " : وأخذ الطائف عن يمينه مما يلى الباب جاعلاً ردائه تحت إبطه اليمنى ملقياً طرفه على كتفه الأيسر استناناً .تنوير. قال العلامة ابن عابدين : واعلم أن الاضطباع سنة فی جميع أشواط الطواف كما صرح به ابن الضياء ، فإذا فرغ من الطواف تركه حتى إذا صلى ركعتی الطواف مضطجعاً تكره لكشفه منكبه، ويأتی الكلام على أنه لا اضطباع فی السعي، قوله : (استناناً) أی فی كل طواف بعده سعی كطواف القدوم والعمرة، وكطواف الزيارة إن كان أخر السعی ولم يكن لابساً .

(۳/۴۴۸، ۴۴۹، كتاب الحج، مطلب فی دخول مكة)

ما فی " موسوعة الفقه الإسلامی " : والسنة الاضطباع عند البدء بالطواف إلى نهاية الطواف بالبيت ثم يسوی ردائه بعد الفراغ من الطواف، والاضطباع محله الطواف فقط دون غيره من المناسک ، ويسن الاضطباع فی طواف القدوم وطواف العمرة فقط . (۳/ ۲۸۹، مكتبه بيت الأفكار الدولية، الموسوعة الفقهية الكويتية: ۵/ ۱۰۹، ۱۱۰، اضطباع) (فتاوی رحیمیہ: ۸/ ۷۷)

کتاب النکاح

نکاح کے مسائل

دعوتِ ولیمہ کب تک مسنون ہے؟

مسئلہ (۱۴۸): ولیمہ کی دعوت اجتماعِ زوجین کے بعد کھلائی جاتی ہے [۱]، جس میں پڑوسی، دوست واقارب اور علماء وفقراء کو جمع کرکے خلوص نیت کے ساتھ، حسب حیثیت جانور ذبح کرکے یا کچھ کھانا پکا کر کھلاتے ہیں، دعوتِ ولیمہ کی مدت کے سلسلہ میں فقہائے کرام یہ فرماتے ہیں کہ اس کی مدت اجتماعِ زوجین کے بعد دو دن ہے، اس کے بعد کی دعوت کو دعوتِ ولیمہ نہیں کہا جائے گا [۲]، کیوں کہ آپ ﷺ نے اگلے دن ولیمہ کو حق، دوسرے دن درست، اور تیسرے دن ریاکاری قرار دیا ہے۔ [۳]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " فیض الباری " : الولیمة طعام العرس......... السنة فی الولیمة تکون بعد البناء ، وطعام ما قبل البناء لا یقال له ولیمة عربیة . (۵/۵۴۳، باب الولیمة حق)

(۲) ما فی " الفتاوی الهندیة " : وولیمة العرس سنة، وفیها مثوبة عظیمة، وهی إذا بنی الرجل بامرأته ینبغی أن یدعو الجیران والأقرباء والأصدقاء ویدع لهم ویضع لهم طعاماً، لابأس بأن یدعو یومئذٍ من الغد وبعد الغد، ثم ینقطع العرس والولیمة، کذا فی الظهیریة . (۵/۳۴۳)

ما فی " اعلاء السنن " : إذا صنعت الولیمة أکثر من یوم جاز، وإذا دعی فی الیوم وجبت الإجابة، وفی الیوم الثانی تستحب ، وفی الیوم الثالث لا تستحب .

(۱۱/۲۰، باب جواز الولیمة إلی أیام إن لم یکن فخراً)

(۳) ما فی " عمدة القاری " : الولیمة فی أول یوم حق، وفی الثانی معروف، وفی الثالث ریاء وسمعة . (۲۰/۲۱۶)=

اب رہی یہ بات کہ کیا مسلسل دودن یا اس سے زیادہ دنوں تک دعوتِ ولیمہ کا اہتمام وتکرار درست ہے؟ تو اس سلسلہ میں علمائے کرام کی رائے یہ ہے کہ اگر جذبۂ تفاخر نہ ہو، یا لوگ زیادہ اور مکان چھوٹا ہو، جس کی وجہ سے ایک ہی دن میں تمام لوگوں کو کھلانا ممکن نہ ہو، دوسرے روز یا تیسرے روز کے شرکاءِ دعوت، پہلے اور دوسرے روز کے شرکاء کے علاوہ ہوں، تو دودن سے زیادہ دعوتِ ولیمہ کا اہتمام وتکرار جائز ہے[1]، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کے بیان کے مطابق آپ ﷺ نے حضرتِ صفیہؓ سے نکاح کے موقع پر تین دنوں تک ولیمہ فرمایا ہے۔[2]

= (۱) ما فی " إعلاء السنن " : قال العمرانی : إنما تکره إذا کان المدعو فی الثالث هو المدعو فی الأول، لأن إطلاق کونه ریاء وسمعة یشعر بأن ذلک صنع للمباهاة إذا کثر الناس فدعا فی کل یوم فرقة لم یکن فی ذلک مباهاة غالباً ، وفیه أیضاً : وإذا حملنا الأمر فی کراهة الثالث علی ما إذا کان هناک ریاء وسمعة ومباهاة ،کان الرابع وما بعده کذلک ، فیمکن حمل ما وقع من السلف من الزیادة علی الیومین عند الأمن من ذلک، وإنما أطلق ذلک علی الثالث لکونه الغالب . (۱۱/۱۸)

ما فی " الموسوعة الفقهیة " : ویکره تکرار الدعوة للسبب الواحد ولو ولیمة ، قالوا إلا أن یکون المدعو ثانیاً غیر المدعو أولا، وإن کان تکرارها لضیق منزل أو لأنه أراد أن یدعو جنسا بعد جنس فلا کراهة . (۲۰/۳۳۷)

(۲) ما فی " إعلاء السنن " : عن أنس قال : " تزوج صفیة وجعل عتقها صداقها وجعل الولیمة ثلاثة أیام ". (۱۱/۱۷) (فتاوی رحیمیہ :۸/۲۴۰، فتاوی حقانیہ :۴/۴۲۸، حلال وحرام :ص۲۶۹)

وقتِ واحد کی دو دعوتیں

مسئلہ (۱۴۹): آج کل نکاح کا موسم جاری ہے، اور ولیمہ کی دعوت بھی بکثرت ہو رہی ہے، حسبِ حیثیت ولیمہ کرنا سنت ہے [۱]، اور جمہور علماء کے قول کے مطابق دعوتِ ولیمہ قبول کرنا واجب ہے [۲]، لیکن بسا اوقات ایک ہی وقت میں ایک سے زائد دعوتیں آجاتی ہیں، اور انسان اس شش و پنج اور تردد میں پڑ جاتا ہے کہ کس دعوت کو قبول کرے اور کس کو نہیں؟ کس میں حاضر ہو اور کس میں نہیں؟

اس سلسلے میں حکم شرع یہ ہے کہ جب ایک ہی وقت کی دو دعوتیں آجائیں، تو جس داعی کا مکان قریب ہو اس کی دعوت قبول کی جائے، اور اگر دونوں کے مکان قریب ہوں تو جو دعوت پہلے آئی، اس میں شرکت کی جائے۔ [۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن أنس بن مالک أن رسول الله ﷺ رأى على عبد الرحمن بن عوف أثر صفرة فقال : ما هذا ؟ فقال : إنی تزوجت امرأة على وزن نواة من ذهب ، فقال : " بارک الله لک، أولم ولو بشأة ".(السنن للترمذی: ۱/۲۰۸، أبواب النکاح، باب فی الولیمة)

ما فی " الموسوعة الفقهیة " : قال الحنفیة : ولیمة العرس سنة وفیها مثوبة عظیمة .
(۲۰/۳۳۷، منهاج المسلم للجزائري :ص ۳۴۱، دار الغد الجدید)

(۲) ما فی " الحدیث النبوی " :عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " إذا دعی أحدکم إلی ولیمة عرس فلیجب ". (الصحیح لمسلم : ۱/۴۶۲، کتاب النکاح ، باب الأمر بإجابة الداعي)

ما فی " حاشیة النووی علی الصحیح لمسلم " : قد یحتج به وجوب الإجابة بولیمة العرس . (۱/۴۶۲)

ما فی " الموسوعة الفقهیة " : ذهب جمهور الفقهاء إلی أن إجابة الدعوة فی الأصل واجبة إن کانت إلی ولیمة العرس . (۲۰/۳۳۷، منهاج المسلم للجزائري :ص ۳۴۱)

(۳) ما فی " الحدیث النبوی " : عن حمید بن عبد الرحمن الحمیری عن رجل من أصحاب =

اس سے معلوم ہوا کہ وجہ ترجیح قربِ مکان اور تقدیم واولیتِ دعوت ہے، نہ کہ عمدہ کھانا، کہ فلاں جگہ گوشت مانڈے ہیں، اور فلاں جگہ تہاڑی، تو گوشت مانڈے والی دعوت کو ترجیح دی جائے، نیز یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ دونوں دعوتیں لہو ولعب اور منکراتِ شرعیہ سے خالی ہوں (۱)، ورنہ اسی دعوت میں شرکت درست ہوگی جس میں لہو ولعب اور منکراتِ شرعیہ نہ ہوں، کیوں کہ اس صورت میں منکرات پر مشتمل دعوت منکرات سے خالی دعوت کے معارض ہی نہیں ہوگی، اور منکرات سے خالی دعوت قبولیت وشرکت کیلئے متعین ہوجائے گی۔

= النبی ﷺ أن النبی ﷺ قال:" إذا اجتمع الداعیان فأجب أقربهما باباً ، فإنّ أقربهما باباً أقربهما جواراً، وإن سبق أحدهما فأجب الذی سبق " .

(السنن لأبی داود: ص۵۲۷، کتاب الأطعمة، باب إذا اجتمع داعیان أیهما أحق)=

ما فی " منهاج المسلم للشیخ أبی بکر جابر الجزائری ": من دعاه إثنان قدم أولهما وجّه إلیه الدعوة .

(ص: ۳۴۱)

(۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن علی قال : " صنعت طعاماً فدعوت رسول الله ﷺ فجاء فرأی تصاویر فرجع " . (السنن لإبن ماجة: ص ۲۴۰)

ما فی " انجاح الحاجة علی السنن لإبن ماجة ":یفهم من الحدیث أن وجود المنکر فی البیت مانع عن الدخول فیه ، قال ابن بطال : فیه أنه لا یجوز الدخول فی الدعوة یکون فیه منکر مما نهی الله عنه ورسوله ، لما فی ذلک من إظهار الرضی بها ، وحاصله إن کان هناک محرم وقدر علی إزالته فأزاله فلا بأس ، وإن لم یقدر فیرجع ، وقال صاحب الهدایة : لا بأس أن یقعد ویأکل إذا لم یکن یقتدی به فإن کان ممن یقتدی به ولم یقدر علی منعهم فلیخرج لما فیه من شین الدین وفتح باب المعصیة ، قال : وهذا کله بعد الحضور وإن علم قبله لم یلزمه الإجابة . (ص: ۲۴۰)

ما فی " حاشیة النووی علی الصحیح لمسلم":قال الإمام النووی : وأما الأعذار التی یسقط بها وجوب إجابة الدعوة ، منها أن یکون فی الطعام شبهة أو لیعاونه علی باطل أو یکون هناک منکر من خمر أو لهو أو فرش حریر أو صور حیوان ، فکل هذه أعذار فی ترک الإجابة . (۱/۴۶۲)

ما فی " منهاج المسلم للشیخ أبی بکر الجزائری ":ویرخص فی عدم حضورها إن کان بها لهو أو باطل .

(ص: ۳۴۱، هدایه : ۴/۴۳۹، کتاب الکراهیة)

دولہے والوں کا منڈوے کا کھانا کھلانا

مسئلہ(۱۵۰): بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ شادی سے ایک دن پہلے لڑکے والے منڈوے کا کھانا کھلاتے ہیں، اگر یہ کھانا اتفاقاً یا ضرورۃً دیا جائے، مثلاً باہر سے مہمان آئے ہوں اور کھانے میں اسراف، ریاء ونمود اور پابندیٔ رسم ورواج کو دخل نہ ہو، تو یہ کھانا مباح ہے(۱)، لیکن اگر رسم ورواج اور ریاء ونمود کیلئے کھلایا جائے، پورے گاؤں میں سے لوگوں کو بلایا جائے اور باقاعدہ اس کا التزام کیا جائے، تو یہ کھانا شرعاً جائز نہیں ہے۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿هل أتک حديث ضيف إبراهيم المكرمين، إذ دخلوا عليه فقالوا سلٰماً، قال سلٰم قوم منكرون، فراغ إلى أهله فجاء بعجل سمين، فقربه إليهم قال ألا تأكلون﴾ .

(سورة الذاريات: ۲۴-۲۷)

ما في " الحديث النبوي" : عن أبي هريرةؓ قال : قال رسول الله ﷺ : " من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه " . (مشكوة المصابيح: ص ۳۶۸، باب الضيافة)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها الذين آمنوا لا تبطلوا صدقاتكم بالمنّ والأذى، كالذي ينفق ماله رئاء الناس ولا يؤمن بالله واليوم الآخر﴾ . (سورة البقرة: ۲۶۴)

ما في " الحديث النبوي": عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " المتباريان لا يجابان ولا يؤكل طعامهما ". قال الإمام أحمد : يعني المتعارضين بالضيافة فخراً ورياءً .

(مشكوة المصابيح : ص ۲۷۹، كتاب النكاح ، باب الوليمة)

ما في " مرقاة المفاتيح ": من أصر على مندوب وجعله عزماً ولم يجعل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال ، فكيف من أصر على بدعة أو منكر . (۳/۲۶، المكتبة الأشرفية بديوبند)

ما في " السعاية " : الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة .

(۲/۲۶۵، قبيل فصل في القراءة)

كتاب الأيمان والكفارة

قسم وکفارہ کا بیان

غیر اللہ کی قسم شرعاً معتبر نہیں ہے

مسئلہ (۱۵۱): آدمی کیلئے بہتر یہی ہے کہ بات بات پر قسم نہ کھائے [۱]، اگر قسم کھانیکی ضرورت پڑ ہی جائے، تو صرف اللہ رب العزت یا اس کے اسم وصفت کی قسم کھاوے [۲]، قرآن کریم کی قسم کھانا منع ہے، لیکن اگرکوئی کھالےتو قسم منعقد ہوجائے گی۔ [۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الفتاوی الهندیة " : الیمین بالله تعالی لا تکره ولکن تقلیله أولی من تکثیره . (۵۲/۲، قبیل الباب الثانی فیما یکون یمیناً وما لا یکون یمیناً)

(۲) ما فی " الحدیث النبوی " : عن عمر بن الخطاب قال : قال رسول الله ﷺ : " من کان حالفاً فلیحلف بالله أو لیسکت " . (السنن لأبی داود: ص۴۶۳، کتاب الأیمان والنذور)

ما فی " التنویر وشرحه مع الشامیة " :(والقسم بالله تعالی وبإسم من أسمائه) ولو مشترکاً تعورف الحلف به أولا علی المذهب (کالرحمٰن والرحیم) والحلیم والعلیم (أو بصفة) یحلف بها عرفاً (من صفاته تعالی) صفة ذات لا یوصف بضدها (کعزة الله وجلاله وکبریائه) .

(۳۸۳/۵، کتاب الأیمان، بدائع الصنائع :۱۱/۳، کتاب الأیمان)

(۳) ما فی " الشامیة " : وقال العینی : إن المصحف یمین لا سیما فی زماننا وعند الثلاثة المصحف والقرآن وکلام الله یمین . الدر المختار. وفی الشامي : قوله :(قال العینی) عبارته وعندی لو حلف بالمصحف أو وضع یده علیه، وقال : وحق هذا فهو یمین، ولاسیما فی هذا الزمان الذی کثرت فیه الأیمان الفاجرة ورغبة العوام فی الحلف بالمصحف .

(۳۸۶/۵، کتاب الأیمان، مطلب فی القرآن، البحر الرائق :۴۸۲/۴، کتاب الأیمان)=

غیر اللہ مثلاً کسی پیغمبر یا بزرگ، ماں باپ اور اولاد یا کسی متبرک چیز جیسے خانۂ کعبہ، زمزم وغیرہ کی قسمیں شرعاً معتبر نہیں ہیں (۱)، اور نہ ان کے توڑنے پر کوئی کفارہ لازم ہوتا ہے، البتہ غیر اللہ کی قسم کھانا سخت گناہ کی بات ہے (۲)، اس سے احتراز لازم ہے۔

کفارۂ قسم

مسئلہ (۱۵۲): اگر کوئی شخص اپنی قسم توڑ دے تو اس پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا، اور وہ یہ ہے: دس مسکینوں کو دو وقت کھانا کھلانا، یا ان کو کپڑا دینا، یا ایک غلام آزاد کرنا، ان تینوں میں اختیار ہے جس سے چاہے کفارہ ادا کرے، اور اگر ان تینوں میں سے کسی ایک پر بھی قدرت نہ ہو تو تین دن لگاتار روزے رکھے۔ (۳)

= (۱) ما فی " الحدیث النبوی " :عن عمرؓ أن رسول اللہ ﷺ سمعه يحلف بأبيه، فقال رسول اللہ ﷺ : إن الله ينهاكم أن تحلفوا بآبائكم قال عمر: فما حلفت بها ذاكراً ولا آثراً .

(السنن لإبن ماجة: ص ۱۵۲ ، أبواب الكفارات)

ما فی " الفقه الإسلامی وأدلته " : إذا حلف الإنسان بغير الله تعالى كالإسلام أو بالأنبياء أو بملائكة أو بالكعبة أو بالآباء والأمهات........ فلا يكون يميناً بإجماع العلماء وهو مكروه .

(۲۴۷۲/۴ ، المبحث الثانی، اليمين بغير الله)

(۲) ما فی " الحديث النبوی " : عن سعد بن عبيدة أن ابن عمر سمع رجلاً يقول: لا والكعبة ، فقال ابن عمر : لا تحلف بغير الله ، فإني سمعت رسول الله ﷺ يقول : " من حلف بغير الله فقد كفر أو أشرك ". هذا حديث حسن . وتفسير هذا الحديث عند بعض أهل العلم أن قوله :(كفر أو شرك) على التغليظ . (جامع الترمذی : ۲۸۰/۱ ، أبواب النذور والأيمان) (کتاب الفتاوی:۳۳/۶،فتاوی محمودیہ:۳۵/۱۴)

الحجة على ما قلنا:

(۳) ما فی " القرآن الكريم ": ﴿لا يؤاخذكم الله باللغو فی أيمانكم ، ولكن يؤاخذكم بما عقدتم الأيمان ، فكفارته إطعام عشرة مساكين من أوسط ما تطعمون أهليكم أو كسوتهم أو تحرير رقبة﴾ .

(سورة المائدة : ۸۹)=

بعض لوگ کھانا کھلانے یا کپڑا دینے پر قدرت کے باوجود اپنی قسم کا کفارہ تین روزے رکھ کر ادا کرتے ہیں، اور یوں خیال کرتے ہیں کہ ان کا کفارہ ادا ہوگیا، جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ کفارہ ادا نہیں ہوا، کیوں کہ روزوں کے ذریعہ ادائیگیٔ کفارہ صحیح ہونے کیلئے کھانا کھلانے، اور کپڑا پہنانے سے عاجز ہونا شرط ہے۔ (۱)

= ما فی " أحكام القرآن للجصاص": قوله تعالى: ﴿فكفارته إطعام عشرة مساكين﴾ يقتضي إيجاب التكفير مع القدرة مع بقاء الخطاب بالكفارة ، وإنما يجوز الصوم مع عدم المذكور بدياً لأنه قال : ﴿فمن لم يجد فصيام ثلاثة أيام﴾ فنقله عن أحد الأشياء الثلاثة إلى الصوم عند عدمها ، فما دام الخطاب بالكفارة قائماً عليه لم يجزه الصوم مع وجود الأصل . وقوله تعالى : ﴿فمن لم يجد فصيام ثلاثة أيام﴾ روى مجاهد عن عبد الله بن مسعود وأبو العالية عن أبيّ ﴿فصيام ثلاثة أيام متتابعات﴾ وقال إبراهيم النخعي : في قراء تنا ﴿فصيام ثلاثة أيام متتابعات﴾ وقال ابن عباس ومجاهد وإبراهيم وقتادة وطاؤس : هن متتابعاتٍ لا يُجزى فيها التفريق ، فثبت التتابع بقول هؤلاء . (۲/۵۷۷)

ما فی " أصول الشاشی " : هذه الكلمة (أو) فی الإثبات يتناول أحدهما مع صفة التخيير كقولهم : خذ هذا أو ذلک ، ومن ضرورة التخيير عموم الإباحة ، قال الله تعالى : ﴿فكفارته إطعام عشرة مساكين من أوسط ما تطعمون أهليكم أو كسوتهم أو تحرير رقبة﴾ .

(ص:۹۸، فصل حروف المعانی ، فصل أو)

ما فی " الفقه الإسلامی وأدلته " : إن الواجب فی الكفارة واجب مخير حالة اليسار يعنی أن الموسر مخير بين أحد أمور ثلاثة ، إطعام عشرة مساكين ، أو كسوتهم ، أو إعتاق رقبة ، وهذا بإجماع العلماء المستند إلى صريح الآية القرآنية :﴿فكفارته إطعام عشرة مساكين من أوسط ما تطعمون أهليكم أو كسوتهم أو تحرير رقبة﴾ لأن الله تعالى عطف بعض هذه الخصال على بعض بحرف (أو) وهو للتخيير. (۴/۲۵۷۵، الفصل الثالث الكفارات،كفارة اليمين)

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامي": وإن عجز عنها كلها وقت الأداء عندنا صام ثلاثة أيام ولاء . درمختار. قال العلامة ابن عابدين تحت قوله : (إن عجز) قال فی البحر: أشار إلى أنه لو كان =

کفارۂ ظہار

مسئلہ (۱۵۴): اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے ظہار کرلے، یعنی اس کو اپنی محرمات ابدیہ (جن عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا ہمیشہ کیلئے حرام ہے) میں سے کسی کے ایسے عضو سے تشبیہ دے جس کا دیکھنا اس کیلئے حرام ہے، مثلاً یوں کہے: " **أنت عليّ كظهر أمي** " "تو میرے حق میں میری ماں کی پشت کی طرح ہے" تو یہ شخص مظاہر کہلائیگا، اور اس کیلئے اپنی بیوی سے اس وقت تک ازدواجی تعلقات قائم کرنا حلال نہیں ہوگا جب تک کہ وہ کفارۂ ظہار ادا نہ کرے۔[1]

کفارۂ ظہار کے سلسلے میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ اگر غلام آزاد کرنے پر قادر ہو تو غلام آزاد کرے، ورنہ دو مہینے لگاتار روزے رکھے، اور اگر اس کی قدرت نہیں تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے، عامۃً لوگ روزہ پر قدرت کے باوجود ساٹھ مسکینوں کو

= عنده واحد من الأصناف الثلاثة لا يجوز له الصوم ، وإن كان محتاجاً إليه ، وقوله : (ولاء) بكسر الواو والمدّ أي متتابعة لقراء ة ابن مسعود وأبي : ﴿فصيام ثلاثة أيام متتابعات﴾ فجاز التقييد بها لأنها مشهورة فصارت كخبره المشهور.

(۵/ ۴۰۲/ ۴۰۳، كتاب الأيمان، مطلب: كفارة اليمين ، الفقه الإسلامي وأدلته : ۵/ ۲۵۷۶، الفصل الثالث ، الكفارات ،كفارة اليمين ، موسوعة الفقه الإسلامي: ۵/ ۲۶۳، الباب التاسع عشر، كتاب القضاء ، أحكام اليمين) (فتاوی محمودیہ:۱۴/ ۵۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿والذين يظاهرون من نسائهم ثم يعودون لما قالوا فتحرير رقبة من قبل أن يتماسا ، ذلكم توعظون به والله بما تعملون خبير ، فمن لم يجد فصيام شهرين متتابعين من قبل أن يتماسا فمن لم يستطع فإطعام ستين مسكيناً﴾ . (سورة المجادلة: ۳، ۴) =

کھانا کھلاکر کفارہ ادا کرتے ہیں، جبکہ یہ کفارہ صحیح نہیں ہوتا، کیوں کہ کھانا کھلاکر کفارہ کی ادائیگی کے صحیح ہونے کیلئے روزہ سے عاجز ہونا شرط ہے۔[1]

= ما فی " أحكام القرآن لظفر أحمد التهانوی " : قال أبوبكر : لما قال : ﴿والذين يظاهرون من نسائهم﴾ فألزمه حكم التحريم تشبيه بظهرها وجب أن يكون ذلك التحريم عاماً فی المباشرة والجماع ، وأيضاً حدثنا أبوداود عن عكرمة أن رجلاً ظاهر من امرأته ثم واقعها قبل أن يكفر، فأتى النبی صلى الله عليه وسلم فأخبره قال : " فاعتزلها حتى تكفر " . (۵/۱۷)

ما فی " بدائع الصنائع": حكم الظهار منها : حرمة الوطی قبل التكفير لقوله تعالى: ﴿والذين يظاهرون من نسائهم ثم يعودون لما قالوا فتحرير رقبة من قبل أن يتماسا﴾..... أمر المظاهر بتحرير رقبة قبل المسيس ، فلو لم يحرم الوطء قبل المسيس لم يكن للأمر بتقديم التحرير قبل المسيس . (۳/۳۷۰،كتاب الظهار، فصل حكم الظهار)

(۱) ما فی " الموسوعة الفقهية " : ذهب الحنفية والشافعية والحنابلة إلى أن كلا من كفارة الصوم والظهار والقتل مرتبة ابتداء وانتهاء ، فعلى المكفر أن يعتق رقبة إذا استطاع إلى ذلك سبيلا ، فإن لم يجد بأن لم يتيسر له ذلك حساً كأن يكون فی مسافة القصر، أو شرعاً كأن لم يقدر على ثمنها زائداً على ما يفی بمؤنة فعليه صيام شهرين متتابعين ، فإن عجز المظاهر أو المجامع فی نهار رمضان عن الصوم أو مرض أو خاف من الصوم زيادة مرض فعليه إطعام ستين مسكيناً . (۳۵/۱۰۴)

ما فی " عمدة القاری " : الترتيب فی الكفارة واجب ، فتحرير رقبة أولاً، فإن لم يوجد فصيام شهرين ، وإن لم يستطع الصوم فإطعام ستين مسكيناً ، بدليل عطف بعض الجمل على البعض بالفاء المرتبة المعقبة . (۱۱/۳۹، كتاب الصوم ، باب إذا جامع فی رمضان)

ما فی " الدر المختار مع الشامي":إن عجز عن الصوم لمرض لا يرجى برءه أو كبر أطعم أي ملك ستين مسكيناً . در مختار. قال الشامی تحت قوله : (يرجى برءه) فلو برئ وجب الصوم . (۵/۱۱۳ ، كتاب الطلاق، باب الكفارة ، الفتاوى الهندية: ۱/۲۰۷، الباب الخامس فی الأعذار التی تبيح الإفطار)

کفارۂ صوم

مسئلہ (۱۵۴): اگر کوئی شخص رمضان المبارک کے مہینے میں جان بوجھ کر روزہ توڑ دے تو اس پر قضاء مع الکفارہ لازم ہوگا۔

کفارہ یہ ہے کہ اگر غلام آزاد کرنے پر قادر ہو تو غلام آزاد کرے، ورنہ دو مہینے لگاتار روزے رکھے، کہ ان دو مہینوں میں نہ رمضان ہو اور نہ وہ ایام جن میں روزہ رکھنا منع ہے، اور اگر روزوں کی قدرت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الحديث النبوی ":عن أبي هريرة قال : بينما نحن جلوس عند النبي ﷺ إذ جاءه رجل فقال : يا رسول الله ! هلكتُ قال : ما لک؟ قال : وقعتُ على امرأتي وأنا صائم، فقال رسول الله ﷺ : " هل تجد رقبة تعتقها؟" قال : لا، قال : فهل تستطيع أن تصوم بشهرين متتابعين ؟ قال: لا، قال : فهل تجد إطعام ستين مسكيناً ؟ قال: لا، قال: فمكث النبی ﷺ ، فبينا نحن على ذلک أتى النبی بعرق فيها تمر، قال: أين السائل؟ فقال: أنا، قال : خذ هذا فتصدق به ، فقال الرجل : أعَلَى أفقرَ منی يا رسول الله ﷺ! فو الله ما بين لابتيها يريد الحرتين أهل بيت أفقر من أهل بيتی ، فضحک رسول الله ﷺ حتى بدت أنيابه ثم قال : أطعمه أهلک ".

(صحيح البخاری : ۱/ ۲۵۹، كتاب الصوم ، إذا جامع فی رمضان ولم يكن له شيء)

ما فی " فتح الباری ": وليس فی الخبر ما يدل على اسقاطها بل فيه ما يدل على استمرارها على العاجز، وقال الجمهور : لا تسقط الكفارة بالإعسار، والذی أذن له فی التصرف فيه ليس على سبيل الكفارة ثم اختلفوا ، فقال الزهری : هو خاص بهذا الرجل .

(۴/ ۲۱۹، كتاب الصوم، إذا جامع فی رمضان ولم يكن له شيء ، المنهاج المسلم للجزائري: ص ۲۴۵، الباب الرابع فی المعاملات، المادة التاسعة فيما يبطل الصوم)=

عامۃً لوگ روزوں پر قدرت کے باوجود ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا کر کفارہ ادا کرتے ہیں، جبکہ اس صورت میں کفارہ صحیح نہیں ہوتا، کیوں کہ کھانا کھلا کر کفارہ کی ادائیگی صحیح ہونے کیلئے روزوں سے عاجز ہونا شرط ہے۔(۱)

= (۱) ما فی "الدر المختار مع الشامي" : أكل عمداً قضى وكفر ككفارة المظاهر الثابتة بالكتاب . در مختار . قال ابن عابدين الشامي تحت قوله : (ككفارة المظاهر) أي مثلها في الترتيب فيعتق أولاً ، فإن لم يجد صام شهرين متتابعين ، فإن لم يستطع أطعم ستين مسكيناً لحديث الأعرابی المعروف فی الكتب الستة .

(۳/۳۴۶/۳۴۷، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد، مطلب فی الكفارة)

ما فی " عمدة القاري": الترتيب فی الكفارة واجب ، فتحرير رقبة ، فإن لم يجد فصيام شهرين ، وإن لم يستطع الصوم فإطعام ستين مسكيناً ، بدليل عطف بعض الجمل على البعض بالفاء المرتبة المعقبة . (۱۱/۳۹، كتاب الصوم، باب إذا جامع فی رمضان)

ما فی " الفتاوى الهندية " : وأما فی كفارة الظهار وكفارة الإفطار فی شهر رمضان إذا عجز عن الإعتاق لفقره وعجز عن الصوم لكبره جاز له أن يطعم ستين مسكيناً ، لأن هذا صار بدلاً عن الصيام بالنص . (۱/۲۰۷، الباب الخامس فی أعذار التی تبيح الإفطار)

ما فی " الموسوعة الفقهية " : ذهب الحنفية والشافعية والحنابلة إلى أن كلا من كفارة الصوم والظهار والقتل مرتبة ابتداء وانتهاء ، فعلى المكفر أن يعتق رقبة إذا استطاع إلى ذلك سبيلاً ، فإن لم يجد فعليه صيام شهرين متتابعين ، فإن عجز المظاهر أو المجامع فی نهار رمضان عن الصوم أو مرض أو خاف من الصوم زيادة مرض فعليه إطعام ستين مسكيناً . (۳۵/۱۰۴)

(فتاوی محمودیہ:۱۰/۱۷۰)

کفارۂ ظہار اور کفارۂ افطار کے درمیان فرق

مسئلہ(۱۵۵): کفارۂ ظہار اور کفارۂ افطار کے درمیان فرق یہ ہے کہ جب کفارۂ ظہار روزوں کے ذریعہ ادا کیا جائے، تو جب تک دو مہینے کے روزے مکمل نہیں ہوتے، اپنی بیوی کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کرنا درست نہیں ہے، خواہ دن میں ہو یا رات میں، عمداً ہو یا نسیاناً، اور اگر کرلیا تو ازسرنو دو مہینے لگاتار روزے رکھنے ہوں گے، جبکہ کفارۂ افطار جب روزوں کے ذریعہ سے ادا کیا جائے تو شب میں ازدواجی تعلقات قائم کرنا درست ہے، خواہ عمداً ہو یا نسیاناً، اسی طرح دن میں بھول کر کرلیا تو ازسرنو دو مہینے کے روزے نہیں رکھنے ہوں گے[1]، البتہ جان بوجھ کر کرلیا تو رکھنے ہوں گے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامي": إن أفطر بعذر أو بغيره أو وطئها أی المظاهر منها فيهما أی الشهرين مطلقاً ، ليلاً أو نهاراً ، عامداً أو ناسياً ، كما فی المختار، استأنف الصوم . " الدر المختار". قال الشامی : الشبيه إشارة إلى أنه لا يلزم كونها مثلها من كل وجه ، فإن المسيس فی أثنائها يقطع التتابع فی كفارة الظهار مطلقاً ، عمداً أو نسياناً ، ليلاً أو نهاراً ، للآية ، بخلاف كفارة الصوم والقتل فيه فإنه لا يقطعه فيهما إلا بعذر أو بغير عذر فتأمل ، فقد زلت بعض الأقدام فی هذا المقام ، والحاصل أنه لا يقطع التتابع هنا الوطء ليلاً عمداً أو نهاراً ناسياً ، بخلاف كفارة الظهار .
(۵/۲/۱۱ ، كتاب الطلاق ، باب الكفارة، ۳/۳۴۸، كتاب الصوم، مطلب فی الكفارة ، بدائع الصنائع :۴/۲۷۴، كتاب الكفارات ،كفارة الظهار، الفتاوی الهندية : ۱/۲/۱۵، البحر الرائق : ۴/۱۷۸ ، كتاب الطلاق، فصل فی الكفارة)

(۲) ما فی"الموسوعة الفقهية ":لا خلاف بين الفقهاء فی وجوب الكفارة على من جامع فی القبل متعمداً . (۳۵/۵۷)

بیک وقت کفارہ کا کھانا ایک سو بیس مسکینوں کو کھلانا

مسئلہ (۱۵۶): بعض لوگ کفارۂ ظہار یا کفارۂ افطار کی ادائیگی میں ایک ہی وقت میں ایک سو بیس مسکینوں کو کھانا کھلا دیتے ہیں، اور یوں خیال کرتے ہیں کہ ان کا کفارہ ادا ہو گیا، جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ ان کا کفارہ ادا نہیں ہوا، کیوں کہ کفارہ میں عدد کے ساتھ مقدار کا لحاظ بھی شرط ہے، یعنی ساٹھ مسکینوں میں سے ہر ایک کو دو وقت پیٹ بھر کھانا کھلانا، مذکورہ صورت میں چونکہ عدد کی شرط تو پائی گئی لیکن مقدار کی شرط نہیں پائی گئی، لہذا کفارہ ادا نہیں ہوا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية ":أطعم مائة وعشرين أى كل واحد أكلة واحدة لم يجز إلا عن نصف الإطعام ، فيعيد على ستين منهم غداء وعشاء ، ولو في يوم آخر للزوم العدد مع المقدار . در مختار. قال الشامي تحت قوله : (للزوم العدد مع المقدار) وهو الستون مع المقدار وهو الأكلتان المشبعتان في الإباحة والصاع أو نصفه في التمليك .

(۵/۱۱۷، قبيل باب اللعان، الدر المنتقى شرح الملتقى: ۱/۱۲۶، كتاب الطلاق، قبيل باب اللعان ،البحر الرائق: ۴/۱۸۳/۱۸۴، كتاب الطلاق، فصل في الكفارة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : أما مقدار طعام الإباحة عندهم، فأكلتان مشبعتان أى يشترط أن يغدى كل مسكين ويعشيه......... لأنها أكلتان مقصودتان، أما إذا غدى واحدا وعشى واحدا آخر لم يصح . (۳۵/۱۰۲، بدائع الصنائع :۴/۲۶۱، كتاب الكفارات ، باب مقدار الطعام)

ما في " الفتاوى الهندية " : لو أطعم مائة وعشرين مسكيناً دفعة واحدة فعليه أن يطعم أحد الفريقين أكلة مشبعة أخرى ،كذا في السراج الوهاج .

(۱/۵۱۴، كتاب الطلاق، الباب العاشر في الكفارة)

بلا عذر شرعی فدیۂ صوم دینا درست نہیں

مسئلہ (۱۵۷): بعض لوگ رمضان المبارک کے مہینے میں بیماری، یا سفر کی وجہ سے روزہ نہیں رکھتے ہیں، اور روزوں کا فدیہ دے دیتے ہیں، جبکہ فدیہ دینا صرف اس شخص کیلئے جائز ہے جو اس قدر بوڑھا ہو چکا ہو کہ اس میں روزہ رکھنے کی بالکل طاقت نہیں ہے، اور نہ آئندہ اس کی توقع ہے(۱)، اس لئے مریض جب صحت یاب ہوجائے، یا مسافر جب مقیم

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين﴾ . (سورة البقرة:۱۸۴)

ما فی " أحکام القرآن للجصاص ": قال أبو حنيفة وأبويوسف ومحمد وزفر: الشيخ الكبير الذی لا يطيق الصيام يفطر ويطعم عنه كل يوم نصف صاع من حنطة ولا شيء عليه غير ذلک . قال أبوبكر : قد ذكرنا فی تأويل الآية ما روي عن ابن عباس فی قراء ته :﴿وعلى الذی يطوّقونه﴾ ، وأنه الشيخ الكبير، فلو لا أن الآية محتملة لذلک لما تأولها ابن عباس ومن ذكر ذلک عنه عليه ، فوجب استعمال حكمها من إيجاب الفدية فی الشيخ الكبير، وقد روي عن علي أيضاً أنه تأول قوله: ﴿وعلى الذين يطيقونه﴾ على الشيخ الكبير . (۱/۲۱۷/۲۱۸)

ما فی " عمدة القاری ":﴿وعلى الذين يطيقونه فديه طعام مسكين﴾ هذا خاص بالشيخ والعجوز الكبير الذين لم يطيقا الصوم رخص لهما الإفطار ويفديان . وقال الزمخشری : وقرأ ابن عباس يطوقّونه تفعيل من الطوق إما بمعنى الطاقة أو القلادة أی يكلفونه أو يقلدونه........ وعلى هذا لا نسخ بل هو ثابت . (۱۱/۲۷، كتاب الصوم ، باب وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين)

ما فی " منهاج المسلم للشيخ أبی بكر الجزائری ":إذا بلغ المسلم أو المسلمة سناً من الشيخوخة لا يقوى معه على الصوم أفطر وتصدق على كل يوم يفطره بمد من طعام ، لقول ابن عباس : رخص للشيخ الكبير أن يطعم عن كل يوم مسكيناً ولا قضاء عليه .

(ص: ۲۴۰، كتاب الصوم ، الموسوعة الفقهية : ۲۶/۳۲)=

ہوجائے اور روزوں کی قضاء پر قادر ہوں تو ان پر چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء لازم ہے، فدیہ دینا کافی نہیں ہے۔(۱)

روزں سے کفارۂ ظہار یا افطار ادا کرنا

مسئلہ (۱۵۸): اگر کوئی شخص کفارۂ ظہار یا کفارۂ افطار کو روزوں سے ادا کرے، اور روزوں کی ابتداء چاند کی پہلی تاریخ سے کرے تو اس پر دوسرے مہینے کے ختم تک روزہ رکھنا لازم ہوگا، خواہ مہینہ انتیس (۲۹) کا ہو، یا تیس (۳۰) کا، اور ان دومہینوں کے ایام

= (۱) ما فی " القرآن الکریم ": ﴿فمن کان منکم مریضاً أو علی سفر فعدة من أیام أخر﴾ .

(سورة البقرة : ۱۸۴)

ما فی " أحکام القرآن للجصاص " : ومعلوم عند جمیع فقهاء الأمصار إضمار الإفطار فیه ، وأن تقدیره: " فأفطر فعدة من أیام أخر". فإنما أوجب القضاء علی المسافر والمریض إذا أفطرا .

(۱/۲۶۴)

ما فی" منهاج المسلم للجزائری " : إذا سافر المسلم مسافة قصر، وهی ثمانیة وأربعون میلاً رخص له الشارع فی الفطر علی أن یقضی ما أفطر عند حضوره ، لقوله تعالی : ﴿ومن کان مریضاً أو علی سفر فعدة من أیام أخر﴾.......... وإذا مرض المسلم فی رمضان نَظَرَ فإن کان یقدر علی الصوم بلا مشقة شدیدة صام وإن لم یقدر أفطر، ثم إن کان یرجو البُرءَ من مرضه فإنه ینتظر حتی البرء ثم یقضی ما أفطر فیه . (ص: ۲۳۹/ ۲۴۰، کتاب الصوم)

ما فی" البحر الرائق " : قوله: (وللشیخ الفانی وهو یفدی فقط) أی له الفطر وعلیه الفدیة، ولیست علی غیره من المریض والمسافر والحامل لعدم ورود نص فیهم .

(۲/ ۵۰۱،کتاب الصوم، فصل فی العوارض، الفتاوی الهندیة: ۱/ ۲۰۷، کتاب الصوم، الباب الخامس فی الأعذار) . (فتاوی محمودیہ:۱۰/ ۱۸۸)

اٹھاون (۵۸) ہوں، یا انسٹھ (۵۹)، اور اگر اس نے مہینہ کے درمیان سے روزوں کا آغاز کیا تو اس پر پورے ساٹھ (۶۰) روزے رکھنا لازم ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الحنفي في ثوبه الجديد " : وإذا ابتدأ الصيام بأول الشهر القمرى يلزمه إلى نهاية الذى يليه ، ويصح صومه ولو كان الشهران ثمانية وخمسين يوماً ، وإذا ابتدأ الصيام بغير أول الشهر صام ستين يوماً . (۱/ ۴۲۰، كتاب الصيام، مقدار الكفارة)

ما في " الدر المختار مع الشامي " : صام شهرين ولو ثمانية وخمسين بالهلال وإلا فستين يوماً . " الدر المختار ". قال العلامة ابن عابدين : حاصله أنه إذا ابتدأ الصوم في أول الشهر كفاه صوم شهرين تامين أو ناقصين ، وكذا لو كان أحدهما تاماً والآخر ناقصاً ، وإن لم يكن صومه في أول الشهر برؤية الهلال بأن غمّ أو صام أثناء شهر فإنه يصوم ستين يوماً .

(۵/ ۱۱۰/ ۱۱۱، كتاب الطلاق، مطلب لا استحالة في جعل المعصية سبب للعبادة)

ما في " البحر الرائق " : وفي المحيط : لو صام بالأهلة فاتفق تسعة وخمسين يوماً جاز، ولو صام بغير الأهلة تسعة وخمسين يوماً يصوم ثانياً ، لأن الأصل اعتبار الشهر بالأهلة ، فإن غمّ الهلال اعتبر كل شهر ثلاثين يوماً ، وينبغي أن يقال : فاتفق ثمانية وخمسين جاز لجواز كون كل منهما تسعة وخمسين يوماً .

(۴/ ۱۷۸ ، كتاب الطلاق، فصل في الكفارة ، مجمع الأنهر : ۲/ ۱۲۲ ، كتاب الطلاق، فصل في الكفارة ، فتح القدير : ۴/ ۲۳۷/ ۲۳۸ ، كتاب الطلاق ، فصل في الكفارة ، حاشية كتاب الفقه على المذاهب الأربعة : ۴/ ۴۳۰، مباحث الظهار ، كيفية كفارة الظهار ، النهر الفائق : ۲/ ۴۵۷ ، كتاب الطلاق ، باب الظهار، فصل في الكفارة)

کفارۂ افطار کے روزوں میں عورت کو حیض آجانا

مسئلہ(۱۵۹): اگر کوئی عورت کفارۂ افطار کو روزوں سے ادا کرے، اور وہ درمیان میں حائضہ ہوجائے، تو اس کا یہ حیض شرطِ تتابع (لگاتار دو مہینے روزہ رکھنا) کے منافی نہیں ہے، کیوں کہ دو مہینہ حیض سے خالی نہیں ہوتا ہے، لیکن اس پر لازم ہے کہ حیض سے پاک ہوتے ہی وہ روزے رکھنا شروع کردے، لہذا اگر اس نے پاکی کے بعد ایک دن بھی افطار کرلیا تو اس پر دوبارہ ازسرِنو دو مہینے لگاتار روزے رکھنا لازم ہوگا۔[1]

کفارۂ افطار کے روزوں میں عورت کو نفاس آجانا

مسئلہ(۱۶۰): اگر کوئی عورت کفارۂ افطار کو روزوں سے ادا کرے، اور درمیان میں نفاس کا خون آگیا، تو وہ نفاس کے ختم ہونے کے بعد ازسرِنو دو مہینے لگاتار روزہ

الحجة على ما قلنا :

ما فی " الشامية ": قال الشامی تحت قوله : (بخلاف الحيض) فإنه لا يقطع كفارة قتلها وإفطارها ، لأنها لا تجد شهرين خاليين عنه...... وعليها أن تصل ما بعد الحيض بما قبله ، فلو أفطرت بعده يوماً استقبلت لتركها التتابع بلا ضرورة .

(۵/۱۱۱ ، كتاب الطلاق، باب الكفارة ، البحر الرائق: ۴/۱۷۷ ، كتاب الطلاق، فصل فی الكفارة)

ما فی " فتح القدير ": (إن أفطر يوماً منها بعذر كمرض أو سفر لزم الاستقبال) بخلاف ما لو أفطرت المرأة للحيض فی كفارة القتل أو الفطر فی رمضان حيث لا تستأنف وتصل قضاء ها بعد الحيض ، ولو أفطرت يوماً قبل القضاء لزمها الاستيناف ، لأنها لا تجد شهرين ليس فيهما أيام الحيض عادة . (۴/۲۳۸ ،كتاب الطلاق، فصل فی الكفارة، الدر المنتقى شرح الملتقى : ۲/۱۲۴ ، كتاب الطلاق، فصل فی الكفارة، الفقه الحنفی فی ثوبه الجديد : ۱/۴۲۰، كتاب الصيام، مباحث الظهار، النهر الفائق : ۲/۴۵۷، كتاب الطلاق، باب الكفارة، فصل فی الكفارة)

رکھے، کیوں کہ دمِ نفاس شرطِ تتابع یعنی لگاتار دومہینے روزہ رکھنے کے منافی ہے، اس لئے کہ عورت ایسے دومہینے میں روزہ رکھ سکتی ہے جس میں نفاس کا خون نہ آئے۔ (۱)

کفارۂ ظہار وافطار میں مساکین کا دوسرے وقت کے کھانے پر حاضر نہ ہونا

مسئلہ (۱۶۱): اگر کسی شخص نے کفارۂ ظہار یا کفارۂ افطار میں ساٹھ مسکینوں کو ایک وقت کا کھانا کھلا دیا، اور دوسرے وقت کے کھانے پر وہ حاضر نہیں ہوئے، تو بہتر یہ ہے کہ ان کا انتظار کیا جائے، اور اگر وہ نہ ملیں تو دوسرے ساٹھ مسکینوں کو دوبارہ دو وقت کھانا کھلانا لازم ہوگا (۲)، اور اگر ان ساٹھ میں سے چند حاضر نہ ہوں تو اتنے ہی دوسرے مسکینوں کو دوبارہ دووقت کا کھانا کھلانا لازم ہوگا۔ (۳)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " الشامية " : قال الشامی : أما النفاس فيقطع التتابع فی صوم كل كفارة .
(۵/۱۱۱، كتاب الطلاق، باب الكفارة، البحر الرائق: ۴/۱۷۷، كتاب الطلاق، فصل فی الكفارة، النهر الفائق: ۲/۴۵۷، كتاب الطلاق، باب الكفارة، فصل فی الكفارة)

ما فی " فتح القدير ": ووجود شهرين ليس فيهما أيام المرض والسفر ثابت عادة كشهرين ليس فيهما نفاسها ، فلذا لو نفست فی صوم كفارة الفطر والقتل استقبلت .
(۴/۲۳۹، كتاب الطلاق، فصل فی الكفارة)

الحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی " الشامية ": قال الشامي : إذا غدى العدد ثم غابوا أن ينتظر حضورهم أو يعيد الغداء مع العشاء على غيرهم .
(۵/۱۱۷، قبيل باب اللعان ، البحر الرائق: ۴/۱۸۴، كتاب الطلاق، فصل فی الكفارة)

(۳) ما فی " مجمع الأنهر ": المعتبر دفع حاجة الفقير مرتين ، وفی التبيين : ويشترط فيه اتحاد الفقراء فيهما ، إذ لو غدى ستين وعشى ستين آخرين لم يجز إلا أن يعيد على أحد الستينين منهم غداء أو عشاء . (۱/۱۲۵، كتاب الطلاق، فصل فی الكفارة)

کتاب البیوع

خرید وفروخت کے مسائل

تاجروں کا رقم وصولی کے لیے قاصد کو علامت دیکر بھیجنا

مسئلہ (۱۶۲): بعض تاجر (Business Men) اپنے کسی نوکر کو کسی کے پاس اپنی فروخت کردہ چیزوں کی قیمت وصول کرنے کیلئے بھیجتے ہیں، تو مرسَل الیہ (Despatchelto) شخص اس سے کوئی علامت کا مطالبہ کرتا ہے، اس لئے تاجر اپنے نوکر کے پاس پانچ روپئے یا دس روپئے کا نوٹ یا اور کوئی علامت دیتے ہیں، اور فون پر مرسَل الیہ کو اس کی اطلاع کردیتے ہیں، کہ ہمارے آدمی کے پاس اس نمبر کا پانچ یا دس کا نوٹ ہے، مرسل الیہ اس نوٹ کو دیکھ کر قاصد کو واجب الاداء رقم دیتا ہے، مرسَل الیہ کا کسی علامت کا مطالبہ کرنا اور مرسِل کا اپنے قاصد کے پاس کسی علامت کا دینا دونوں عمل شرعاً جائز ہیں۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " منهاج المسلم للشیخ أبی بکر جابر الجزائري" : حکم الوکالة : الوکالة جائزة بالکتاب والسنة ، قال تعالی :﴿والعاملین علیها﴾ .(سورة التوبة:٦) أی الصدقة وهم وکلاء الإمام فی جمع الزکاة ، وقال تعالی :﴿فابعثوا أحدکم بورقکم هذه إلی المدینة فلینظر أیها أزکیٰ طعاماً فلیأتکم برزق منه﴾ . (سورة الکهف : ۱۹) فقد وکلوا أحدهم فی شراء الطعام لهم ، وقال الرسول ﷺ لأنیس : " اغد یا أنیس إلی امرأة هذا فإن اعترفت فارجمها ". فوکّل رسول الله ﷺ أنیساً فی التحقیق فی الدعوی ثم فی إقامة الحدّ ، وقال أبوهریرة : وکلنی النبی ﷺ فی حفظ زکوٰة رمضان ، وقال النبی ﷺ لجابر : "إذا أتیت وکیلی فخذ منه خمسة عشر وسقاً ، وإن ابتغی منک آیة أی علامة فضع یدک علی ترقوتک ". (ص: ۳۱۲، الباب الخامس فی المعاملات، الفصل الرابع)

آبِ زمزم کی خرید وفروخت

مسئلہ (۱۶۳): مکہ مکرمہ سے آبِ زمزم خرید کرلانا، اور بغرضِ نفع وثواب اسے بیچنا (خواہ مشتری مسلم ہو یا کافر) جائز ہے، کیوں کہ وہ متقوم بھی ہے، اور محفوظ کرلینے سے ملک میں بھی داخل ہوجاتا ہے، نیز بلانکیر زمزم بیچنے کا تعامل ہے، لیکن اگر یہ خرید وفروخت آبِ زمزم کے احترام میں مخل ہو، تو پھر اس کی خرید وفروخت خلافِ اولیٰ یا مکروہ ہوگی۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الفقه الإسلامی وأدلته " : شروط البیع عند الحنفیة أربعة أقسام: شروط الإنعقاد، شروط الصحة، شروط النفاذ، شروط اللزوم .

أما شروط الإنعقاد فهی أربعة أنواع : شروط العاقد، شروط الصیغة، شروط المعقود علیه، یشترط فی المعقود علیه خمسة شروط: أن یکون المبیع مالًا، وأن یکون متقوماً ، وأن یکون محرزاً ، وأن یکون المعقود علیه موجوداً حین التعاقد، وأن یکون مقدور التسلیم حین العقد .

(۵/۳۳۵۰،۳۳۵۲)

ما فی " القواعد والضوابط " : کل شئ لا بأس بالإنتفاع به فلا بأس ببیعه .

(۲/۱۳۹ ، بحواله موسوعة قواعد الفقهیة : ۸/۴۳۷)

ما فی " المقاصد الشرعیة " : إن الذرائع تعد وسائل إلی المقاصد وحکمها حکم مقاصدها من حیث التحریم والوجوب والکراهة والندب والإباحة . (ص: ۴۶)

باب الربوا

سود کے مسائل

پرانے نوٹ کے بدلے نئے نوٹ لینا

مسئلہ (۱۶۴): بعض لوگ عید وغیرہ کے موقع پر عیدی تقسیم کرنے کیلئے پرانے نوٹ کے بدلے، نئے نوٹ زیادہ رقم دے کر حاصل کرتے ہیں، مثلاً ایک ہزار روپئے کے دس والے نئے نوٹ کو ایک ہزار دس یا ایک ہزار بیس روپئے میں لیتے ہیں۔

اسی طرح بعض ہاتھ گاڑی پر مال بیچنے والوں، یا دوکانداروں کو کھلے پیسوں کی ضرورت پڑتی ہے، تو وہ پان کی دوکان والوں، یا فقیروں، یا کھلے پیسے فروخت کرنے والوں سے زیادہ رقم دے کر سکّے خریدتے ہیں۔ شرعاً یہ خرید وفروخت سود پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز وحرام ہے، کیوں کہ قانونی طور پر سکے اور نوٹوں کی قیمت برابر ہے، اگر کسی کو سخت ضرورت پڑ جائے، تو وہ یہ صورت اختیار کرلے کہ دس روپئے کے عوض نو روپئے کے سکے، اور ایک روپئے کے عوض کوئی معمولی قیمت کی چیز، مثلاً چار آنے کی ٹافی، چاکلیٹ وغیرہ لیں، اس طرح دونوں فریق گناہ سے بچ جائیں گے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی '' القرآن الکریم '' :﴿یآیها الذین آمنوا لا تأکلوا الربوا أضعافاً مضاعفةً﴾ .

(آل عمران: ۱۳۰)

ما فی '' الحدیث '' : عن جابر قال : '' لعن رسول الله ﷺ آکل الربوا وموکله وکاتبه وشاهدیه، وقال : هم سواء ''. (الصحیح لمسلم : ۲/۲۷)=

کسی شعبہ کے کلرک کا رقم طلب کرنا

مسئلہ (۱۶۵): بعض دفعہ کسی شخص کی کوئی فائل کسی شعبہ یا ڈپارٹمنٹ میں ہوتی ہے، اسے اپنی فائل دیکھنے، ٹائپ کروانے، یا اس کی نقل کی ضرورت ہوتی ہے، وہ متعلقہ ڈپارٹمنٹ کے کلرک سے اس فائل کو دکھانے، ٹائپ کرنے، یا اس کی نقل دینے کی درخواست کرتا ہے، جس پر یہ کلرک کچھ رقم کا مطالبہ کرتا ہے، اگر یہ رقم ان امور کی اجرت ہے، اور متعلقہ شعبہ کی طرف سے متعین کی گئی ہے، تو اس کیلئے اس رقم کا لینا جائز ہے [۱]، لیکن اگر یہ رقم ان امور کی اجرت نہیں ہے، اور متعلقہ شعبہ کی طرف سے یہ چیزیں طالب شخص کو مفت دی جانے کا حکم ہے، اور کلرک کو ان کاموں کی انجام دہی پر تنخواہ بھی دی جاتی ہے، تو کلرک کا یہ رقم لینا رشوت ہے جو حرام ہے [۲]، لیکن اگر یہ رقم دیئے بغیر کام نہیں ہوسکتا تو رشوت دینا

= ما فی " تنویر الأبصار وشرحه مع الشامیة " : قال : الربا شرعاً فضل خال عن عوض بمعیارٍ شرعی مشروط لأحد المتعاقدین فی المعاوضة . " تنویر ". (۷/ ۳۹۸. ۴۰۱)

ما فی " الهدایة " : لا یجوز بیع الجید بالردی ، فما فیه الربوا إلا مثلاً بمثلٍ لاهدار التفاوت فی الوصف . (۳/ ۶۳) (کتاب الفتاوی: ۵/ ۲۵۹، نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے: ص ۱۱۰، قرارداد نمبر ۲، دوسرا فقہی سیمنار دہلی، بتاریخ: ۸/ ۱۱/ جمادی الاولی، ۱۴۱۰ھ مطابق: ۸/ ۱۱/ ستمبر، ۱۹۸۹ء)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الفتاوی الهندیة " : أما بیان أنواعها فنقول : إنها نوعان یرد علی منافع الأعیان کاستئجار الدور......... ونوع یرد علی العمل کاستئجار المحترفین للأعمال کالقصارة والخیاطة والکتابة وما أشبه ذلک ، کذا فی المحیط . (۴/ ۴۱۱، کتاب الإجارة ، الباب الأول)

(۲) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿یآیها الذین آمنوا لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل﴾ .(سورة النساء : ۲۹)=

جائز ہوگا، کیوں کہ فقہائے کرام نے صاحب حق کو اپنے حق کی وصولی کیلئے رشوت دینے کی اجازت دی ہے۔(۳)

اسلامی اداروں کا مکان کے لیے فائنانس کرنا

مسئلہ (۱۶۶): امریکہ اور لندن وغیرہ میں ذاتی مکان خریدنا انتہائی مشکل امر ہے، اور کرایہ کے مکان میں رہنا بھی، کیوں کہ کرایہ بہت زیادہ ہوتا ہے، آدمی کی ماہانہ کمائی کا بڑا حصہ کرایہ کی ادائیگی میں ہی خرچ ہوجاتا ہے، اس مشکل امر کے حل کے لئے بعض اسلامک فائنانس ادارے (Islamic Finance Institutes) وجود میں آچکے ہیں، جو مکان کے خواہشمند حضرات کیلئے اپنے پاس سے ایک خطیر رقم جاری کرتے ہیں، اور آسان

= ما فی " الحدیث النبوی " : " لعن رسول الله ﷺ الراشی والمرتشی فی الحکم ".

(السنن للترمذی : ۱/۲۴۸، أبواب الأحکام، باب ما جاء فی الراشی والمرتشی)

ما فی " سبل السلام شرح بلوغ المرام " : والرشوة حرام بالإجماع سواء کانت للقاضی أو للعامل علی الصدقة أو لغیرهما، لقوله تعالی: ﴿ولا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بها إلی الحکام لتأکلوا فریقاً من أموال الناس بالإثم وأنتم تعلمون﴾ .

(۴/۱۴۷، الرشوة للقاضی والهدیة ، سورة البقرة : ۱۸۸)

ما فی " الشامیة " : ولا یجوز أخذ المال لیفعل الواجب .

(۸/۳۳، کتاب القضاء ، مطلب فی الأحکام علی الرشوة والهدیة)

(۳) ما فی " بذل المجهود " : فأما إذا أعطی لیتوصل به إلی الحق أو یدفع عن نفسه ظلماً، فإنه غیر داخل فی هذا الوعید . (۱۱/۳۰۶، باب فی کراهیة الرشوة، رقم الحدیث: ۳۵۸۰)

(کفایت المفتی: ۷/۳۴۰-۳۵۲)

قسطوں پر ان سے وصول کرتے ہیں، اگر یہ اسلامک فائنانس ادارے اپنی جانب سے مہیا کیے جانے والے قرض کی رقم پر کچھ زائد رقم وصول کرتے ہیں تو شرعاً یہ سود ہے، جو کسی بھی صورت میں حلال نہیں ہے۔ (۱)

البتہ اگر کوئی شخص، ادارہ یا بینک وغیرہ مطلوبہ مکان کی باضابطہ نقد خریداری کر کے اس پر اپنا مالکانہ قبضہ بھی کرلے، اور اس کے بعد ادھار معاملہ کے ذریعہ قسطوں پر بیچ دے، اور اس طرح قسطوں کے معاملہ میں ابتداءً یہی طے کیا جائے کہ یہ ادھار اور قسطوں کا معاملہ ہوگا، اس میں کل اتنی قسطیں ہوں گی، اور ہر قسط کی مالیت یہ ہوگی، اور کسی قسط کے مقررہ وقت سے مؤخر ہوجانے پر کسی قسم کا مزید کوئی چارج (Charge) بھی وصول نہیں کیا جائے گا (۲)، تو اس طرح کا معاملہ شرعاً جائز ہوگا، اور ہر شخص اپنے ذاتی مکان کا مالک بھی بن سکتا ہے۔

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الکریم ": ﴿أحل اللہ البیع وحرم الربوا﴾. (البقرة:۲۷۵) وقوله تعالی : ﴿یآیها الذین آمنوا لاتأکلوا الربا أضعافاً مضاعفةً واتقوا اللہ لعلکم تفلحون﴾ . (آل عمران : ۱۳۰)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن جابر قال : " لعن رسول اللہ ﷺ آکل الربوا وموکله وکاتبه وشاهدیه ، وقال : هم سواء " . (الصحیح لمسلم : ۲/۲۷، صحیح البخاری : ۱/۲۸۰، کتاب البیوع)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن علي رضي اللہ تعالی عنه قال : قال رسول اللہ ﷺ : " کل قرضٍ جر منفعة فهو رباً ". (فیض القدیر للمناوي :۵/۲۸، رقم الحدیث: ۶۳۳۶، جامع الصغیر: ۱/۳۹۴، رقم الحدیث : ۶۳۳۶)

(۲) ما فی " بیع التقسیط وأحکامه ": فلا بد فی بیع التقسیط من بیان عدد الأقساط ، ووقت أداء کل قسط، ومدة التقسیط کاملة ، یحدد هذا تحدیداً منضبطاً لا یحصل معه نزاع بین الطرفین .

(ص: ۱۸۱، المبحث الثالث ، الشروط المتعلقة بالأجل)=

باب المضاربة والمزارعة

مضاربت ومزارعت کا بیان

دوسال میں رقم دوگنی کرکے دینے کی شرط پر مضاربت

مسئلہ (۱٦۷): اگر کوئی تجارتی تعمیری کمپنی لوگوں سے نقدرقم مضاربت کے طور پر اس شرط کے ساتھ لیتی ہے کہ وہ اس رقم کو دوسال کے عرصہ میں دوگنی کرکے دے گی، تو اس کا یہ معاملہ شرعاً جائز نہیں ہے، کیوں کہ مضاربت کی ہر ایسی صورت جس میں نفع کی مقدار متعین کردی جائے اور نقصان کا خطرہ قبول نہ کیا جائے جائز نہیں ہے، بلکہ یہ سود ہے، [1]

= ما فی " فقه وفتاوی البیوع " : البیع بالتقسیط لاحرج فیه، إذا کانت الآجال معلومة والأقساط معلومة ، ولو کان البیع بالتقسیط أکثر ثمناً من البیع نقداً ، لأن البائع والمشتری کلاهما ینتفعان بالتقسیط ، فالبائع ینتفع بالزیادة والمشتری ینتفع بالمهلة ، وقد ثبت فی الصحیحین عن عائشة رضی الله تعالی عنها أن بریرة رضی الله تعالی عنها باعها أهلها بالتقسیط تسع سنوات ، لکل سنة أربعون درهماً ، فدل ذلک علی جواز بیع التقسیط ، ولأنه بیع لا غرر فیه ولا ربا ولا جهالة ، فکان جائزاً کسائر البیوع الشرعیة إذا کان المبیع فی ملک البائع وحوزته حین البیع .

(ص: ۳۱۹، حکم البیع بالتقسیط والأجل)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الفقه الحنفی فی ثوبه الجدید": سئل سیدی الشیخ محمد الحامدي عن إیداع نقود فی البنک علی شکل شرکة المضاربة ، بحیث تبقی هذه النقود عدّة سنوات ، ویدفع له فی نهایة کل سنة خمسة فی المائد مثلاً علی أنه من ربح هذه النقود ، فأجاب رحمه الله : شرکة المضاربة هی أن یکون المال من جانب، والعمل من جانب آخر، والربح بینهما علی ما یشترطان ، وإن أصیبت التجارة بخسارة کان علی رب المال أن یتحملها وحده ، ولا یجوز تحمیل العامل شیئاً =

کیوں کہ شریعت نے استحقاق نفع کی بنیاد رسک (Risk) یعنی ضمان پر رکھی ہے۔ (۱)

البتہ اس معاملے کی جائز صورت یہ ہوسکتی ہے کہ نفع کی قطعی مقدار کے بجائے اس کا تناسب متعین کردیا جائے، مثلاً یہ کہا جائے کہ تمہارے اس سرمایہ پر جو نفع آئے گا اس کا پچاس فیصد میں تمہیں دوں گا، اب مضارب کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ دوسال بعد حساب کرے اور پچاس فیصد کے لحاظ سے جو رقم آئے اسے ادا کرے، خواہ یہ رقم دوگنی ہو، یا اس سے زیادہ، یا اس سے کم۔ (۲)

مزارعت کی ایک مروج صورت کا شرعی حکم

مسئلہ (۱۶۸): ہمارے اس علاقے میں مزارعت اور بٹائی کی یہ صورت مروج ہے مثلاً زید کی زمین ہے، وہ بکر سے ایک رقم قرض لیکر اپنی زمین اس کے پاس رہن (گروی) رکھتا ہے، اور بکر زید سے اس کی اسی زمین میں بٹائی کا معاملہ بھی کرتا ہے، کہ زید اپنی اس زمین میں کاشت کرے، جتنے مصارف (اخراجات) ہوں گے بکر اس کو برداشت

= منها ، فإن كان هذا مشروطاً فسدت هذه الشركة ووجب فسخها، وإن كان ربحاً فيها فكله لرب المال ، وللعامل عليه أجر مثله ، والذى وقع السؤال عنه ليس من شركة المضاربة فى شيء ، بل إنه محض قرض جر نفعاً وهو ربا صريح .

(۹۰/۵، المضاربة، حكم إيداع نقود فى البنک على شكل شركة مضاربة)

(۱) ما فى " قواعد الفقه " : الخراج بالضمان . (ص: ۸۰، رقم القاعدة: ۱۲۹)

(۲) ما فى " بدائع الصنائع ":لو قال : خذ هذه الألف على أن لک نصف الربح أو ثلاثة فالمضاربة جائزة قياساً واستحساناً ، وللمضارب ما شرط وما بقى فلرب المال .

(۱۱۰/۵/۱۱۱، كتاب المضاربة)

کرے گا، اور جب کٹ کر تیار ہو جائیگی، تو بکر اس میں سے پہلے اپنے مصارف نکال لیگا، بعد میں جو کچھ بچ جائیگا وہ دونوں کے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہوگا، جبکہ مزارعت اور بٹائی کی یہ صورت شرعاً ناجائز ہے، کیوں کہ اس میں دو خرابیاں ہیں:

(۱) جس زمین کو گروی رکھا گیا اسی زمین میں بٹائی کا معاملہ کیا جا رہا ہے، جو شرعاً درست نہیں ہے، کیوں کہ گروی رکھی ہوئی زمین سے نہ راہن (گروی رکھنے والا) فائدہ اٹھا سکتا ہے، اور نہ مرتہن (جس کے پاس گروی رکھی جائے)۔[۱]

(۲) زمیندار کو جو رقم کاشت کیلئے دی جارہی ہے جو درحقیقت قرض ہے، اس کو فصل کٹنے پر واپس لیا جاتا ہے اور جو فصل بچ گئی وہ قرض خواہ اور قرض دار دونوں کے مابین تقسیم کرلی جاتی ہے، جبکہ اس طرح کی بٹائی کا معاملہ شرعاً صحیح نہیں ہے[۲]، کیوں کہ یہ قرض خواہ کا اپنے

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿وإن کنتم علی سفر ولم تجدوا کاتباً فرهان مقبوضة﴾ .

(سورة البقرة :۲۸۳)

مـا فـی " أحـکـام الـقـرآن للجصاص " : قال أبوحنیفة وأبویوسف ومحمد والحسن بن زیاد وزفر رحمهم الله : لا یجوز للمرتهن الإنتفاع من الرهن ولا للراهن أیضاً . (۱/۶۴۴)

ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : (لا الإنتفاع به مطلقاً) سواء کان من مرتهن أو راهن، .... لا یحـل له أن ینتفع بشیٔ منه بوجه من الوجوه، وإن أذن له الراهن لأنه أذن له فی الربا لأنه یستوفی دینه کاملاً فتبقی له المنفعة فضلاً فیکون ربا وهذا أمر عظیم . (۱۰/۷۰، کتاب الرهن)

(۲) مـا فـی " مـنهاج المسلم للجزائری " : لو اشترط رب الأرض أخذ بذره من المحصول قبل قسمته وما بقی فهو له وللعامل بحسب ما اشترطاه لم تصح المزارعة . (ص: ۳۰۴، دار الغد الجدید) =

دیئے ہوئے قرض پر سود لینا ہوا، جوشرعاً حرام ہے۔[۱]

مزارعت کی ایک اورمروج صورت اوراس کا شرعی حکم

مسئلہ (۱۶۹): ہمارے اس علاقے میں مزارعت اور بٹائی کی یہ صورت بھی مروج ہے، مثلاً: زید کی زمین ہے بکر نے اس سے بٹائی کا معاملہ اس طرح کیا کہ کاشت کے جتنے مصارف (اخراجات) ہوں گے بکر اس کو برداشت کرے گا، اور فصل کٹ کر تیار ہو جانے پر پہلے بکر اپنے مصارف اس سے نکال لیگا، بعد میں جو کچھ بچ جائیگا وہ دونوں کے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہوگا، جبکہ مزارعت وبٹائی کی یہ صورت شرعاً ناجائز ہے، اس لئے کہ زید (زمیندار) کو کاشت کیلئے جو رقم دی جارہی ہے وہ درحقیقت قرض ہے، کیوں کہ فصل کٹنے پر وہ پوری رقم واپس لی جاتی ہے، اب بکر کا یہ کہنا کہ فصل کٹنے پر وہ اپنے مصارف نکال لیگا اور اس کے بعد جو کچھ غلہ بچے گا دونوں کے مابین آدھا آدھا تقسیم ہوگا، تو یہ اپنے دیئے ہوئے قرض پر سود لینا ہوا، جوشرعاً حرام ہے۔[۱]

= (۱) ما فی " فیض القدیر للمناوی " : " کل قرض جر منفعة فهو ربا ".
(۵/۲۸، رقم الحدیث: ۶۳۳۶)
ما فی " الشامیة " : قال الشامی : رأیت فی جواهر الفتاوی : إذا کان مشروطاً صار قرضاً فیه منفعة وهو ربا . (۱۰/۷۰، کتاب الرهن) (فتاوی محمودیہ:۲۰/۱۲۰۔۱۳۶، أحسن الفتاوی:۸/۴۹۸، فتاوی حقانیہ:۶/۴۳۱)

الحجة علی ما قلنا :

ما فی " فیض القدیر للمناوی " : " کل قرض جر منفعة فهو ربا " . (۵/۲۸، رقم الحدیث: ۶۳۳۶)
ما فی " الشامیة " : قال الشامی : قلت : والغالب من أحوال الناس أنهم یریدون عند الدفع الإنتفاع ، ولولاه لما أعطاه الدراهم ، وهذا بمنزلة الشرط، لأن المعروف کالمشروط ، وهو مما یعین المنع . (۱۰/۷۰)=

مزارعت تین صورتوں میں جائز ہے

مسئلہ (۱۷۰): مزارعت اور بٹائی کا معاملہ ظاہر الروایۃ کے مطابق صرف تین صورتوں میں جائز ہے:

۱/ زمین، بیج ایک کی طرف سے ہو، اور بیل وعمل (محنت) دوسری طرف سے۔

۲/ زمین ایک کی طرف سے اور بیل، بیج اور عمل (محنت) دوسری طرف سے۔

۳/ زمین، بیل اور بیج ایک کی طرف سے اور عمل (محنت) دوسری طرف سے۔[1]

بشرطیکہ ان میں یہ شرط نہ لگائی گئی ہو کہ کاشتکاری کیلئے روپیہ لگانے والا شخص فصل کٹنے پر پہلے اپنی رقم نکال لے گا، اور بعد میں جو پیداوار بچ جائے گی وہ معاہدے کے مطابق تقسیم ہوگی، کیوں کہ یہ قرض پر سود لینا ہوگا جو شرعاً حرام ہے۔[2]

= ما فی " منهاج المسلم للشیخ أبی بکر جابر الجزائری " : لو اشترط رب الأرض أخذ بذره من المحصول قبل قسمته وما بقی فهو له وللعامل بحسب ما اشترطاه لم تصح المزارعة . (ص: ۳۰۴)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامي " : وکذا صحت لو کان الأرض والبذر لزید، والبقر والعمل لآخر أو الأرض له والباقی للآخر أو العمل له والباقی للآخر فهذه الثلاثة جائزة .

(۹/۳۳۴، کتاب المزارعة)

ما فی " الهدایة " : إن کانت الأرض والبذر لواحد والبقر والعمل لواحد جازت المزارعة، لأن البقر آلة العمل، وإن کان الأرض لواحد، والعمل والبقر والبذر لواحد جازت، لأنه استیجار الأرض ببعض معلوم من الخارج، وإن کانت الأرض والبذر والبقر لواحد أو العمل من الآخر جازت ، لأنه استأجره للعمل بآلة المستأجر .

(۴/۴۰۹،۴۱۰، کتاب المزارعة ، البحر الرائق : ۸/۲۸۹، بدائع الصنائع :۵/۲۶۰)

(۲) ما فی " فیض القدیر للمناوی " : " کل قرض جر منفعة فهو ربا " .

(۵/۲۸ ، رقم الحدیث : ۶۳۳۶) (فتاوی محمودیہ:۲۰/۱۲۵۔۱۳۶)

کتاب الإجارة

اجارہ کے مسائل

آٹا پیسنے کی اجرت آٹے کے ذریعہ ادا کرنا

مسئلہ (۱۷۱): بعض علاقوں میں آٹا پیسنے کی اجرت روپیوں کی شکل میں لی جاتی ہے، اور یہی غالب ومروج ہے، مگر بعض علاقوں میں آج بھی آٹا پیسنے کی اجرت اجناس کی شکل میں لیجاتی ہے، مثلاً دس کلو گیہوں پیسنے کی اجرت آدھا کلو گیہوں، شرعاً اس میں کوئی قباحت وکراہت نہیں ہے، البتہ اگر دس کلو گیہوں پسانے کی اجرت اسی پسے ہوئے آٹے میں سے آدھا کلو آٹا طے کیا جائے، تو یہ ''حدیث قفیز طحان'' کے حکم میں داخل ہوکر اجارۂ فاسد ہوگا، جو شرعاً ممنوع ہے، اس صورت کے جواز کا یہ حیلہ ہوسکتا ہے کہ آٹا پسانے والا اپنے گیہوں کی طرف نسبت نہ کرتے ہوئے مطلق یوں کہے کہ اس دس کلو گیہوں کو پیس دو، میں آپ کو اس کی اجرت لاعلی التعیین گیہوں کا آدھا کلو آٹا دوں گا، پھر آٹا پسانے کے بعد اسی پسے ہوئے آٹے میں سے دیدے تو یہ جائز ہوگا۔ [1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' الحديث النبوي '' : عن أبي سعيد الخدري قال : '' نهى عن عسب الفحل، وعن قفيز الطحان'' .

(السنن الدار قطني :۳/۴۲، رقم الحديث :۲۹۶۶، كتاب البيوع ، السنن الكبرى للبيهقي : ۵/۵۵۴، رقم الحديث: ۱۰۵۴)

ما في '' الدر المختار مع الشامية '' : استاجر بغلاً ليحمل طعامه ببعضه أو ثوراً ليطحن بره ببعض دقيقه فسدت في الكل لأنه استأجره بجزء من عمله ، والأصل في ذلک نهيه صلى الله عليه وسلم عن قفيز =

بلا عذر ملازموں کا غیر حاضر رہنا

مسئلہ (۱۷۲): حکومتی اداروں میں بہت سے ملازمین بلا وجہ شرعی اور بلا گھریلو مجبوری کے اپنی ڈیوٹی سے غیر حاضر رہتے ہیں، اور متعلقہ آفیسر سے اچھے تعلقات کی بنیاد پر غیر حاضری کے ایام بھی حاضری میں شمار کرواکر پوری تنخواہ وصول کرتے ہیں، جبکہ یہ آفیسر اس کا مجاز نہیں ہوتا، شرعاً یہ عمل ناجائز اور حرام ہے، اس لیے ملازمین پر لازم ہے کہ اپنی ذمہ داری کا احساس کر کے اپنے مفوضہ کاموں کو ایمانداری کے ساتھ انجام دیں، کام کے وقت کو ضائع نہ کریں، اور بوقتِ ضرورتِ شدیدہ اپنے متعلقہ آفیسر سے باقاعدہ رخصت لے کر جائیں، اور اس پر سرکاری قانون کے مطابق ہی تنخواہ لیں، تاکہ دنیا وآخرت کی رسوائی اور ذلت سے سبکدوشی ممکن ہوسکے۔ (۱)

= الطحان....... والحيلة أن يفرز الأجر أولا ، أو يسمى قفيزاً بلا تعيين ثم يعطيه قفيزاً منه فيجوز. در مختار. قال العلامة ابن عابدين : قال الرملي : وبه علم بالأولى جواز ما يفعل في ديارنا من أخذ الأجرة من الحنطة والدراهم معاً ، ولا شك في جوازه .
(۶۸/۹ ، باب الإجارة الفاسدة ، مطلب: تحرير مهم في عدم جواز الاستئجار، الفتاوى الهندية: ۴۴۴/۴، الفصل الثالث في قفيز الطحان وما هو في معناه، المبسوط للسرخسي: ۹۳/۱۵، كتاب الإجارات، الاختيار لتعليل المختار: ۳۱۹/۲، فصل في إفساد الإجارة، الهداية :۲۸۹/۳، باب الإجارة الفاسدة ، تبيين الحقائق : ۱۲۹/۶)
(فتاوی محمودیہ:۵۸۶/۱۶، فتاوی حقانیہ:۲۶۹/۶، الأصل في ذلك نهيه عن قفيز الطحان)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ويل للمطففين الذين إذا اكتالوا على الناس يستوفون، وإذا كالوهم أو وزنوهم يخسرون﴾ . (سورة التطفيف: ۲/۳)=

....

....

....

= ما فی " أحكام القرآن لإبن العربی" : قال علماء الدين : التطفيف فی كل شيء فی الصلوة والوضوء والكيل والميزان . (۱۹۰۸/۴)

ما فی " الحديث النبوی " : عن يحي بن سعيد أن عمر بن الخطاب انصرف من صلاة العصر فلقی رجلاً لم يشهد العصر، فقال عمر : " ما حبسک عن صلاة العصر؟ فذكر له الرجل عذراً، فقال عمر : طفَّفْتَ، قال يحي: قال مالک: ويقال لكل شئ وفاء وتطفيف ".

(المؤطأ للإمام مالک: ص ۴، كتاب وقوف الصلاة، باب جامع الوقوف)

ما فی " الدر المختار مع الشامية " : (والثانی) وهو الأجير الخاص ويُسمی أجير وحد وهو من يعمل لواحد عملاً موقتاً بالتخصيص، ويستحق الأجر بتسليم نفسه فی المدة وإن لم يعمل كمن استوجر شهراً للخدمة أو شهراً لرعی الغنم، المسمی بأجر مسمی.......... وليس للخاص أن يعمل لغيره ولو عمل نقص من أجرته بقدر ما عمل . " الدر المختار " .

قال ابن عابدين الشامی : قوله : (ولو عمل نقص من أجرته) قال فی التاتارخانية: نجار استوجر إلی الليل فعمل لآخر دواةً بدرهم وهو يعلم فهو آثم ، وإن لم يعلم فلا شئ عليه وينقص من أجر النجار بقدر ما عمل فی الدواة . (۸۲،۸۱/۹)

ما فی " الشامية " : قوله : (وليس للخاص أن يعمل لغيره) ..... قال فی الفتاوی الفضلی : وإذا استأجر رجلاً يوماً يعمل كذا ، فعليه أن يعمل ذلک العمل إلی تمام المدة ولا يشتغل بشئ آخر سوی المكتوبة ، وفی فتاوی سمرقند : وقد قال بعض مشايخنا : له أن يؤدی السنة أيضاً ، واتفقوا أنه لا يؤدی نفلاً وعليه الفتوی . (۸۲/۹ ، كتاب الإجارة ، المبسوط للسرخسی : ۱۱۵/۱۵ ، الهداية: ۲۹۴/۳ ، البحر الرائق: ۵۲/۸) (معارف القرآن لمفتی شفیع احمدؒ: ۶۹۳/۸، کتاب الفتاوی: ۴۰۲/۵، فتاوی حبیبیہ: ۱۶۶/۲، فتاوی احیاء العلوم: ص ۳۲۰، فتاوی معاصرہ: ص ۱۶۴)

موبائل کمپنی کا زائد ٹاک ٹائم دینا

مسئلہ (۱۷۳): آج کل موبائل کمپنیوں کی طرف سے بہت سے آفر آرہے ہیں، مثلاً 120/روپے میں 1200/روپے کا ٹاک ٹائم ملے گا، بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں 120/روپے کے عوض 1200/روپے موصول ہوتے ہیں، اس لیے شرعاً یہ سود ہے، جبکہ یہ خیال صحیح نہیں ہے، کیوں کہ یہاں 120/میں 1200/روپے کے عوض آنے والے وقت کی بقدر گفتگو کا حق دیا جارہا ہے، یعنی حقِ گفتگو کو فروخت کیا جارہا ہے، 120/روپے کو 1200/روپے کے عوض فروخت نہیں کیا جارہا ہے کہ سود پیدا ہو، 120/روپے اور حق گفتگو دو الگ الگ چیزیں ہیں، اس لیے ان کے درمیان کمی بیشی اور ایک طرف سے نقد اور دوسری طرف سے ادھار دونوں جائز ہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

ما في " البحر الرائق " : الربا هو فضل مال بلا عوض في معاوضة مال بمال، أي فضل أحد المتجانسين على الآخر بالمعيار الشرعي أي الكيل والوزن .

(۲۰۷/۶، باب الربا، تنوير الأبصار وشرحه مع الشامية : ۳۰۱/۷-۳۰۳، باب الربا)

ما في " فتح القدير " : ويجوز للمشتري أن يزيد للبائع في الثمن ويجوز للبائع أن يزيد للمشتري في المبيع ويجوز أن يحط من الثمن . (۴۸۰/۶، باب المرابحة والتولية)

ما في " الهداية " : وإذا عدم الوصفان الجنسي والمعنى المضموم إليه حل التفاضل والنسأ لعدم العلة المحرّمة والأصل فيه الإباحة . (۷۹/۳، باب الربا، الفتاوى الهندية: ۱۱۷/۳، الفصل السادس)

ما في " قواعد الفقه " : الأصل في الأشياء الإباحة . (ص: ۵۹، رقم القاعدة : ۳۵)

غیر مسلم ممالک میں ملازمت اختیار کرنا

مسئلہ (۱۷۴): اگر کوئی مسلمان معاشی مسئلہ سے دوچار ہوجائے، اور تلاش بسیار کے باوجود اسے اپنے اسلامی ملک میں معاشی وسائل حاصل نہ ہوں، حتی کہ وہ "قوت لایموت" (اتنی روزی جس سے جان بچ جائے) کامحتاج ہوجائے، اور غیر مسلم ملک میں کوئی جائز ملازمت مل جائے، تو چار شرطوں کے ساتھ غیر مسلم ملک میں رہائش اختیار کرسکتا ہے:

۱/ اپنی ذات پر یہ اطمینان ہو کہ عملی زندگی میں دین کے احکام پر کاربند رہے گا۔

۲/ وہاں رائج شدہ منکرات وفواحشات سے اپنے آپ کومحفوظ رکھے گا۔

۳/ اس کے پاس ایسا علم ہو کہ جس سے وہ شبہات کودفع کرسکتا ہو۔

۴/ اس کے پاس اتنی دینداری ہو جو اسے شہوات سے روک سکتی ہو۔[1]

کیوں کہ حلال کمانا بھی دوسرے فرائض کے بعد ایک فرض ہے[2]، جس کیلئے شریعت نے

الحجة على ما قلنا :

(۱) مـا فـی " الهجرة إلى بلاد غير المسلمين " : ذهب جمهور العلماء من حنفية وشافعية وحنابلة وأكثر الزيدية وغيرهم إلى جواز المقام فی بلاد الكفر إذا أمن المسلم على نفسه الفتنة فی الدين أو النفس أو المال أو العرض انطلاقاً من أن الأصل فی ذلک هو الحمل ، والحظر لا يكون إلا لعارضٍ . (ص:۱۳۳)

ما فی " مجموع الثمين للعثيمين " : شرط على المسافر إلى تلک البلاد : أن يكون محتاجاً إلى ذلک السفر، وأن يكون عنده علم يدفع به الشبهات، ودين يمنعه الشهوات .

(ص:۵۰، بحواله : الهجرة إلى بلاد غير المسلمين:ص ۱۷۹)

(۲) مـا فـی " الحديث النبوی " : عن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : " طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة " . (مشكوة المصابيح :ص ۲۴۲، باب الكسب، الفصل الثالث)=

کسی مکان اور جگہ کی قید نہیں لگائی، بلکہ عام اجازت دی ہے کہ جہاں چاہو رزق حلال تلاش کرو۔[1]

سائبر کیفے (Siber Cafe) کھولنے کا حکمِ شرعی

مسئلہ (۱۷۵): آج کل انٹرنیٹ (Internet) کا استعمال عام ہو چکا ہے، اور لوگ اسی عموم سے فائدہ اٹھا کر جگہ جگہ سائبر کیفے (Siber Cafe) کھول رہے ہیں، سائبر کیفے میں متعدد کمپیوٹر (Computer) ہوتے ہیں، جن میں نیٹ کنکشن (Net Connection) موجود ہوتا ہے، لوگ یہاں آکر وقتِ محدود (Limited Time) تک متعین اجرت (Fixed Wadge) کے عوض ان کی خدمات کرایہ پر حاصل کرتے ہیں، کچھ لوگ اس وقتِ محدود میں نیٹ کا استعمال ناجائز کاموں کیلئے بھی کرتے ہیں، مثلاً گانا سننے کیلئے، یا فلم دیکھنے کیلئے[2]، یا ایسے اخبار پڑھنے کے لیے جو اِن کے عقائد وایمان اور

= (۱) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿هو الذی جعل لکم الأرض ذلولاً فامشوا فی مناکبها وکلوا من رزقه وإلیه النشور﴾ . (سورة الملک : ۱۸)

ما فی " القرآن الکریم " : ﴿ألم تکن أرض الله واسعة فتهاجروا فیها﴾ . (سورة النساء : ۹۷)

ما فی " فتح القدیر للشوکانی " : قیل المراد بهذه الأرض المدینة، والأولی العموم اعتباراً بعموم اللفظ لا بخصوص السبب کما هو الحق، فیراد بالأرض کل بقعة من بقاع الأرض تصلح الهجرة إلیها ، ویراد بالأرض الأولی کل أرض ینبغی الهجرة منها . (۱/ ۱۱ ۴) . (فقہی مقالات:۱/۲۴۳)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿ومن الناس من یشتری لهو الحدیث لیضل عن سبیل الله بغیر علم﴾ . (سورة لقمان : ٦)=

تہذیب واخلاق کیلئے سخت مضر ونقصان دہ ہوتے ہیں، ان کے ساتھ اجارہ کا یہ معاملہ تعاون علی الاثم ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے [۱]، اور اس معاملے سے حاصل کردہ آمدنی بھی خبیث وناپاک ہے۔ [۲]

= ما فی " أحکام القرآن لظفر أحمد التهانوی " : المراد عن لهو الحدیث، فقیل هو الغناء، وهو قول ابن مسعود ، وروی عن جابر قال : هو الغناء والاستماع له ، .... والذی علیه الجمهور من الصحابة والتابعین وعامة المفسرین هو ما روي عن الحسن : أن لهو الحدیث کل ما شغلك عن عبادة الله وذکره من الخرافات والغناء ونحوها .... فعلی هذا دلت الآیة علی حرمة کل ما یلهی ویشغل عن ذکر الله وعبادته ، سواء کان غناء أو معازف أو شيء آخر من الملاهي .
(۱۸۴/۳)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن أبی هریرة أن رسول الله ﷺ قال : " استماع صوت الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق والتلذذ بها کفر ".

(نیل الأوطار للشوکاني: ۱۰۴/۸ ، رقم الحدیث: ۳۵۵۳)

ما فی " الشامیة " : الملاهي کلها حرام . (۴۲۴/۹، کتاب الحظر والإباحة)

ما فی " الحدیث النبوی ":إن رسول الله ﷺ قال : " لعن الله الناظر والمنظور إلیه ".

(مشکوة المصابیح :ص ۲۷۰)

ما فی " الحدیث النبوی " : " إن أشد الناس عذاباً عند الله المصورون ".

(صحیح البخاری : ۸۸۰/۲، کتاب اللباس)

(۱) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما فی " المقاصد الشرعیة " :إن الوسیلة أو الذریعة تکون محرمة إذا کان المقصد محرماً ، وتکون واجبةً إذا کان المقصد واجباً . (ص: ۴۶)

(۲) ما فی " الحدیث النبوي" : عن ابن عمر قال : " نهی رسول الله ﷺ عن عسب الفحل " .

(السنن لأبی داود: ص ۴۸۶، باب فی عسب الفحل ، کتاب البیوع ، صحیح البخاری : ۳۰۵/۱، کتاب الإجارة) =

البتہ بعض لوگ نیٹ کا استعمال جائز کاموں کیلئے بھی کرتے ہیں، مثلاً فون لگاکر جائز بات چیت کرنا، یا ویب سائٹ (Website) پر موجود کتابوں کا مطالعہ کرنا، یا مفید معلومات حاصل کرنا وغیرہ، تو اس طرح کے لوگوں سے اجارہ کا یہ معاملہ شرعاً جائز و درست ہے، اور اس سے حاصل کردہ آمدنی بھی حلال ہے۔(۱)

= ما فی" المبسوط للسرخسي" : وإذا استأجر فحلاً لينزيه لم يجز للأثر الذي جاء به النهی عن رسول الله ﷺ عن التيس ، ولأن المقصود الماء ولا قيمة له، وصاحب الفحل يلتزم إيفاء ما لا يقدر على تسليمه . (۴۱/۱۶، باب الإجارة الفاسدة ، فتح القدير : ۹/۱۰۰ ،كتاب الإجارات ، باب الإجارة الفاسدة ، الدر المختار مع الشامية : ۹/۷۰، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة ، قبيل مطلب فی الاستيجار على المعاصي ، مجمع البحرين : ص ۳۸۶، فصل فيما يجوز من الإجارة وما يفسد منها)

ما فی" نصب الراية ":لا يجوز أخذ أجرة عسب التيس وهو أن يؤجر فحلاً لينزو على الإناث ، لقوله عليه الصلاة والسلام :" إن من السحت عسب التيس". والمراد أخذ الأجرة عليه .

(۴/۳۲۵، باب الإجارة الفاسدة، الإختيار لتعليل المختار: ۲/۳۱۸، فصل فساد الإجارة)

ما فی " المبسوط للسرخسي":لا تجوز الإجارة على شيء من الغناء والنوح والمزامير والطبل وشيء من اللهو، لأنه معصية والاستيجار على المعاصی باطل . (۱۵/۴۲، الشامية : ۹/۴۰، الفتاوى الهندية:۳/۲۸۷ ، الموسوعة الفقهية: ۱/۱۰۸ ، بدائع الصنائع :۴/۳۹)

(۱) ما فی" منهاج المسلم للشيخ أبی بكر جابر الجزائري": شروط الإجارة إباحة المنفعة فلا يجوز استئجار أمة للوطأ أو امرأة للغناء أو النوح .

(ص:۳۰۵، الباب الخامس فی المعاملات، الفصل الرابع)

ما فی " الأشباه والنظائر": الأمور بمقاصدها . (۱/۱۱۳) (محمود الفتاوی:۳/۱۱۵)

باب العارية والرهن

عاریت ورہن کے مسائل

مدرسہ سے ملی ہوئی کتابوں کا حکم

مسئلہ(۱۷۶): طلباء جامعہ کو، جامعہ کی طرف سے جو کتابیں سال کے شروع میں پڑھنے کیلئے دی جاتی ہیں، اور سال کے آخر میں ان سے واپس لیجاتی ہیں، وہ ان کی ملکیت نہیں بلکہ عاریت ہے، اور عاریت کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ اس میں وہی تصرف جائز ہے جس کی عاریت پر دینے والے کی طرف سے اجازت ہو، اگر اس کی طرف سے اجازت نہیں ہے تو کوئی تصرف جائز نہیں، خواہ مفید ہی کیوں نہ ہو، چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر آپ کسی سے کتاب لیں، اور اس میں کتابت کی غلطی پائیں، تب بھی آپ کیلئے اسی وقت اصلاح جائز ہے جبکہ اس سے مالکِ کتاب کو ناراضگی نہ ہو، ورنہ اپنے طور پر اصلاح کرنا درست نہیں، جب کتابت کی غلطی کی اصلاح کے سلسلہ میں یہ حکم ہے، تو عاریت کی کتابوں پر اپنے نام لکھنا، ان پر حواشی چڑھانا اور افتتاح واختتام کتاب کی تاریخ مع تعیینِ ماہ وسن لکھنا کیوں کر جائز ہوسکتا ہے، جبکہ جامعہ کی طرف سے اس کی ممانعت ہے، اس لئے اس سے احتیاط برتیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " حاشية قرة عيون الأخيار تكملة الشامية على الدرالمختار" : استعار كتابا فوجد به خطأ أصلحه ، إن علم رضا صاحبه . " در مختار ". قوله : (إن علم رضا صاحبه) فإن علم عدم رضاه ينبغي أن لا يصلحه لأنه تصرف في ملك الغير بغير إذنه . (۱۲/ ۵۵۴، كتاب العارية)

ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : بقاعدة فقهية : لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بلا إذنه . (۱/ ۹۶، المادة : ۹۶)

کوئی چیز رکھ کر قرض لینا، اور مرتہن کا شیٔ مرہون سے فائدہ اٹھانا

مسئلہ (۱۷۷): بعض لوگ بطورِ قرض دوسروں کو روپئے دیتے ہیں، اور وصولیٔ دین کو یقینی بنانے کیلئے کوئی چیز اپنے پاس بطور رہن یعنی گروی رکھتے ہیں، اور اس شیٔ مرہون (جس چیز کو گروی رکھا گیا ہے) سے فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں، جبکہ مرتہن (جس کے پاس کوئی چیز گروی رکھی گئی ہے) کا شیٔ مرہون سے فائدہ اٹھانا، یا نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے، گرچہ راہن (گروی رکھنے والا) نے نفع اٹھانے کی صراحۃً اجازت دی ہو، یا عرفاً اس کا رواج ہو، کیوں کہ یہ سود ہے [۱]، اگر مرتہن نے شیٔ مرہون سے فائدہ اٹھایا اور وہ شیٔ ہلاک ہوگئی، تو وہ اس کی قیمت کا ضامن ہوگا۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿وإن كنتم على سفر ولم تجدوا كاتباً فرهان مقبوضة﴾ .

(سورة البقرة: ۲۸۳)

ما فی " أحكام القرآن للجصاص " : قال أبو حنيفة وأبو يوسف ومحمد والحسن بن زياد وزفر لا يجوز للمرتهن الانتفاع بشيء من الرهن ولا للراهن أيضاً ، وقالوا : إذا أجر المرتهن الرهن بإذن الراهن....... فقد خرج من الرهن ولا يعود . (۱/۶۴۴)

ما فی " الحديث النبوی " : " كل قرض جر منفعةً فهو ربا " .

(فيض القدير للمناوی: ۵/۲۸، رقم الحديث: ۶۳۳۶)

ما فی " الشامية " : لا يحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه، وإن أذن له الراهن ، لأنه اذن له فی الربا، لأنه يستوفی دينه كاملاً فتبقى له المنفعة فضلاً فيكون رباً ، وهذا أمر عظيم .

(۱۰/۷۰، الموسوعة الفقهية: ۳۳/۱۸۳)

(۲) ما فی " بدائع الصنائع " : فإن انتفع به فهلک فی حال الاستعمال يضمن كل قيمته لأنه صار غاصباً . (۵/۲۱۲، كتاب الرهن) (فتاویٰ محمودیہ: ۲۰/۱۲۵، احسن الفتاوی: ۸/۴۹۸)

باب السرقة

چوری کا بیان

طلباء کا بلا اجازت اپنے ساتھیوں کی چپل پہن کر چلا جانا

مسئلہ (۱۷۸): بعض طلباء اپنے ساتھیوں کی چپل ان کی اجازت کے بغیر پہن کر چلے جاتے ہیں، اور ان کی جو منزلِ مقصود ہوتی ہے وہاں لیجا کر اسے چھوڑ دیتے ہیں، مثلاً درسگاہوں کے سامنے سے پہن کر مطبخ چلے جاتے ہیں اور وہیں چھوڑ دیتے ہیں، یا درسگاہوں میں سے پہن کر مسجد چلے جاتے ہیں اور وہیں چھوڑ دیتے ہیں، ان کا یہ عمل چوری ہے، جو شرعاً حرام ہے [1]، اور چور پر لازم ہے کہ وہ عین مسروق، مسروق منہ کو یعنی چرائی ہوئی چیز اس کے اصل مالک کو لوٹا دے، اور ضائع ہونے یا کرنے کی صورت میں اگر اس کا مثلِ صوری موجود ہو تو مثلِ صوری، ورنہ مثل معنوی یعنی قیمت ادا کردے [2]، لہذا طلباء کو چاہیے کہ وہ اس

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿والسارق والسارقة فاقطعوا أيديهما جزاءً بما كسبا نكالاً من الله والله عزيز حكيم﴾ . (سورة المائدة:۳۸)

ما فی " أحكام القرآن لإبن العربی " : حقيقة السرقة وهی أخذ المال علی خفية من الأعين . (۲/۶۰۴)

مـا فـی " تـعـليـق بدائع الصنائع " : فإن الله تعالی قد رتب وجوب قطع الأيدی علی السرقة عقوبة السارق ، وهذه العقوبة الشديدة لا تكون إلا علی فعل محرم شرعاً لما فيها من شديد الإيذاء .

(۹/۲۷۹، كتاب السرقة، فصل فی ركن السرقة)

(۲) مـا فـی "الـمـوسـوعة الـفـقهية ": ولا خلاف فی وجوب الضمان المسروق إذا تلف ، ولم يقم الـحـد علی السارق بسبب يمنع القطع كأخذ المال من غير حرز أو كان دون النصاب أو قامت =

طرح ایک دوسرے کی چیزیں بلا اجازت استعمال نہ کریں، کیوں کہ یہ جائز نہیں ہے [۱]، ورنہ مناسبِ حال تعزیر کرنا درست ہوگا۔ [۲]

آپریٹنگ سسٹم، سافٹ ویئر اور پروگرامس کاپی کر کے فروخت کرنا

مسئلہ (۱۷۹): آپریٹنگ سسٹم (Oprating System) اور سافٹ ویئرز (Softwears) جیسے ونڈوز (Windows) آفس (Office)، فوٹو شاپ (Photoshop) وغیرہ یہ سافٹ ویئرز انتہائی قیمتی اور نادر ہوتے ہیں، اور کمپنی اسے خطیر رقم دے کر بنواتی ہے، اگر متعلقہ کمپنی نے ان پروگراموں اور سافٹ ویئرز کی بلا اجازت کاپی

= شبهة تدرأ الحد أو نحو ذلک ، وحينئذٍ يجب على السارق أن يرد مثل المسروق إن كان مثلياً وقيمته إن كان قيمياً . (۳۴۶/۲۴)

(۱) ما فی " الحديث النبوی " : " لا يحل مال امرئٍ مسلم إلا بطيب نفس منه " .

(السنن الكبرى للبيهقی: ۱۶۶/۶ ، كتاب الغصب، مشكوة المصابيح : ص ۲۵۵ ، السنن الدارقطنی: ۲۲/۳ ، كتاب البيوع ، رقم الحديث: ۲۸۶۲ ، المسند للإمام أحمد بن حنبل : ۴۰۰/۱۵ ، رقم الحديث: ۲۰۹۸۰ ، جمع الجوامع : ۷/۹ ، رقم الحديث: ۲۶۷۵۹ ، شعب الإيمان للبيهقی: ۳۸۷/۴ . رقم الحديث: ۵۴۹۲)

ما فی " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : لا يجوز لأحد أن يتصرف فی ملک الغير بلا إذنه . وفيه أيضاً : لا يجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعي . (۹۶/۱ - ۹۸ ، رقم المادة: ۹۶ - ۹۸)

(۲) ما فی " منهاج المسلم للجزائري": التعزير : التأديب بالضرب والشتم أو المقاطعة أو النفی . حكمه: التعزير واجب فی كل معصية لم يضع الشارع لها حداً ولا كفارة، وذلک كالسرقة التی لم تبلغ نصاب القطع إلخ .... أن يجتهد السلطان فی التعزير ويضع لكل حال ما يناسبها .... إذ المقصود من التعزير التربية والتأديب لا التعذيب والانتقام . (ص: ۴۳۴ . ۴۳۵)

کرنا ممنوع قرار دیا ہو تو اس طرح کے سوفٹ ویئر اور پروگراموں کی کاپی کرکے خرید وفروخت کرنا شرعاً درست نہیں ہے، اس سے بچنا واجب ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " القرآن الکریم ": ﴿والسارق والسارقة فاقطعوا أيديهما جزاءً بما كسبا نكالاً من الله﴾ .
(سورة المائدة: ۳۸)

ما فی " أحكام القرآن لإبن العربي ": السارق هو فاعل من السرقة : وهو كل من أخذ شيئاً على طريق الإختفاء عن الأعين ، لكن الشريعة شرطت فيه : .... فهو كل مال تمتدّ إليه الأطماع ، ويصلح عادةً وشرعاً للانتفاع به ، فإن منع منه الشرع لم ينفع تعلق الطماعية فيه ولا يتصور الانتفاع منه كالخمر والخنزير ، وقد كان ظاهر الآية يقتضى قطع سارق القليل والكثير لإطلاق الإسم عليه.......... والصحيح عن عائشة : " ما طال عليّ ولا نسيتُ القطع فی ربع دينار فصاعداً ". وهذا نص . (۲/ ۶۰۷/ ۶۰۸)

ما فی " منهاج المسلم للشيخ أبی بكر جابر الجزائري ": السرقة أخذ المال المحروز على وجه الاختفاء كان يدخل أحدٌ دكاناً أو منزلاً فيأخذ منه ثياباً أو حباً أو ذهباً ونحو ذلک ، حكمها : السرقة كبيرة من الكبائر حرمها الله تعالى بقوله: ﴿والسارق والسارقة فاقطعوا أيديهما جزاءً بما كسبا نكالاً من الله والله عزيز حكيم﴾ .وقال النبي ﷺ فی بيان أنها حد من حدود الله يقام على كل أحد : " والذی نفسی بيده لو سرقت فاطمة بنت محمد لقطعت يدها "........... شروط القطع أن يكون المسروق مالاً مباحاً لا خمراً أو مزماراً مثلاً ، وأن يكون بالغاً ربع دينار فی القيمة لقوله عليه الصلوٰة والسلام : " لا تقطع يد السارق إلا فی ربع دينارٍ فصاعداً "........أن يكون المال المسروق فی حِرزٍ كدار أو دكان أو حظيرة أو صندوق ونحو ذلک مما يعتبر حرزاً .

(ص: ۴۲۷/ ۴۲۸، الباب الخامس فی المعاملات، الفصل الحادی عشر)

کتاب الوقف

وقف کے مسائل

عام قبرستان میں کاشت کرنا یا اس کو ذریعۂ آمدنی بنانا

مسئلہ (۱۸۰): عام قبرستان جو وقف ہے، آباد ہے، وہاں مردے دفن ہوتے ہیں، ان میں کاشت کرنا، یا ان پر عمارتیں وغیرہ بنا کر ان کو ذریعہ آمدنی بنانا جائز نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' الفتاوى الهندية '' : سئل الأوزجندي عن المقبرة في القرى إذا اندرست ولم يبق فيها أثر الموتى لا العظم ولا غيره هل يجوز زرعها واستغلالها؟ قال : لا، ولها حكم المقبرة ،كذا في المحيط . (۲/۴۷۰، كتاب الوقف ، الباب الثاني عشر في الرباطات والمقابر)

ما في '' فتاوى قاضيخان على هامش الهندية '' : مقبرة قديمة لمحلة لم يبق فيها آثار المقبرة هل يباح لأهل المحلة الإنتفاع بها ؟ قال أبو نصر : لا يباح .

(۳/۳۱۴، كتاب الوقف، فصل في المقابر)

ما في '' فتح القدير '' : لا يجوز لأهل القرية الانتفاع بالمقبرة الداثرة . (۲۲۲/۶،كتاب الوقف)

أحكام المساجد

مساجد کے احکام

غیر مسلموں کو مسجدوں میں لانا

مسئلہ(۱۸۱): غیر مسلم مثل یہود، نصاریٰ، پادری وغیرہ مساجد کے اندر مسلمانوں کے مواعظ ونصائح سننے کی غرض سے آسکتے ہیں۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحديث النبوی " : عن ابن عباس : " قدم وفد عبد القيس على رسول الله ﷺ ".
(الصحيح لمسلم : ۱/۳۳) . وفی رواية : " إن وفد عبد القيس أتوا رسول الله ﷺ ، فقال رسول الله ﷺ : من الوفد أو من القوم؟ قالوا : ربيعة، قال: مرحباً بالقوم أتو بالوفد غير خزايا ولا الندامى " . (۱/۳۴)

ما فی " الشامية " : وجاز دخول الذمي مسجداً مطلقاً . (۹/۵۵۵)

ما في " أحكام القرآن للجصاص" : وقد روي عن حماد بن سلمة عن حميد عن الحسن عن عثمان بن أبی العاص : " أن وفد ثقيف لما قدموا على رسول الله ﷺ ضرب لهم قبة فی المسجد ، فقالوا : يا رسول الله! قوم أنجاس؛ فقال رسول الله ﷺ : إنه ليس على الأرض من أنجاس الناس شئ إنما أنجاس الناس على أنفسهم ".

وروى يونس عن الزهرى عن سعيد بن المسيب : " أن أبا سفيان كان يدخل مسجد النبی ﷺ وهو كافر" .قال أبوبكر : فأما وفد ثقيف فإنهم جاؤوا بعد فتح مكة إلى النبی ﷺ ، والآية نزلت فی السنة التی حج فيها أبوبكر وهی سنة تسع ، فأنزلهم النبی ﷺ فی المسجد وأخبر أن كونهم أنجاساً لا يمنع دخولهم المسجد ، وفی ذلک دلالة على أن نجاسة الكفر لا تمنع الكافر من دخول المسجد ، وأما أبوسفيان فإنه جاء إلى النبی ﷺ لتجديد الهدنة وذلک قبل الفتح ، وكان أبوسفيان مشركاً حينئذٍ .(۳/۱۱۵ ، تحت الآية : إنما المشركون نجس إلخ ، سورة التوبة)

(فتاوی دارالعلوم دیوبند:۱۴/۱۹۱)

مسلمانوں کا اہل ہنود کو مسجدوں میں لانا، اور ان سے لیکچر (تقریر) دلوانا

مسئلہ (۱۸۲): مسلمانوں کا اہلِ ہنود کو مسجدوں میں لانا، ان سے لیکچر دلوانا، تقریر کروانا، اور وہاں اس کا سننا اور سنانا، خصوصاً جبکہ وہ لیکچر وتقریر مسلمانوں اور اسلام کی تائید وموافقت میں ہو، جائز ہے، کیوں کہ یہ امدادِ غیبی ہے جو اللہ تعالیٰ کفار کے ذریعہ مسلمانوں اور اسلام کو پہنچا رہا ہے، اور جیسے فاجر آدمی سے دین کی تائید ہوسکتی ہے کافر سے بھی ہوسکتی ہے۔(۱)

غیر مسلم مزدوروں سے مسجد کی تعمیر

مسئلہ (۱۸۳): بہتر اور افضل تو یہی ہے کہ اللہ کے مقدس اور پاکیزہ گھر کی تعمیر میں جہاں تک ہوسکے مسلمان انجینئر اور مسلمان مزدوروں سے کام لیا جائے، لیکن اس بات کی بھی اجازت اور گنجائش ہے کہ تعمیرِ مسجد میں غیر مسلم انجینئر یا غیر مسلم مزدوروں سے مدد لی جائے، اور ان سے اجرت ومعاوضہ دے کر کام کرایا جائے۔(۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الحدیث " : قال رسول الله ﷺ : " وإن الله لیؤید هذا الدین بالرجل الفاجر ".

(صحیح البخاری : ۹۷۷/۲، کتاب القدر، باب العمل بالخواتیم ، فتح الباری لإبن حجر العسقلانی: ۵۵۴/۱۱، رقم الحدیث: ۶۶۰۶، المکتبة شیخ الهند بدیوبند)

ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : وجاز دخول الذمي مسجداً مطلقاً .

(۵۵۵/۹ ، کتاب الحظر والإباحة ، فصل فی النظر) (فتاوی دارالعلوم:۱۹۰/۱۴)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی " التفسیر المنیر للزحیلي " : والأصح أنه یجوز استخدام الکافر فی بناء المسجد والقیام بأعمال لا ولایة له فیها کنحت الحجارة والبناء والنجارة، فهذا لا یدخل فی المنع =

ضرورت کے وقت مسجد میں قیام

مسئلہ (۱۸۴): بلاضرورت مسجد میں کھانا پینا اورسونا مکروہ ہے، البتہ مسافر اور معتکف کیلئے مسجد میں کھانے، پینے اور سونے کی گنجائش ہے، اسی طرح کسی شخص کو ایسی دینی ضرورت لاحق ہو، جو مسجد میں سوئے بغیر حاصل نہ ہوسکتی ہو، مثلاً نماز باجماعت کی پابندی نصیب ہوتی ہو، یا تہجد کی توفیق ہوتی ہو، یا مسجد کی حفاظت مقصود ہو، تو اس کیلئے بھی مسجد میں سونے کی اجازت وگنجائش ہے، بعض صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بھی دینی ضرورت کیلئے مسجد میں سوتے تھے۔ (۱)

= المذكور في الآية، إنما المنع موجه إلى الولاية على المساجد والاستقلال بالقيام بمصالحها مثل تعيينه ناظر المسجد أو ناظر أوقافه، وقيل : إن الكفار ممنوعون من عمارة مساجد المسلمين مطلقاً . (۵/۴۸۸، ۴۸۹) (معارف القرآن:۴/۳۳۱،فتاوی دارالعلوم دیوبند:۱۴/ ۵۵،امداد الفتاوی:۲/ ۶۶۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الحديث النبوي " : عن عبيد الله قال: حدثني نافع، قال: أخبرني عبد الله بن عمر أنه كان ينام وهو شاب أعزب لا أهل له في مسجد النبي ﷺ .

(صحيح البخاري : ۱/ ۶۳، كتاب الصلاة، باب نوم الرجال في المسجد)

ما في " الفتاوى الهندية " : ويكره النوم والأكل فيه لغير المعتكف .... ولا بأس للغريب أن ينام في المسجد في الصحيح .

(۵/ ۳۲۱، كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المساجد ، حلبي كبير: ص ۶۱۲، فصل في آداب المسجد ، الدر المختار مع الشامية : ۲/ ۴۳۵، كتاب الصلاة) . (فتاوی محمودیہ:۱۵/ ۲۳۱-۲۳۳)

مسجد کو مدرسہ بنانا

مسئلہ (۱۸۵): جب کسی جگہ مسجد شرعی بنادی جائے، اور وہاں اذان و جماعت ہورہی ہو، تو کسی مصلحت کی وجہ سے اس مسجد کو مدرسہ میں تبدیل کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، کیوں کہ وہ ہمیشہ ہمیش کیلئے مسجد بن گئی۔ (۱)

نام ونمود کیلئے مسجد بنانا

مسئلہ (۱۸۶): اگر ایک مسجد ضرورت کے موافق موجود ہے، پھر اس کے مقابلے یا محض نام ونمود وشہرت اور فخر کیلئے دوسری مسجد بنانا درست نہیں ہے، اور نہ اس کے بنانے کا ثواب ملے گا، تاہم اگر مسجد بن گئی تو وہ شرعی مسجد ہے، اس میں نماز درست ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : ولو خرب ما حوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الإمام والثاني أبداً إلى قيام الساعة وبه يفتي . حاوى القدسي. " الدر المختار ".

وفي الشامي : قوله : (عند الإمام والثاني) فلا يعود ميراثاً ولا يجوز نقله ونقل ماله إلى مسجد آخر، سواء كانوا يصلون فيه أو لا، وهو الفتوى . حاوى القدسي . وأكثر المشائخ عليه. مجتبى. وهو الأوجه . فتح . اهـ. بحر . (۵۴۸/۶، الفتاوى الهندية: ۴۵۸/۲) . (فتاوی محمودیہ:۵۹۴/۱۴)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿والذين اتخذوا مسجداً ضراراً وكفراً وتفريقاً بين المؤمنين وارصاداً لمن حارب الله ورسوله﴾ . (سورة التوبة : ۱۰۷)

ما في " الإكليل " : وقيل: كل مسجد بني مباهاة أو رياء وسمعة فهو لاحق بمسجد الضرار، قال صاحب الكشاف: وعن عطاء لما فتح الله الأمصار على يد عمر رضى الله تعالى عنه أمر =

مسجد کی زمین کو عیدگاہ بنانا

مسئلہ(۱۸۷): مسجد کی وہ زمین جومسجد کی آمدنی کیلئے وقف ہے،اس کی آمدنی کوختم کرکے اسے مستقل عیدگاہ بنانا ،منشاء واقف کے خلاف ہے،اس لیے یہ جائزنہیں ہے، بلکہ اس کوذریعۂ آمدنی بنایا جائے۔[1]

مسجد میں تالا لگانا

مسئلہ(۱۸۸): اوقاتِ نماز کے علاوہ مسجد کے دروازہ پرتالا نہ لگانے کی صورت میں سامانِ مسجد کے چوری وضائع ہونے کا اندیشہ ہو،تو تالا لگانا جائز ہوگا۔[2]

= المسلمين أن يبنوا المساجد، وأن لا يتخذوا فی مدينة مسجدين ليضارّ أحدهما صاحبه ، هذا لفظه ، فالعجب من المشائخين المتعصبين فی زماننا يبنون لشأنهم واقتداءً بآبائهم ، ولم يتأملوا ما فی هذه الآية والقصة من شناعة حالهم وسوء أفعالهم . (الإكليل : ۲۸۴/۴)

(بحوالہ فتاوی محمودیہ:۴۴۳/۱۴،التفسیرات الاحمدیہ:۳۱۲،مکتبہ مجتبائی دیوبند)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع رد المختار " : شرط الواقف كنص الشارع ، أی فی المفهوم والدلالة ووجوب العمل به فيجب عليه .

(۶۴۹/۶ ، كتاب الوقف، مطلب فی قولهم شرط الواقف كنص الشارع، الأشباه والنظائر لإبن نجيم : ص۱۶۳ ، بيروت)

ما فی " الشامية " : فإن شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع وهو مالک، فله أن يجعل ماله حيث شاء ما لم يكن معصية . (۵۲۷/۶، كتاب الوقف، مطلب شرائط الواقف) (فتاوی محمودیہ:۳۳۶/۱۴)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : كره غلق باب المسجد إلا لخوف على متاعه. به يفتى.=

غیرآباد مساجد کومنہدم کرنا جائز نہیں

مسئلہ(۱۸۹): اگرکسی شہر میں بکثرت مساجد ہوں، لیکن ہرایک میں جماعت واذان کا اہتمام والتزام نہ ہوتا ہو، توان تمام کو یا ان میں سے بعض مساجد کو (جن میں اہتمام والتزامِ اذان وجماعت نہ ہو) شہید ومنہدم کرنا جائز نہیں ہے۔ (۱)

= " در مختار". قوله : (إلا لخوف على متاعه) هذا أولى من التقييد بزماننا ، لأن المراد على خوف الضرر، فإن ثبت فی زماننا فی جميع الأوقات ثبت كذلك إلا فی أوقات الصلوٰة .
(۴۲۸/۲ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، البحر الرائق : ۵۹/۲ ، فتح القدير: ۴۳۵/۱، فصل يكره استقبال القبلة ، الفتاوى الهندية: ۱۰۹/۱ ،كتاب الصلوٰة ، فصل كره غلق باب المسجد)
ما فی " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : بقاعدة فقهية : الأمور بمقاصدها .
(ص: ۱۱۳/۱) (فتاوی محمودیہ:۳۷۹/۱۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : ولو خرب ما حوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الإمام والثانی أبداً إلى قيام الساعة. وبه يفتى . حاوی القدسی. " درمختار ". قوله : ولو خرب ما حوله ، أی ولو مع بقائه عامراً ، وكذا لو خرب وليس له ما يعمر به وقد استغنى الناس عنه لبناء مسجد آخر، قوله : (عند الإمام والثانی) فلايعود ميراثاً، سواء كانوا يصلون فيه أو لا، وهو الفتوى . حاوی القدسی. وأكثر المشائخ عليه . مجتبى. وهو الأوجه . فتح. اهـ. بحر .
(۵۴۸/۶، كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره ، البحر الرائق : ۴۲۱/۵، كتاب الوقف ، فی أحكام المسجد ، بدائع الصنائع : ۴۰۴/۸، كتاب الوقف ، فصل فی حكم المباشر وما يتحمل به)
ما فی " الشامية " : أما لو تمت المسجدية ثم أراد هدم ذلك البناء فإنه لا يمكن من ذلك .
(۵۴۸/۶، كتاب الوقف، مطلب فی أحكام المسجد) (فتاوی دارالعلوم:۶۴/۱۴،فتاوی محمودیہ:۴۰۶/۱۴)

مسجد کی آمدنی سے معلم کی تنخواہ

مسئلہ (۱۹۰): اگر کوئی زمین مصالحِ مسجد کیلئے وقف کی گئی، اور اس کی آمدنی اتنی ہے کہ مصالحِ مسجد میں خرچ ہونے کے بعد بچ جاتی ہے، اور اس مسجد کے متعلق مدرسہ بھی ہے، جس میں باتنخواہ معلم ہے، تو یہ زائد آمدنی اس کی تنخواہ میں دینا بھی درست ہے۔[۱]

مسجد میں چندہ کرنے کا حکمِ شرعی

مسئلہ (۱۹۱): مسجد کے اندر ضروریاتِ مسجد یا مدرسہ کے لیے چندہ کرنا جائز ہے، بشرطیکہ نمازیوں کی گردنوں کے اوپر سے پھلانگا نہ جائے[۲] اور نمازیوں کے سامنے سے

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويبدأ من غلته بعمارته ثم ما هو أقرب لعمارته كإمام مسجد ومدرس مدرسة يعطون بقدر كفايتهم . " درمختار " .

وفي الشامي : قوله : (ما هو أقرب لعمارته) قال في الحاوي القدسي : والذي يبدأ به من ارتفاع الوقف ، أي من غلته عمارته شرط الواقف أو لا ، ثم ما هو أقرب إلى العمارة، وأعم للمصلحة ، كالإمام للمسجد ، والمدرس للمدرسة ، يصرف إليهم قدر كفايتهم .

(۵۶۰/۵۵۹/۶ ، كتاب الوقف، مطلب يبدأ بعد العمارة بما هو أقرب إليها)

ما في " الشامية " : مراعاة غرض الواقفين واجبة .

(۶۶۵/۶ ، كتاب الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة) (فتاوی دار العلوم: ۹۸/۱۴)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " تكملة فتح الملهم " : وفصل بعضهم بين من يؤذي الناس بالمرور ونحوه، فيكره إعطاءه لأنه إعانة له على ممنوع، وبين من لايؤذي فيسن إعطاءه، لأن السؤال كانوا يسألون على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم في المسجد، حتى يروى أن علياً كرم الله وجهه تصدق بخاتمه وهو في الركوع فمدحه الله بقوله : ﴿ويؤتون الزكوٰة وهم راكعون﴾ .

(۱۲۰/۴ ، كتاب المساجد ومواضع الصلاة)=

گذرا نہ جائے [۱]، اور نہ ہی چندہ اس وقت کیا جائے جبکہ خطیب خطبۂ جمعہ پڑھ رہا ہو [۲]، اور نہ چندہ کرتے وقت ایسا شور کیا جائے جس سے نمازیوں کو خلل ہو۔ [۳]

= ما فی " الشامیة " : یکره إعطاء سائل المسجد إلا لم یتخط رقاب الناس فی المختار لأن علیاً تصدق بخاتمه فی الصلوٰة فمدحه الله بقوله: ﴿ویؤتون الزکوٰة وهم راکعون﴾ .

(۲/۳۷۵، کتاب الصلوٰة، مطلب فی أفضل المساجد)

(۱) ما فی " الحدیث النبوی " : قال أبو جهیم : قال رسول الله ﷺ : " لو یعلم المار بین یدی المصلی ما ذا علیه لکان أن یقف أربعین خیراً له من أن یمر بین یدیه " .

(صحیح البخاری : ۱/۷۳، کتاب الصلاة، باب إثم المار بین یدی المصلی)

(۲) ما فی " الدر المختار مع الشامي " :(وکل ما حرم في الصلوة حرم فیها) أی فی الخطبة ، فیحرم أکل وشرب وکلام ولو تسبیحاً .... أو أمر بالمعروف بل یجب علیه أن یستمع ویسکت (بلا فرق بین قریب وبعید) فی الأصح .

(۳/۳۲، کتاب الصلاة، باب الجمعة، مطلب فی شروط وجوب الجمعة، الفتاوی الهندیة: ۱/۱۴۸ ، کتاب الصلاة، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن أبی هریرة أخبره أنه رسول الله ﷺ قال : " إذا قلت لصاحبک یوم الجمعة أنصت والإمام یخطب فقد لغوت ".

(صحیح البخاری: ۱/۱۲۷ ، کتاب الجمعة، باب الإنصات یوم الجمعة)

(۳) ما فی " الشامیة " : أجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها إلا أن یشوّش جهرهم علی نائم أو مصل أو قاری .

(۲/۳۸٦، کتاب الصلاة، مطلب فی رفع الصوت بالذکر)

جامع مسجد تبدیل کرنا

مسئلہ (۱۹۲): اگر کسی شہر میں قدیم جامع مسجد اتنی چھوٹی ہے کہ نمازیوں کیلئے کافی نہ ہوتی ہو، یا کسی اور مصلحت کے پیشِ نظر اس کے علاوہ کسی اور وسیع وکشادہ مسجد کو (جس میں زیادہ مصلیوں کی گنجائش ہو) جامع مسجد قرار دینا اور اس میں جمعہ ادا کرنا جائز ہے۔[1]

پرانی قبروں کے نشانات مٹا کر مسجد بنانا

مسئلہ (۱۹۳): اگر کسی مسجد کے صحن میں، یا مسجد سے متصل، مسجد کیلئے وقف زمین میں کوئی پرانی قبر ہو جس کی وجہ سے مصلیوں کو پریشانی ہوتی ہو، یا مسجد میں توسیع کی ضرورت ہے، تو اس قبر کا نشان مٹا دینا اور اس پر فرش برابر کر دینا اور اس پر نماز پڑھنا بھی درست ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " تفسير الكشاف " : عن عطاء : لما فتح الله تعالى الأمصار على يد عمر رضى الله تعالى عنه أمر المسلمين أن يبنوا المساجد وأن لا يتخذوا فی مدينة مسجدين يضار أحدهما صاحبه . (۳۰۰/۲ ، سورة التوبة ، مكتبة دار الإيمان سهارنفور).

(فتاوی دار العلوم: ۶۶/۶۴/۱۴، فتاوی محمودیہ: ۴۱۰/۱۴)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما فی " عمدة القارى " : قال ابن القاسم : لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجداً لم أر بذلک بأساً، وذلک لأن المقابر وقف من أوقاف المسلمين .... فإذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها إلى المسجد ، لأن المسجد أيضاً وقف من أوقاف المسلمين .... وفيه : أن القبر إذا لم يبق فيه بقية من الميت ومن ترابه المختلط بالصديد جازت الصلوٰة فيه . (۲۶۵/۴ ، باب هل تنبش قبور مشركى الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد) =

مسجد کے درو دیوار وغیرہ پر نقش ونگار کرنا

مسئلہ (۱۹۴): مسجد کی بیرونی دیواروں پر نقش ونگار جائز ہے، اندر کے حصے میں محراب اور قبلہ کی دیوار پر نقش ونگار مکروہ ہے، اور دائیں بائیں کی دیواروں کے متعلق بھی ایک قول کراہت کا ہے، بہرکیف! اندر کے حصے میں عقبی حصے پر اور چھت پر نقش ونگار درست ہے، سامنے کی دیوار اور دائیں بائیں کی دیواروں پر بھی اگر اس قدر اوپر کر کے نقش ونگار کیا جائے کہ نمازی کی نظر وہاں نہ پڑے تو جائز ہے، مگر اس میں ان شرائط کی رعایت ضروری ہے:

(۱) اس میں بہت زیادہ تکلف نہ کیا جائے۔

(۲) وقف کا مال نہ لگایا جائے، اگر لگا دیا تو متولی ضامن ہوگا۔

ان شرائط سے بھی یہ کام صرف جائز ہے، مسنون یا مستحب نہیں، اس کے بجائے یہ پیسہ مساکین پر صرف کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔(۱)

= ما فی " الشامی " : ولو بلي الميت وصار تراباً جاز دفن غيره فی قبره وزرعه والبناء عليه . (۱۳۸/۳ ، صلاة الجنازة، فی دفن الميت ، تبيين الحقائق: ۱/ ۵۸۹، باب الجنائز، قبيل فصل فی تعزية أهل الميت ، الفتاوی الهندية : ۲/ ۴۷۱، كتاب الوقف، مطلب يجوز وقف البناء وحده) .

(فتاوی دار العلوم:۱۴/۱۰۴،فتاوی محمودیہ:۱۴/۵۱۰/۵۱۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامی " : ولا بأس بنقشه خلا محرابه فإنه يكره، لأنه يلهي المصلی، ويكره التكلف بدقائق النقوش ونحوها خصوصاً فی جدار القبلة ، قاله الحلبی، وفی حظر المجتبی : قيل يكره فی المحراب دون السقف والمؤخر. انتهی. وظاهره أن المراد =

ووٹ کے عوض ملے روپیوں سے مسجد کی تعمیر

مسئلہ (۱۹۵): آج کل الیکشن کے موقع پر مختلف پارٹیوں کے امیدواروں کی طرف سے ووٹروں کو ان کے حق میں ووٹ ڈالنے کیلئے جو روپۓ دیئے جاتے ہیں، وہ رشوت ہے، جو نص قطعی سے حرام ہے، اس لیے اس طرح کے روپۓ مسجد کی تعمیر، یا مسجد، عیدگاہ اور قبرستان کی زمین کی خریدی، اور ان کی چہار دیواری وغیرہ بنانے میں صرف کرنا شرعاً ناجائز وحرام ہے۔[1]

= بالمحراب جدار القبلة بجص وماء ذهب لو بماله الحلال لا من مال الوقف ، فإنه حرام ، وضمن متوليه لو فعل النقش أو البياض .

(۲/۴۳۰، ۴۳۱، كتاب الصلاة ، ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، الفتاوى الهندية : ۵/۳۱۹، كتاب الكراهية ، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة)

(احسن الفتاوی:۶/۴۵۹، ۴۶۰،فتاوی دار العلوم:۱۴/۱۰۶،فتاوی محمودیہ:۱۰/۲۵۶۔۲۵۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿سمّٰعون للكذِبِ أكّٰلون للسُّحُت﴾ . (المائدة : ۴۲)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : ولا خلاف في تحريم الرشا على الأحكام لأنه في السحت الذي حرمه الله في كتابه، واتفقت الأمة عليه . (۲/ ۵۴۱، باب الرشوة، سورة المائدة)

ما في "روح المعاني " : عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال : قال رسول الله ﷺ : " كل لحم نبت من سحت فالنار أولى به، قيل: يا رسول الله ! ما السحت ؟ قال : الرشوة في الحكم " . (۴/۲۰۵)

ما في " الجامع الصغير " : " لعن الله الراشي والمرتشي الذي يمشي بينهما " .

(ص: ۴۴، رقم الحديث: ۷۲۵۵، السنن للترمذي ، رقم الحديث: ۱۳۳۶ ، كتاب الأحكام، السنن لأبي داود، رقم الحديث: ۳۵۸۰، كتاب الأقضية، باب كراهية الرشوة، السنن لإبن ماجة ، رقم الحديث: ۲۳۱۳ ،كتاب الأحكام ، باب التغليظ في الرشوة) =

اگر عیدگاہ آبادی میں آجائے

مسئلہ (۱۹۶): نمازِ عیدین کیلئے مسنون طریقہ یہی ہے کہ صحراء میں آبادی سے باہر جاکرادا کریں، خواہ عیدگاہ ہو یا نہ ہو، وہ عیدگاہیں جو آبادی کے بڑھنے کی وجہ سے بستی اور شہر کے اندر آگئی ہیں، وہ بحکم جبّانہ یعنی صحراء نہیں رہیں، لہذا شہر سے باہر جاکر نمازِ عیدین پڑھنے سے ہی سنت پر عمل کا ثواب ملے گا۔ (۱)

= ما فی " سبل السلام شرح بلوغ المرام " : الرشوة حرام بالإجماع سواء كانت للقاضی أو للعامل علی الصدقة أو لغيرهما . (۴/۱۴۷۱ ، الرشوة للقاضی والهدية، المال المأخوذ ظلماً: ۱/۴۰۸)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الحديث " : عن أبی سعيد الخدری رضی الله تعالی عنه قال : " كان رسول الله ﷺ يخرج يوم الفطر والأضحی إلی المصلّی، فأول شئٍ يبدأ به الصلاة ثم ينصرف " .

(صحيح البخاری :ص ۱۸۰ ، كتاب العيدين ، باب الخروج إلی المصلی بغير منبر، رقم الحديث: ۹۵۶)

ما فی " فتح الباری " : الخروج إلی الصحراء لصلاة العيد وإن ذلک أفضل من صلاتها فی المسجد لمواظبة النبی ﷺ علی ذلک مع فضل مسجده . (۲/ ۵۸۱ ، دارالسلام الرياض)

ما فی " الدر المختار مع الشامية " : والخروج إليها أی الجبّانة لصلاة العيد سنة وإن وسعهم المسجد الجامع . (۳/ ۴۹، كتاب الصلاة ، باب العيدين)

ما فی " البحر الرائق " : وإن كان يسعهم المسجد الجامع عند عامة المشائخ هو الصحيح، وفی المغرب : الجبّانة المصلّی العام فی الصحراء .

(۲/ ۲۷۸، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين، الفتاوی الهندية: ۱/ ۱۵۰ ، الباب السابع فی صلاة العيدين، حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح :ص ۵۳۱، كتاب الصلاة ، باب العيدين) .

(فتاوی دارالعلوم دیوبند: ۵/ ۱۹۵)

عیدگاہ آبادی میں آجائے تو اسے فروخت کرنا

مسئلہ(۱۹۷): وقف شدہ عیدگاہ کے آبادی کے اندر آجانے کی وجہ سے نہ تو اسے فروخت کیا جاسکتا ہے، اور نہ اس میں کسی طرح کے تغیر وتبدل کی ضرورت ہے [1]، بلکہ ضعفاء، کمزوروں اور بیماروں کیلئے اسے باقی رکھا جائے۔ [2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الشامية " : فإذا تم ولزم لا يملك ولا يملّك ولا يعار ولا يرهن ، أى لا يكون مملوكاً لصاحبه ، ولا يملك أى لا يقبل التمليك لغيره بالبيع ونحوه ، لاستحالة تمليك الخارج عن ملكه .

(۶/ ۴۲۱ ، كتاب الوقف ، البحر الرائق : ۵/ ۳۴۲ ، كتاب الوقف ، مكتبة دار الكتاب بديوبند)

ما فی " الدر المختار مع الشامية " : شرط الواقف كنص الشارع أى فی المفهوم والدلالة ووجوب العمل به .

(۶/ ۶۴۹، مطلب فی قولهم شرط الواقف كنص الشارع بيروت، الأشباه والنظائر لإبن نجيم : ۱۶۳ ، بيروت)

ما فی " الشامية " : فإن شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع وهو مالك ، فله أن يجعل ماله حيث شاء ما لم يكن معصية . (۶/ ۵۲۷، مطلب شرائط الواقف، بيروت)

(۲) ما فی " الشامية " : وفی الخلاصة والخانية : السنة أن يخرج الإمام إلى الجبانة وليستخلف غيره ليصلی فی المصر بالضعفاء بناء على أن صلاة العيدين فی موضعين جائزة بالاتفاق .

(۳/ ۴۹ ، كتاب الصلاة ، باب العيدين ، مطلب يطلق المستحب ، فتاوى قاضيخان على هامش الهندية : ۱/ ۱۸۳ ، باب صلاة العيدين) . (فتاوی محمودیہ: ۱۵/ ۳۲۹)

عیدگاہ میں کھیل تماشا ناجائز ہے

مسئلہ (۱۹۸): عیدگاہ بہت سے امور میں بحکمِ مسجد ہے، اس لیے عیدگاہ میں کھیل تماشا اور کُشتی وغیرہ کا کرانا، یہ تمام امورِ محرمہ حرام اور ناجائز ہیں، متولی عیدگاہ کو چاہیے کہ کسی کو عیدگاہ میں ان امور کے ارتکاب کیلئے ہرگز اجازت نہ دے۔

الحجة على ما قلنا :

ما فی " الدر المختار مع الشامية " : وأما المتخذة لصلاة الجنازة أو عيد فهو مسجد فی حق جواز الإقتداء . (۲/ ۴۳۰، كتاب الصلاة، مطلب فی أحكام المسجد)

ما فی " الشامية " : في كتاب الوقف منها عن الخانية : ويجنب هذا المكان مما يجنب عنه المساجد احتياطاً .

(الشامية : ۶/ ۵۴۵، كتاب الوقف، مطلب إذا وقف كل نصف على حدةٍ صارا وقفين)

(احسن الفتاوی: ۶/ ۴۲۸، فتاوی دار العلوم: ۱۴/ ۱۲۲، ۱۲۳)

کتاب الأضحیة

قربانی کے مسائل

جس جگہ قربانی ہو وہاں کے وقت کا اعتبار ہوگا

مسئلہ (۱۹۹): بہتر تو یہی ہے کہ آدمی اپنی قربانی کا جانور خود پسند کرے، اس کی خدمت گزاری کرکے اس سے محبت کا تعلق پیدا کرے، اپنے ہاتھ سے ذبح کرے، ذبح نہ کرسکے تو اس مبارک وقت پر حاضر رہے، عید کے دن اپنی قربانی میں سے کھائے، پڑوس اور عزیز واقارب، نیز غریبوں اور رشتہ داروں کو کھلائے، اور یہ سب اسی وقت ہوسکتا ہے جب قربانی اپنے وطن میں کی جائے، لیکن اگر کوئی شخص کسی عذر شرعی یا مصلحتِ شرعیہ کی بناء پر اپنے وطن میں قربانی نہ کرتے ہوئے کسی دوسرے ملک میں قربانی کرے تو بدونِ حرج قربانی درست ہوگی، البتہ اس سلسلہ میں دو اصولی باتیں یاد رکھنی چاہیے:

(۱) قربانی کی ادائیگی واجب ہونے کے بعد ہی قربانی درست ہوگی، اور اس کی ادائیگی ۱۰/ ذی الحجہ کی صبح صادق طلوع ہونے کے بعد واجب ہوتی ہے۔

(۲) جہاں قربانی کی جارہی ہے وہاں کے وقت کا اعتبار ہوتا ہے، لہذا قربانی کرانے والے پر اپنے ملک میں قربانی کی ادائیگی واجب ہونے کے بعد اس کی طرف سے دوسرے ملک میں قربانی کی ادائیگی درست ہوگی، اور ادائے قربانی کے صحیح ہونے میں اس دوسرے ملک کے وقت کا اعتبار ہوگا، یعنی ۱۰/ ذی الحجہ سے ۱۲/ ذی الحجہ کے غروب تک قربانی کرنا جائز ہوگا۔[1]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " البحر الرائق " : وسببها طلوع الفجر یوم النحر .

(۸/ ۳۱۷، کتاب الأضحیة ، الدر مع الرد: ۶/ ۳۱۳)=

رات میں قربانی کرنا

مسئلہ (۲۰۰): دسویں ذی الحجہ سے بارہویں ذی الحجہ تک جس طرح دن میں قربانی کے جانور کو ذبح کرنا جائز ہے، اسی طرح درمیان کی دو راتوں میں بھی قربانی کے جانور کو ذبح کرنا جائز ہے، مگر مکروہ ہے، اور اس کراہت کی علت رات کی تاریکی میں مطلوبہ رگوں میں سے کسی رگ کے نہ کٹنے یا مقدارِ ذبح سے زائد کٹ جانے کا اندیشہ ہے، لیکن اگر رات کو ایسی معقول روشنی کا انتظام ہو کہ اس طرح کا شبہ واندیشہ نہ رہے، تو یہ کراہت باقی نہیں رہے گی، اور رات میں بھی بلا کراہت قربانی کے جانور کو ذبح کرنا جائز ہوگا۔ (۱)

= ما فی " الفتاوی الهندية " : ان الرجل إذا كان فی مصر وأهله فی مصر آخر فكتب إليهم ليضحوا عنه فإنه يعتبر مكان التضحية ، فينبغي أن يضحوا عنه بعد فراغ الإمام من صلاته فی المصر الذی يضحی عنه فيه . (۵/۲۹۶، كتاب الأضحية، الباب الرابع)

ما فی " الدر المختار مع رد المختار " : والمعتبر مكان الأضحية لا مكان عليه، فحيلة مصري أراد التعجيل أن يخرجها الخارج المصر، فيضحی بها إذا طلع الفجر . درمختار. قوله : (والمعتبر مكان الأضحية) فلو كانت فی السواد والمضحی فی المصر جازت قبل الصلاة وفی العكس لم تجز .
(۹/۴۶۱، كتاب الأضحية، هدايه أخيرين : ۴۳۰، كتاب الأضحية)

ما فی "بدائع الصنائع " : فصل : وأما وقت الوجوب فأيام النحر فلا تجب قبل دخول الوقت لأن الواجبات المؤقتة لا تجب قبل أوقاتها كالصلاة والصوم ونحوهما، وأيام النحر ثلاثة : يوم الأضحی وهو اليوم العاشر من ذی الحجة، والحادی عشر والثانی عشر، وذلک بعد طلوع الفجر من اليوم الأول إلى غروب الشمس من الثانی عشر . (۴/۱۹۸، كتاب الأضحية) (فتاوی رحیمیہ: ۱۰/۲۸-۴۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " تنوير الأبصار وشرحه " : وكره تنزيهاً الذبح ليلاً لاحتمال الغلط. " الدر المختار". قوله : (ليلاً) أي فی الليلتين المتوسطتين لا الأولى ولا الرابعة ، إذ لا تصح فيهما الأضحية أصلاً كما هو الظاهر . (۹/۳۸۸، كتاب الأضحية) =

....

....

....

....

= ما فی " البحر الرائق " : ووقتها ثلاثة أيام : أولها أفضلها، ويجوز الذبح فی لیالها إلا أنه يكره لاحتمال الغلط فی الظلمة . (۸/۳۲۲، كتاب الأضحية)

ما فی " بدائع الصنائع " : ويجوز الذبح فی أيام النحر نهارها ولياليها وهما ليلتان، ليلة اليوم الثانی وهو ليلة الحادی عشر ، وليلة اليوم الثالث وهی ليلة الثانی عشر ، ولا يدخل فيها ليلة العاشر من ذی الحجة . (۴/۲۱۳، ۲۱۴، كتاب الأضحية ، حكم الذبح والإمام فی خلال الصلاة)

ما فی" الموسوعة الفقهية " : ان التضحية فی الليالی المتوسطة تجزئ مع الكراهة، لأن الذابح قد يخطئ المذبح ، وإليه ذهب إسحاق وأبوثور والجمهور. (۵/۹۳، أضحية)

ما فی " الفتاوی الهندية " : والمستحب ذبحها بالنهار دون الليل لأنه أمكن لاستيفاء العروق ،كذا فی الجوهرة النيرة . (۵/۲۹۶، كتاب الأضحية، الباب الثالث فی وقت الأضحية)

ما فی " المبسوط للسرخسي" : ويجزيه الذبح فی لياليها إلا أنهم كرهوا الذبح فی الليالی، لأنه لا يأمن أن يغلط فتفسد الظلمة الليل ، ولكن هذا لا يمنع الجواز . (۱۲/۲۴، باب الأضحية)

ما فی " الحديث " : عن نافع أن عبد الله بن عمر رضی الله عنه قال : "الأضحی يومان بعد يوم الأضحی ". (المؤطا للإمام مالک :ص۱۸۸)

ما فی " القواعد الفقهية " : بقاعدة فقهية : الحكم إذا ثبت بعلة زال بزوالها . (ص: ۱۷۰)

(احسن الفتاوی:۷/۵۱۰،فتاوی حقانیہ:۶/۴۹۰،کتاب الفتاوی:۴/۱۶۳،قربانی کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا:ص۸۷)

چھوٹے کان والے جانور کی قربانی

مسئلہ (۲۰۱): اگر قربانی کے جانور کے کان تو ہیں لیکن پیدائشی طور پر بالکل چھوٹے چھوٹے ہیں، تو اس کی قربانی درست ہے۔ (۱)

جس کا عقیقہ نہ ہوا ہو اس کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۲۰۲): بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جس کا عقیقہ نہ ہوا ہو، اس کی قربانی درست نہیں ہوتی، یہ غلط ہے، بلکہ جو شخص قربانی کے دنوں میں صاحب نصاب ہو اس پر قربانی کرنا واجب ہو جاتا ہے، اور قربانی کرنے سے قربانی درست ہو جاتی ہے، چاہے اس کا عقیقہ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : ولو لها أذن صغيرة خلقة أجزأت. زيلعی .

(۹/۳۹۳، كتاب الأضحية)

ما فی " بدائع الصنائع " : ويجزئ السكّاء وهی صغيرة الأذن .

(۴/۲۱۴، كتاب الأضحية ، الفتاوى الهندية : ۵/۲۹۷ ، فتاوى قاضيخان على هامش الهندية : ۴/۳۳۴) (فتاوی رحیمیہ: ۱۰/۴۹، قربانی کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا: ص۱۳۴)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما فی " التنوير وشرحه مع الشامية " : وشرائطها الإسلام واليسار الذی يتعلق به وجوب صدقة الفطر . (۹/۳۷۸، كتاب الأضحية)

ما فی " مجمع الأنهر " : الأضحية هی واجبة على حر مسلم مقيم موسر عن نفسه لا عن طفله .

(۴/۱۶۶ ، البحر الرائق: ۸/۳۱۸، تيسير الفقه الحنفی: ص ۲۳۱)

(فتاوی رحیمیہ: ۱۰/۴۴، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴/۲۲۱)

عقیقہ کب تک مستحب ہے؟

مسئلہ (۲۰۳): والد کے ذمہ اپنے لڑکے یا لڑکی کا عقیقہ کرنا، بلوغت سے پہلے، ساتویں دن، چودہویں دن، یا اکیسویں دن مستحب ہے، بلوغت کے بعد عقیقہ والد کے ذمہ باقی نہیں رہتا بلکہ ساقط ہوجاتا ہے، البتہ بلوغت کے بعد لڑکا یا لڑکی خود اپنا عقیقہ کرے، یا کوئی اور شخص مثلاً کوئی عزیز یا شوہر اپنی طرف سے اپنی بیوی کا عقیقہ کردے تو درست ہوگا[1]، اور رہی بات لڑکی کے نام کے ساتھ کس کا نام رہے گا، شوہر یا باپ کا، تو اس کے نام کے ساتھ اس کے باپ کا نام رہے گا۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " اعلاء السنن " : عن بريدة أن النبی ﷺ قال : "العقيقة لسبع أو أربع عشرة أو إحدى وعشرين ".رواه الطبرانی فی الصغير والأوسط . (۱۳۱/۱۷ ، باب افضلية ذبح الشاة فی العقيقة)

ما فی " فتح البارى " : فنقل الرافعی أنه يدخل وقتها بالولادة ، قال : وذكر السابع فی الخبر بمعنى أن لا تؤخر، ثم قال : والإختيار أن لا تؤخر عن البلوغ ، فإن أخرت عن البلوغ سقطت عمن كان يريد أن يعق عنه ، لكن إن أراد أن يعق عن نفسه فعل .

(۵۹۶/۹، باب إماطة الأذى عن الصبى فی العقيقة)

(۲) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿ادعوهم لآبائهم هو أقسط عند الله﴾ . (سورة الأحزاب:۵)

ما فی " المغنى " : روى عن النبی ﷺ أنه قال : " إنكم تدعون يوم القيامة بأسمائكم وأسماء آبائكم ". (۱۲۳/۱۱ ، فصل ، ۷۸۹۹، بيروت)

کتاب الهبة

ہبہ کے مسائل

نابالغ کا ہدیہ درست ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۲۰۴): مدرسہ میں بعض بڑے طلباء کی سرپرستی ونگرانی میں ان کے اپنے وطن، علاقہ یا عزیز وقریب کے چھوٹے نابالغ بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں، اور ان کے روپئے پیسے ان ہی بڑے طلباء کے پاس جمع ہوتے ہیں، یا جب ان چھوٹے طلباء کے گھروں سے کھانے پینے کی اشیاء آتی ہیں، تو وہ اشیاء بھی ان ہی کے قبضہ میں ہوتی ہیں، چھوٹے طلباء اپنے ان سرپرست بڑے طلباء کو اپنی رقم میں سے کچھ رقم، یا اشیائے خوردنی میں سے کوئی شئ بطور ہدیہ یا ہبہ دیدیتے ہیں، اور یہ بڑے طلباء بلاتأمل ان کو استعمال کرتے ہیں، جبکہ شرعاً یہ عمل جائز نہیں ہے، کیوں کہ نابالغ بچہ کا ہبہ وہدیہ کرنا جائز نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

ما في " الفتاوى الهندية " : وأما ما يرجع إلى الواهب فهو أن يكون الواهب من أهل الهبة وكونه من أهلها أن يكون حراً عاقلاً بالغاً مالكاً للموهوب حتى لو كان عبداً أو مكاتباً أو مدبراً أو أم ولد أو من في رقبته شئ من الرق أو كان صغيراً أو مجنوناً أو لا يكون مالكاً للموهوب لا يصح هكذا في النهاية . (۴/۳۷۴، كتاب الهبة ، الباب الأول)

ما في " الدر المختار مع الشامي " : وشرائط صحتها في الواهب (العقل والبلوغ والملك) فلا تصح هبة صغير ورقيق ولو مكاتباً .

(۱۲/۵۶۵، كتاب الهبة، تبيين الحقائق: ۶/۴۸، كتاب الهبة ، درر الحكام شرح مجلة الأحكام: ۲/۴۵۱، شرائط الهبة، المادة : ۸۵۹) (فتاوی محمودیہ:۱۶/۴۸۳)

ملازموں کو بونس (Bonus) دینا

مسئلہ (۲۰۵): بعض کمپنیاں، ادارے اور دفتروں کے ذمہ داران اپنے یہاں کام کرنے والے ملازمین کو سال کے آخر میں بونس کے نام سے ایک رقم دیتے ہیں، جو در حقیقت سال بھران کی حسنِ کارکردگی کا انعام ہوتا ہے، اس کا لینا اور اپنے استعمال میں لانا شرعاً جائز ودرست ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی ” تنویر الأبصار وشرحه“ : الهبة هی شرعاً تملیک العین مجاناً أی بلا عوض، وسببها إرادة الخیر للواهب ، وینوی کعوض ومحبة وحسن ثناء .

(۴۲۳/۸، کتاب الهبة ، الدر المنتقی شرح الملتقی : ۴۸۹/۳، کتاب الهبة، البحر الرائق :۴۸۳/۷)

ما فی ” الاختیار لتعلیل المختار“ : الهبة وهی العطیة الخالیة عن تقدم الاستحقاق وهي أمر مندوب وضیع محمود محبوب وقبولها سنة فإنه قبل هدیة العبد . (۵۳۳/۲، کتاب الهبة)

ما فی” فتح باب العنایة “ : هی تملیک عین بلا عوض ومعناها إیصال ما ینفع مالاً کان أو غیره .

(۴۰۹/۲، کتاب الهبة) (کفایت المفتی:۹۷/۸)

كتاب الحظر والإباحة

ممنوعات ومباحات کے مسائل

حرم میں تصویر کشی کرنا

مسئلہ(۲۰۶): حرم کے سامنے کھڑے ہوکر تصویر کشی کرنا، جس میں جانداروں کی تصویریں بھی لی جائیں، ناجائز وحرام ہے، کیوں کہ آپ ﷺ نے تصویر کشی کرنے والوں کے بارے میں سخت وعیدیں بیان فرمائی ہیں[۱]، نیز اس سے حرمات اللہ کی توہین لازم آتی ہے، حالانکہ اللہ تعالی نے حرمات اللہ کی تعظیم کا حکم دیا ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحديث النبوی " : " إن أشد الناس عذاباً عند الله المصورون".

(صحيح البخاری : ۲/۸۸۰، كتاب اللباس، باب عذاب المصورين يوم القيامة)

ما فی " الدر المختار مع الشامية " : لا تمثال إنسان أو طير." الدر المختار". قوله : (أو طير) لحرمة تصوير ذي الروح . (۹/۵۱۹، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس)

ما فی " الموسوعة الفقهية " : يحرم تصوير ذوات الأرواح مطلقاً، أی سواء أكان للصورة ظل أو لم يكن ، وهو مذهب الحنفية والشافعية والحنابلة . (۱۲/۱۰۳، تصوير)

(۲) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿ومن يعظم حرمات الله فهو خير له عند ربه﴾ . (سورة الحج : ۳۰)

ما فی " تفسير ابن كثير" : ﴿ومن يعظم حرمات الله﴾ أي ومن يجتنب معاصيه ومحارمه .

(۲/۵۴۱)

پریس میں جاندار تصاویر کے بنانے کا حکم شرعی

مسئلہ(۲۰۷): اگر کسی آدمی کا پریس کا کام ہے، اور اس کے پاس کوئی شخص جاندار کی تصویروں یا کارٹونوں کا کام لے کر آئے، تو اس کیلئے ایسے جاندار کی تصویر یا اس کارٹون جس کے اعضاء بالکل نمایاں ہوں، کا بنانا ناجائز ہے[۱]، البتہ ایسے کارٹون جن کے ناک، کان، آنکھیں نمایاں نہ ہوں، کے بنانے کی گنجائش ہے[۲]، جب کہ غیر جاندار اشیاء

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحديث النبوی " : عن سعيد بن أبی الحسن قال : كنت عند ابن عباسؓ إذ أتاه رجل فقال يا ابا عباسؓ إنی انسان إنما معيشتی من صنعة يدی وإنی أصنع هذه التصاوير، فقال ابن عباسؓ: لا أحدثک إلا ما سمعت من رسول الله ﷺ يقول: سمعته يقول : " من صوّر صورةً فإن الله معذّبه حتى ينفخ فيها الروح وليس بنافخ فيها أبداً فربا الرجل ربوةً شديدةً واصفر وجهه ".

(صحيح البخاری : ۱/۲۹٦، كتاب البيوع، بيع التصاوير التی ليس فيها روح)

ما فی " الشامية " : وظاهر كلام النووی فی شرح مسلم : الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال : وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره، فصنعته حرام بكل حال، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى.

(۲/۳٦۰، كتاب الصلوة، باب مكروهات الصلوة)

(۲) ما فی " الموسوعة الفقهية " : إذا كانت الصورة مجسمة كانت أو مسطحة مقطوعة عضو لا تبقى الحياة معه، فإن استعمال الصورة حينئذٍ جائز، وهذا قول جماهير العلماء من الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة ، والحجة لذلک ما مر أن جبرئيلؑ قال للنبی ﷺ مر برأس التمثال فليقطع حتى يكون كهيئة الشجرة، وفی رواية أنه قال: إن فی البيت ستراً وفی الحائط تماثيل، فاقطعوا رء وسها . (۱۲/۱۱۷)

کی تصویریں بنانا بلا شبہ جائز ودرست ہے[1]، ان تینوں صورتوں کی آمدنی کا حکم بھی اسی ترتیب سے ہے، پہلی صورت میں ناجائز ہے[2]، دوسری صورت میں گنجائش، بلکہ اس سے بچنا افضل ہے، اور تیسری صورت میں بلا شبہ جائز ودرست ہے۔

انبیاء اور صحابہ کی کارٹون یعنی خیالی تصاویر بنانا

مسئلہ (۲۰۸): رسولوں، انبیاء اور حضرات صحابۂ کرامؓ کے کارٹون (Cartoon) یعنی خیالی تصویریں بنانا شرعاً ناجائز ہے[3]، کیوں کہ اس پر بہت سے مفاسدِ شرعیہ مرتب ہوتے ہیں (۴)، اور اس کے ناجائز ہونے پر کبارِ علماء عرب کی قرارداد بھی موجود ہے۔

---

(۱) ما فی " الموسوعة الفقهية " : لا بأس بتصوير الأشياء التی يصنعها البشر كصورة المنزل والسيارة والسفينة وغير ذلک اتفاقاً ، لأن للإنسان أن يصنعها فكانت له أن يصورها . (۱۲/ ۹۷)

(۲) ما فی " الفتاوی الهندية " : لو استأجر رجلاً ليزخرف له بيتاً بتماثيل والأصباغ من المستأجر فلا أجر له كذا فی السراجية . (۴/ ۴۵۰، كتاب الإجارة، الباب الخامس عشر فی بيان ما يجوز من الإجارة، الفصل الرابع فی فساد الإجارة)

الحجة على ما قلنا :

(۳) ما فی " فقه النوازل " : لا يجوز شرعاً تخييل شخص النبی ﷺ بالصور للمتحركة أو الثابتة، كل ذلک حرام لا يحل لأی غرض من الأغراض ، وكذا سائر الرسل والأنبياء والصحابة الكرام .

(۴/ ۳۲۰، الباب السابع ، الفن والرياضة ، الفصل الثانی ، الأناشيد والتمثيل ، المبحث الثانی ، حكم تمثيل وتصوير الأنبياء والصحابة ، وثيقة رقم : ۲۹۹)

(۴) ما فی " القواعد الكلية والضوابط الفقهية " : درء المفاسد أولى من جلب المصالح . (ص: ۱۸۲)

ما فی " الدر المختار مع الشامي" : كل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز .

(۹/ ۵۱۹، كتاب الحظر والإباحة ، فصل فی اللبس)

حرمین میں جوتے چپلوں کی تبدیلی کا حکم

مسئلہ (۲۰۹): کسی کا مال بغیر اس کی اجازت کے لے لینا، اور استعمال کرنا شرعاً ناجائز اور حرام ہے، جبکہ حالتِ احرام میں تو خصوصاً فسق وفجور سے احتراز لازم اور ضروری ہے، اس لیے مسجد حرام سے چپل وغیرہ کوئی بھی سامان جو اپنی ملکیت میں نہ ہو، اس کو اٹھانے اور استعمال کرنے سے بچنا واجب ہے، جبکہ بعض مفتیانِ کرام نے حرم شریف میں جوتوں کی تبدیلی کی بابت یہ تفصیل لکھی ہے کہ جن چپلوں کے بارے میں یہ خیال ہو کہ مالک اس کو تلاش کرے گا، ان کو نہ پہنے، اور جن چپلوں کو اس خیال سے چھوڑ دیا گیا ہو کہ کوئی ان کو پہن لے، تو ان کو پہننا جائز ہے، مگر اس پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ یہ کیسے معلوم ہوگا کہ ان چپلوں کو اس خیال سے چھوڑ دیا گیا کہ کوئی ان کو پہن لے، کیوں کہ اس خیال کا تعلق صاحب خیال سے ہے، اور وہ معلوم نہیں ہے کہ اس سے دریافت کیا جاسکے، اور جب یہ معلوم نہیں ہوسکتا تو عدم جواز کا قول ہی بہتر اور مبنی براحتیاط ہے۔[1]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿یآیها الذین آمنوا لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل﴾ .

(سورة النساء : ۲۹)

ما فی " التفسیر الکبیر للرازی " : ذکروا فی تفسیر الباطل وجهین : الأول ؛ أنه إسم لکل ما لا یحل فی الشرع ، کالربا والغصب والسرقة والخیانة وشهادة الزور وأخذ المال بالیمین الکاذبة وجحد الحق . (۵۶/۴، التفسیر المظهری: ۲۹۸/۲)

ما فی " القرآن الکریم " : ﴿فمن فرض فیهن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج﴾ .

(سورة البقرة:۱۹۷)=

تھرٹی فرسٹ نائٹ (Thirty First Night) کا حکم شرعی

مسئلہ (۲۱۰): تھرٹی فرسٹ نائٹ (Thirty First Night) کے نام سے عوام میں مقبول، ۳۱؍دسمبر کی شب میں منائے جانے والے جشن میں برادرانِ وطن بڑی مقدار میں شریک ہوتے ہیں، اوراس رات چھیڑ چھاڑ اورطوفان بدتمیزیوں کے بہت سے واقعات رونما ہوتے ہیں، جس کے انسداد اور روک تھام کیلئے حکومتِ وقت مختلف سیکورٹی وحفاظتی اقدامات کرتی ہے، اوراس پرغریب عوام سے مختلف ناموں سے وصول کی جانے والی رقم بڑی مقدار میں صرف کرتی ہے، آج کل مسلم نوجوان بھی بلا جھجک اس میں شریک ہونے لگے ہیں، جبکہ اس طرح کے تہوار وجشن میں شریک ہونا شرعاً جائز نہیں ہے [1]، ہماری عیدیں

= ما فی " الحديث النبوی " : عن أبی هريرة رضی الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " كل المسلم على المسلم حرام ، ماله وعرضه ودمه". الحديث

(السنن لأبی داود: ص ۶۶۹، كتاب الأدب)

ما فی " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : لا يجوز لأحد أن يتصرف فی ملك الغير بلا إذنه .

(۱/ ۹۶، رقم المادة : ۹۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿ولا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار﴾ . (سورة هود: ۱۱۳)

ما فی " البحر المحيط لأبي حيان الغرناطي" :والنهی متناول لانحطاط فی هواهم والانقطاع إليهم ومصاحبتهم ومجالستهم وزيارتهم ومداهنتهم والرضا بأعمالهم والتشبه بهم والتزيی بزيهم ومد العين إلى زهرتهم وذكرهم بما فيه تعظيم لهم . (۵/ ۳۵۰، روح المعانی للآلوسی :۷/ ۲۳۱، حاشية القونوی على تفسير البيضاوی : ۱۰/ ۲۲۶، التفسير المظهری :۴/ ۴۳۰)

ما فی " القرآن الكريم " : ﴿والذين لا يشهدون الزور﴾ . (سورة الفرقان: ۷۲)

صرف دو ہیں، عید الفطر اور عید الاضحیٰ (۱)، اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس طرح کے میلوں اور جشنوں کو منانے اور اس میں شرکت سے نہ صرف خود بچیں، بلکہ دوسروں کو بھی اس کی قباحت، برائی اور دنیوی واخروی نقصانات بتا کر روکیں۔ (۲)

ما فی " التفسیر الکبیر " : ویحتمل حضور کل موضع یجری فیه ما لا ینبغی ویدخل فیه أعیاد المشرکین ومجامع الفساق لأن من خالط أهل الشر ونظر إلی أفعالهم وحضر مجامعهم فقد شارکهم فی تلک المعصیة، لأن الحضور والنظر دلیل الرضا . (۸/۴۸۵)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " من تشبه بقوم فهو منهم ". (السنن لأبی داود: ص ۵۵۹)

ما فی " مرقاة المفاتیح " : أی من شبه نفسه بالکفار مثلاً فی اللباس وغیره، أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار فهو منهم، أی فی الإثم والخیر، قال الطیبی : هذا عام فی الخُلق والخَلق والشعار . (۸/۲۲۲، رقم الحدیث: ۴۳۴۷)

(۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن عائشة رضی الله عنها قالت : دخل أبوبکر وعندی جاریتان من جواری الأنصار تغنیان ..... وذلک فی یوم عید فقال رسول الله ﷺ : " یا أبابکر إن لکل قوم عیداً وهذا عیدنا " . (صحیح البخاری : ۱/۱۳۰، کتاب العیدین ، باب سنة العیدین لأهل الإسلام، الصحیح لمسلم : ۱/۲۹۱، کتاب العیدین)

ما فی " اقتضاء الصراط المستقیم " : قال العلامة ابن تیمیة : قوله : (إن لکل قوم عیداً وهذا عیدنا) فإن هذا یوجب اختصاص کل قوم بعیدهم .... لأن اللام تورث الاختصاص، فإذا کان للیهود عید ، وللنصاری عید کانوا مختصین به ، فلا نشرکهم فیه کما لا نشرکهم فی قبلتهم وشرعتهم ، وقوله : (هذا عیدنا) فإنه یقتضی حصر عیدنا فی هذا فلیس لنا عید سواه . (ص:۱۹۳/۱۹۴)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن أنس قال : قدم رسول الله ﷺ المدینة ولهم یومان یلعبون فیهما فقال : ما هذان الیومان؟ قالوا : کنا نلعب فیهما فی الجاهلیة ، فقال رسول الله ﷺ : "إن قد ابدلکم بهما خیراً منهما یوم الأضحی ویوم الفطر " .
(السنن لأبی داود : ص ۱۶۱ ، کتاب الصلاة ، باب صلاة العیدین ، السنن للنسائی : ۱/۱۷۷، کتاب صلاة العیدین ، السنن الکبری للبیهقی:۳/۳۹۳)

(۲) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿یآیها الذین آمنوا قوا أنفسکم وأهلیکم ناراً﴾. (سورة التحریم : ۶)

ٹی وی پروگرام کا حکمِ شرعی

مسئله (۲۱۱): موجودہ دور میں ٹی وی کا کوئی پروگرام معاصی ومنکراتِ شرعیہ جیسے گانے، باجے اور سارنگی سے خالی نہیں ہوتا[1]، نیز ٹی وی اور ڈش وغیرہ کے جو نتائج انسانی معاشرے پر مرتب ہو رہے ہیں، وہ عریانی فحاشی اور بے حیائی جیسے مہلک امراض کا جنم لینا ہے[2]، ایسی

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿واستفزز من استطعت منهم بصوتک وأجلب عليهم بخيلک ورجلک وشاركهم فى الأموال والأولاد وعدهم وما يعدهم الشيطن إلا غروراً﴾ . (سورة بنی اسرائيل: ۶۴)

ما فی " الجامع لأحكام القرآن للقرطبی " : قوله تعالى: (بصوتک) وصوته كل داعٍ يدعو إلى معصية الله تعالى ، عن ابن عباسؓ قال مجاهد : الغناء والمزمار واللهو، قال الضحاک : صوت المزمار . (۱۰/۲۸۸)

ما فی " الحديث النبوی " : عن أبی هريرةؓ أن رسول الله ﷺ قال : " استماع صوت الملاهی معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر " .

(نيل الأوطار للشوكاني: ۸/۱۰۴، رقم الحديث: ۳۵۵۳)

ما فی " الحديث النبوی " : عن ابن مسعودؓ قال : " الغناء ينبت النفاق فی القلب كما ينبت الماء الزرع ، والذكر ينبت الإيمان كما ينبت الماء الزرع " .

(السنن الكبرى للبيهقی: ۱۰/۳۷۷، رقم الحديث: ۲۱۰۰۷، الدر المنثور للسيوطي: ۵/۳۰۸)

ما فی " الدر المختار مع الشامي" : الملاهی كلها حرام . (۹/۴۲۴، كتاب الحظر والإباحة)

(۲) ما فی " تكملة فتح الملهم " : أما التلفزيون والفديو، فلا شک فی حرمة استعمالهما بالنظر إلى ما يشتملان عليه من المنكرات الكثيرة من الخلاعة والمُجون والكشف عن النساء المتبرجات أو العاريات وما إلى ذلک من أسباب الفسوق .

(۴/۱۶۴، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان)=

صورتِ حال میں ٹی وی پر کسی جائز اور اصلاحی پروگرام کا دیکھنا بھی جائز نہیں ہے،[1] یز ٹی وی پر تفسیرِ قرآن سننے یا حج بیت اللہ وغیرہ کا براہِ راست پروگرام دیکھنے یا دنیا کی نت نئی معلومات حاصل کرنے جیسی دل لبھاتی اغراض کے بہانے سے بھی ٹی وی کو خریدنا اور اسے گھر میں داخل کرنا جائز نہیں ہے[2]، کیوں کہ مقاصد کے اچھے ہونے سے ناجائز کام جائز نہیں ہوتا۔[3]

طلباء کا تعلیمی اوقات میں موبائل استعمال کرنا

مسئلہ (۲۱۲): داخلہ فارم پر کرتے وقت مدرسہ کے جملہ اصول وضوابط کی پاسداری کا عہد کر لینے کے بعد اس کا پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے[4]، بشرطیکہ وہ خلاف شرع

= (۱) ما فی" الدر المختارمع الشامي": وكل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز.

(۹/ ۵۱۹، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس)

(۲) ما فی " موسوعة قواعد الفقهية" : وكل شئ لا يحل أكله والإنتفاع به على وجه من الوجوه فشراء ه وبيعه مكروه، وكل شئ لا بأس بالإنتفاع به فلا بأس بيعه. (۸/ ۴۳۷)

(۳) ما فی " القواعد الكلية والضوابط الفقهية" : درء المفاسد أولى من جلب المصالح.

(ص: ۱۸۲) (امداد الفتاوی:۴/ ۲۵۷-۲۶۱، کفایت المفتی:۹/ ۲۰۱/ ۲۰۲، معارف القرآن:۵/ ۵۰۲، کتاب الفتاوی:۶/ ۱۷۳)

الحجة على ما قلنا :

(۴) ما فی " القرآن الكريم" : ﴿وأوفوا بالعهد إن العهد كان مسؤلا﴾. (سورة الإسراء: ۳۴).

﴿وأوفوا بعهد الله إذا عاهدتم﴾. (سورة النحل: ۹۱)

ما فی " روح المعانی" : (وأوفوا بالعهد) أی ما عاهدتم الله تعالى عليه من التزام تكاليفه وما عاهدتم عليه غيركم من العباد، ويدخل فی ذلک العقود. (۹/ ۱۰۲) =

نہ ہو(۱)، لہٰذا کسی ادارہ میں اگر طالب علم کیلئے مدرسہ کے احاطے یا تعلیمی اوقات میں اساتذہ یا انتظامیہ کی طرف سے موبائل فون کے استعمال پر پابندی ہو، تو ان اوقات میں اس کا استعمال بغیر اجازت بلاشبہ گناہ کی بات ہے(۲)، اس لیے بلا اجازت استعمال کرنے سے احتراز لازم ہے۔

= (۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن عبد الله بن عمر عن النبی ﷺ قال : " السمع والطاعة على المرء المسلم فيما أحب وكره ما لم يؤمر بمعصية ، فإذا أمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة ".
(صحیح البخاری : ۲/۱۰۵۷ ، کتاب الأحکام ، باب السمع والطاعة)

(۲) ما فی" القرآن الکریم ": ﴿يآيها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولى الأمر منكم﴾ .
(سورة النساء : ۵۹)

ما فی " أحکام القرآن للشیخ ظفر أحمد التهانوی " : يشتمل هذه الآية الفقهاء والعلماء والمشائخ ، بل أولى لأنهم ورثة الأنبياء ، وخازنوا أحكام الله وأحكام رسوله . مسئلة: وهذا الحكم أى وجوب طاعة الأمير مختص بما لم يخالف الشرع يدل عليه سياق الآية، فإن الله أمر الناس بطاعة أولى الأمر بعد ما أمرهم بالعدل فى الحكم تنبيهاً على أن طاعتهم واجبة ما داموا على العدل . (۲/۲۹۲، طاعة الأمير فيما لا يخالف الشرع)

ما فی " أحکام القرآن للجصاص": فروي عن جابر بن عبد الله وابن عباس روايةً والحسن وعطاء ومجاهد : " أنهم أولوا الفقه والعلم "......... والعلماء يلون حفظ الشريعة وما يجوز مما لا يجوز، فأمر الناس بطاعتهم والقبول منهم ما عدل الأمراء والحكام وكان العلماء عدولاً مرضيين موثوقاً بدينهم وأمانتهم فيما يؤدون ؛ وهو نظير قوله تعالى :﴿فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون﴾ (الأنبياء : ۷) .... وقوله تعالى عقيب ذلک : ﴿فإن تنازعتم فى شيء فردوه إلى الله والرسول﴾ يدل على أن أولى الأمر هم الفقهاء ؛ لأنه أمر سائر الناس بطاعتهم .
(۲/۲۶۴، باب في طاعة أولي الأمر)

طلباء مدارس کا اخبار پڑھنا

مسئلہ (۲۱۳): اخبار پڑھنا گرچہ جائز ہے، مگر طالب علم کے لیے اس کا پڑھنا لایعنی اور ضیاعِ وقت کا باعث ہونے کے علاوہ تشویش کا بھی موجب ہے، جو ذہنی یکسوئی کو ختم کرنے کی وجہ سے تعلیم کے لیے زہرِ قاتل ہے، اس لئے اس سے احتراز لازم ہے۔ (۱)

جرمانہ کی رقم اور اس کا حکم

مسئلہ (۲۱۴): اسکولوں اور مدرسوں میں طلباء کے چھٹیوں کے بعد تاخیر سے پہنچنے پر ان سے جرمانہ کی رقم وصول کی جاتی ہے، مالی جرمانہ جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں ائمۂ ثلاثہ کا اختلاف ہے، طرفین کے نزدیک جائز نہیں ہے، اور امام ابویوسف کے نزدیک جائز ہے، جبکہ جمہور علماء کے نزدیک مالی جرمانہ جائز نہیں ہے، اور یہی قول راجح اور مفتی بہ ہے (۲)، کیوں کہ مالی جرمانہ کی اجازت دینے سے ظلم کے راستے کھل جانے کا قوی اندیشہ ہے۔

الحجة علی ما قلنا:

(۱) ما فی "الحدیث النبوی": قال النبی ﷺ: " من حسن إسلام المرء ترکه ما لا یعنیه ".

(جمع الجوامع: ۳۹۳/۶، رقم الحدیث: ۲۰۰۰۷)

ما فی " المقاصد الشرعیة ":إن الوسیلة أو الذریعة تکون محرمة إذا کان المقصد محرماً، وتکون واجبة إذا کان المقصد واجباً. (ص: ۴۶)

ما فی " الشامیة ": ما کان سبباً لمحظور فهو محظور. (۲۳۳/۵، المکتبة النعمانیة بدیوبند)

الحجة علی ما قلنا:

(۲) ما فی " اعلاء السنن " : التعزیر بالمال جائز عند أبی یوسف، وعندهما وعند الأئمة الثلاثة لایجوز، وترکه الجمهور للقرآن والسنة: وأما القرآن فقوله تعالی: ﴿فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدی علیکم﴾.

وأما السنة فإنه علیه السلام قضی بالضمان بالمثل ولأنه خبر یدفعه الأصول فقد أجمع العلماء علی أن من استهلک شیئاً لم یغرم إلا مثله أو قیمته. (۷۳۳/۱۱، باب التعزیر بالمال، بیروت) =

لیکن اگر طلباء کے وقت پر آنے کو یقینی بنانا ہے، یا اگر جرائم کی روک تھام کرنی ہے، تو اس کے لیے یہ صورت اپنائی جاسکتی ہے کہ انتظامیہ طلباء سے ان کی رضامندی سے یہ معاہدہ کرلے کہ اگر وہ وقت پر نہ آئیں[1]، یا انتظامیہ کا فلاں قانون توڑ دیں تو ان پر مثلاً ۱۰۰/ روپئے رفاہِ عام کیلئے صدقہ کرنا لازم ہوگا، تو اس معاہدہ کی رو سے ۱۰۰/ روپئے لینا، اور اسے متعین مد میں صرف کرنا جائز ہوگا، کسی استاذ یا کلاس ٹیچر یا پرنسپل کیلئے اسے اپنے استعمال میں لانا شرعاً جائز نہیں ہے، متعین مد میں صرف کرنا لازم ہے۔

سیرت النبیؐ کے جلسے کرنا اور فل ساؤنڈ لاؤڈ اسپیکر چلانا

مسئلہ (۲۱۵): ربیع الاول کے مہینے میں گاؤں اور شہروں میں سیرت النبی ﷺ کے جلسوں کا انعقاد کیا جاتا ہے، اسی طرح بسا اوقات محفل قرأت یا مظاہرۂ قرأت کے

= ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : لا بأخذ مال فی المذهب . " الدر المختار ".

قوله : (لابأس بأخذ مال) قال فی الفتح : وعن أبی یوسف : یجوز التعزیر للسلطان یأخذ المال وعندهما وباقی الأئمة لا یجوز، ومثله فی المعراج وظاهره أن ذلک روایة ضعیفة عن أبی یوسف، قال فی الشرنبلالیة: ولا یفتی بهذا لما فیه من تسلیط الظلمة علی أخذ مال الناس فیأکلونه ، لا أن یأخذه الحاکم لنفسه أو لبیت المال کما یتوهمه الظلمة ، إذا لا یجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعي . وفی شرح الآثار : التعزیر بالمال کان فی ابتداء الإسلام ثم نسخ والحاصل أن المذهب عدم التعزیر بأخذ المال .

(۶/۷۶، کتاب الحدود، مطلب فی التعزیر بأخذ المال)

(۱) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿وأوفوا بالعهد إن العهد کان مسؤلا﴾ . (سورة الإسراء : ۳۴)

ما فی " روح المعانی " : ﴿وأوفوا بالعهد﴾ أي ما عاهدتم الله تعالی علیه من التزام تکالیفه وعاهدتم علیه غیرکم من العباد ، ویدخل فی ذلک العقود . (۹/۱۰۲)

پروگرام ترتیب دیئے جاتے ہیں، اگر جلسوں اور محفلوں کا مقصد آپ ﷺ کی سیرت سے لوگوں کو واقف کرانا اور اتباع سیرت کی دعوت دینا، اور قرآن کریم کو صحیح پڑھنے کی رغبت وشوق دلانا، اوراللہ تعالیٰ کی رضا ہو، تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں بلکہ یہ عمل مفید ہی مفید ہے۔ (۱)

لیکن ان جلسوں اور محفلوں میں ایسا فل ساؤنڈ لاؤڈ اسپیکر چلانا کہ اس کی وجہ سے آس پاس کے رہنے والوں، مریضوں اور بیماروں کا آرام کرنا محال ہوجائے (۲)، اور جولوگ

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الفتاوی الحدیثیة " : وسئل به عن حکم الموالد والأذکار التی یفعلها کثیر من الناس فی هذا الزمان هل هی سنة أم فضیلة أم بدعة ؟

فأجاب بقوله: الموالد والأذکار التی تفعل عندنا أکثرها مشتمل علی خیر، کصدقة وذکر، وصلوة وسلام علی رسول الله ﷺ ومدحه، وعلی شرٍّ بل شرور لو لم یکن منها إلا رؤیة النساء للرجال الأجانب، وبعضها لیس فیها شر لکنه قلیل نادر، ولا شک أن القسم الأول ممنوع القاعدة المشهورة المقررة أن درء المفاسد مقدم علی جلب المصالح .

والقسم الثانی: سنة تشمله الأحادیث الواردة فی الأذکار المخصوصة والعامة، کقوله ﷺ : " لا یقعد قوم یذکرون الله تعالی إلا حفَّتهم الملائکة وغشیتهم الرحمة ونزلت علیهم السکینة وذکرهم الله تعالی فیمن عنده". وفی هذا الحدیث أوضح دلیل علی فضل الإجتماع علی الخیر والجلوس له . (ص: ۲۰۲/ ۲۰۳، مطلب الإجتماع للموالد والأذکار)

(۲) ما فی " الحدیث النبوی " : عن عبد الله بن عمروؓ عن النبی ﷺ قال : " المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده " . (صحیح البخاری : ۱/ ۶، کتاب الإیمان)

ما فی " تکملة فتح الملهم " : ذکر المسلمین ههنا خرج مخرج الغالب، لأن محافظة المسلم علی کف الأذی عن أخیه المسلم أشد تاکیداً . (۱/ ۵۸۰، کتاب الإیمان، باب بیان تفاضل الإسلام)=

اپنے کاموں میں مصروف ہیں وہ قرآن کریم نہ سننے کے گناہ کے مرتکب ہوں، شرعاً درست نہیں ہے۔[1]

تلاوتِ قرآن مجید کا سننا لازمی ہے

مسئلہ (۲۱۶): عصر کے بعد مجلس تلاوت میں یا کسی اور مجلس میں جب قرآن کریم کی تلاوت کی جارہی ہو تو سامعین پر تلاوتِ قرآن کا سننا واجب ہے[2]، اور تلاوت قرآن کے وقت ہر ایسا مباح کام بھی ممنوع وناجائز ہے، جو تلاوت کے سماع میں مخل ہو[3]،

= (۱) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلکم ترحمون﴾ .
(سورة الأعراف: ۲۰۴)

ما فی " أحکام القرآن للجصاص " : یقتضی وجوب الاستماع والانصات عند قراءة القرآن فی الصلوة وغیرها . (۵۲/۳)

ما فی " الشامیة " : قال العلامة ابن عابدین : یجب علی القاری إحترامه بأن لا یقرأه فی الأسواق ومواضع الاشتغال، فإذا قرأه فیها کان هو المضیع لحرمته . (۲۳۸/۲، کتاب الصلوة، مطلب الاستماع للقرآن فرض کفایة) (نفع المفتی والسائل المعروف بہ مجموعۃ المسائل:ص۳۶۱، مایتعلق بقراءۃ القرآن وسجدۃ التلاوۃ والمصاحف، فتاوی محمودیہ:۳/ ۲۱۸، فتاوی دار العلوم:۱۴/ ۲۳۹)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلکم ترحمون﴾ .
(سورة الأعراف: ۲۰۴)

ما فی " أحکام القرآن للجصاص " : یقتضی وجوب الإستماع والإنصات عند قراءة القرآن فی الصلوٰة وغیرها . (۵۲/۳)

(۳) ما فی " الشامی " : ما کان سبباً لمحظور فهو محظور . (۲۳۳/۵، مکتبه نعمانیه)

ما فی "بدائع الصنائع " : کل ما أدی إلی الحرام حرام . (۴۸۸/۶) =

چہ جائیکہ قرآن کی تلاوت کے وقت دنیوی باتیں کرنا، اور موبائل سے گیم کھیلنا، کیوں کہ فی نفسہ یہ دونوں باتیں مسجد میں ممنوع ہیں (۱)، اور تلاوتِ قرآن کے سماع میں مخل ہونے کی وجہ سے اس میں مزید قباحت وشناعت آجاتی ہے، اس لئے عام مصلیوں بالخصوص طلباءِ عزیز کو اس طرح کی باتوں سے احتراز کرنا لازم ہے۔ (۲)

مکان دوکان یا سفر کی حالت میں گاڑی میں تلاوت قرآن پاک سننا

مسئلہ (۲۱۷): مکان، دکان یا بحالت سفر گاڑی میں تلاوتِ قرآن پاک کو سننا نہ صرف جائز بلکہ باعث اجر وثواب ہے (۳)، لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ ٹیپ ریکارڈ کا

= (۱) ما فی " مشکوة المصابیح " : عن الحسن مرسلاً قال: قال رسول الله ﷺ :" یأتی علی الناس زمان یکون حدیثهم فی مساجدهم فی أمر دنیاهم فلا تجالسوهم فلیس لله فیهم حاجة " .

(ص: ۷۱، باب المساجد ومواضع الصلوة)

ما فی " البحر الرائق " : الکلام المباح فی المسجد مکروه ، یأکل الحسنات کما تأکل النار الحطب . (۲/۴۷۷، الشامیة : ۲/۴۳۶)

(۲) ما فی " جمع الجوامع " :قوله علیه السلام : " من حسن الإسلام المرء ترکه ما لا یعنیه " .

(۶/۳۹۳، رقم الحدیث:۱۹۹۹۷)

ما فی " الشامیة " : قال العلامة ابن عابدین : کل لعب وعبث حرام .

(۹/۵۶۶، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء)

الحجة علی ما قلنا:

(۳) ما فی " الحدیث النبوي ":عن أبی هریرة رضی الله تعالی عنه أن رسول الله ﷺ قال : " من استمع إلی آیة من کتاب الله تعالی کتب له حسنة مضاعفة ، ومن تلاها کانت له نوراً یوم القیامة " .

(المسند للإمام أحمد بن حنبل : ۸/۳۳۰، کتاب العلم ، رقم الحدیث : ۸۴۷۵)=

سِوئچ (Switch of the Teprecorder) آن (On) کرکے لوگ اپنے کاموں میں مصروف ہوجاتے ہیں، اور بعض جگہوں پر تو مجلس یا محفل کے لوگوں کو جوڑنے وجمع کرنے کیلئے قرآن پاک کی تلاوت کی جاتی ہے، کہ مجمع جڑ جائے، اوراس کے بعد کسی واعظ یا مقرر کی تقریر ہو، جبکہ قرآن کریم کی تلاوت استماع (خوب غور سے سننے) کے لیے ہے، نہ کہ اجماع (لوگوں کو جمع کرنے) کے لیے، تو ان مذکورہ حالتوں میں تلاوت قرآن کریم بجائے ثواب کے موجب گناہ ہوگی (۱)، لہذا جب بھی تلاوت قرآن کریم ہورہی ہو تو اسے خوب غور سے سنا جائے، ورنہ ٹیپ ریکارڈ وغیرہ کا سوئچ بند کردیں، تاکہ گناہ لازم نہ آئے۔

مجلس ختم قرآن پر دعوت کرانا

مسئلہ (۲۱۸): قرآن کریم کو پڑھنا اوراس کو یاد کرنا انتہائی فضیلت وبزرگی والاعمل ہے، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: ''جو شخص قرآن کریم کو پڑھے گا اوراس کو یاد

= (۱) ما فی '' القرآن الکریم '': ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون﴾ .

(سورة الأعراف: ۲۰۴)

مـا فی '' الجامع لأحكام القرآن للقرطبي '' : قال النقاش : أجمع أهل التفسير أن هذا الاستماع فی الصلاة المكتوبة وغير المكتوبة . (۷/۳۵۴، سورة الأعراف: ۲۰۴)

مـا فـی '' التفسير الكبير للرازی'': لا شک أن قوله : ﴿فاستمعوا له وانصتوا﴾ أمره ، وظاهر الأمر لـلـوجـوب ، فـمقتضاه أن يكون الاستماع والسكوت واجباً ، ...... وهو قول الحسن وقول أهل الـظـاهـر، إنا نجری هذه الآية على عمومها ففی أي موضع قرأ الإنسان القرآن وجب على كل أحد استماعه والسكوت، فعلى هذا القول يجب الانصات لعابری الطريق ومعلمی الصبيان .

(۵/ ۴۳۹، سورة الأعراف: ۲۰۴) (فتاوی بینات: ۴/۴۲۱)

کرے گا، اللہ رب العزت اسے جنت میں داخل فرمائیں گے، اوراس کے گھر والوں میں سے ایسے دس لوگوں کے حق میں اس کی شفاعت وسفارش قبول فرمائیں گے جن پر دوزخ واجب ہوچکی ہوگی''۔[۱]

قرآن کریم کی تکمیلِ حفظ کا موقع، موقعِ مسرت ہے، اس موقع پر شکرانہ کے طور پر احباب ومتعارفین کودعوت دینااورغرباء واحباب کوکھانا کھلانا، یہ اس عظیم نعمت کی قدردانی ہے، ممنوع نہیں ہے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے جب سورۂ بقرہ یاد کی تھی، تو ایک اونٹ ذبح کرکے احباب وغرباء کوکھلا دیا تھا۔[۲]

لیکن یہ بات یادرہے کہ اللہ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے[۳]، ریاء وفخر کیلئے جوکام کیا جائے

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحديث النبوی " : عن علی بن أبی طالب قال : قال رسول الله ﷺ : " من قرأ القرآن وحفظه أدخل الله الجنة، وشفعه فی عشرة من أهل بيته، كلهم قد استوجب النار".

(السنن لإبن ماجة: ص ۱۹ ، باب فضل من تعلم القرآن وعلمه)

(۲) ما فی " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي" : عن نافع عن ابن عمر قال : تعلم عمر البقرة فی اثنتی عشرة سنة فلما ختمها نحر جزوراً . (۱/۳۰)

ما فی " الحديث النبوی " : عن جابر بن عبد الله : " أن رسول الله ﷺ لما قدم المدينة نحر جزوراً أو بقرةً ". (صحيح البخاری: ۱/۴۳۴)

ما في " أحسن الفتاوی ": وبهذا الحديث خرج العلماء هذه الضابطة أن الدعوة شرعت فی السرور لا فی الشرور . (۱/۳۵۴)

(۳) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿وما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين﴾ . (سورة البينة:۵) =

وہ مقبول نہیں ہوتا[۱]، اور نیت کا حال خدا ہی کو معلوم ہے، اس لیے بہتر یہ ہے کہ مخفی طور پر غرباء کو ان کی ضرورت کی اشیاء دیدی جائیں، اور بچے نے جہاں ختم کیا، وہاں پڑھنے والے بچوں اور ان کے اساتذہ کو شیرینی وغیرہ دیدی جائے، اور مدرسہ کی امداد کی جائے۔[۲]

طلباء، اساتذہ اور اہل مدرسہ کا، ختم کرنے والے بچہ کے والیان وسرپرستوں سے شیرینی، دعوت وہدیہ، یا امداد کا سوال کرنا درست نہیں ہے۔[۳] کیوں کہ اساتذہ واہل ادارہ نے یہ خدمت خالصۃً اللہ کی رضا وخوشنودی کے لیے انجام دی، جس کا اجر وہ خود کل قیامت کے دن انہیں عطا کرے گا۔

= ما في " الحديث النبوي " : عن أبي هريرةؓ قال : قال رسول الله ﷺ : " إن الله لا ينظر إلى صوركم وأموالكم ولكن ينظر إلى قلوبكم وأعمالكم " .

(مشكوة المصابيح : ص ۴۵۴، باب الرياء والسمعة)

(۱) ما في " الحديث النبوي " : عن أبي سعيد عن النبي ﷺ قال: " من يسمع يسمع الله به، ومن يرائي يرائي الله به " . (السنن لإبن ماجة: ص ۳۱۰، باب الرياء والسمعة)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿هل جزاء الإحسان إلا الإحسان﴾ . (الرحمن: ۶۰)

ما في " الحديث النبوي " : عن عبد الله بن عمر قال : قال رسول الله ﷺ :" من صنع إليكم معروفاً فكافئوه ، فإن لم تجدوا ما تكافئوا به فادعوا له حتى تروا أنكم قد كافأتموه ".

(السنن لأبي داود: ص ۲۳۵، السنن للنسائي : ۱/۲۷۶)

(۳) ما في " البحر الرائق " : قال الحسن بن زياد : " السؤال ذلٌّ ".

(۱/۲۸۶، كتاب الطهارة، باب التيمم)

مونچھ کا حلق کرنا

مسئلہ (۲۱۹): بعض لوگ اپنی مونچھوں کا استرے سے بالکل حلق کرتے ہیں، جبکہ حدیث میں لفظ " جزوا " یا " أحفوا " وارد ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ مونچھوں کو اس طرح کاٹیں کہ مونڈنے کے قریب ہوجائیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن أبی هریرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " جزوا الشوارب وأرخوا اللحٰی ، خالفوا المجوس ".

عن ابن عمر رضی الله عنهما قال : قال رسول الله ﷺ : "خالفوا المشرکین ، أحفوا الشوارب وأوفوا اللحی " . (الصحیح لمسلم : ۱/ ۱۲۹ ، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة)

ما في "شرح النووي على هامش المسلم ": قال النووی : فالمختار أنه یقص حتی یبدو طرف الشفة ولا یحفه من أصله ، وأما روایات أحفوا الشوارب فمعناها أحفوا ما طال علی الشفتین .

(الصحیح لمسلم: ۱/ ۱۲۹)

ما فی " الشامیة " : واختلف فی الشارب، هل هو القص أو الحلق، والمذهب عند بعض المتأخرین من مشائخنا أنه القصّ .... وهو قول علمائنا الثلاثة ، وتفسیر القصّ أن ینقص حتی ینتقص عن الإطار، وهو بکسر الهمزة، ملتقی الجلدة واللحم من الشفة، وکلام صاحب الهدایة علی أن یحاذیه . (۳/۵۱۴، باب الجنایات)

ما فی " فتح القدیر " : والسنة أن یقص حتی یوازی الإطار، وتفسیره أن یقص حتی ینتقص عن ا لإطار وهو بکسر الهمزة ملتقی الجلدة واللحم من الشفة . (۳/ ۳۱، باب الجنایات)

ما فی " مرقاة المفاتیح " : قال العلامة علی بن سلطان: قص الشارب، قال ابن حجر: فیسن إحفاءه حتی تبدوَ حمرة الشفة العلیا . (۲/ ۹۱، کتاب الطهارة، باب السواک، الفصل الأول)=

صاحب درمختار فرماتے ہیں کہ مونچھوں کا حلق کرنا بدعت ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ حلق سنت ہے۔[۱] اور اصول یہ ہے کہ جب کسی فعل کے سنت یا بدعت ہونے میں تردد ہو، تو اس کا ترک اولیٰ ہوتا ہے۔[۲] لہٰذا مونچھوں کو استرے سے بالکل نہیں مونڈنا چاہیے، بلکہ اس طرح کاٹیں کہ وہ مونڈنے کے قریب ہوجائے۔

کرتہ پہننے کا مسنون طریقہ

مسئلہ (۲۲۰): نصف ساق تک کرتہ پہننا مسنون ہے[۳]، اس سے کچھ نیچے تک بھی درست ہے[۴]، تاہم یہ سنیت، سننِ زوائد میں سے ہے، جس کا حکم یہ ہے کہ بنیتِ

= (۱) ما فی " الدر المختار مع الشامي " : حلق الشارب بدعة ، وقيل سنة . درمختار.
(۹/۴۹۷، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع)

(۲) ما فی " الشامية " : إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة راجحاً على فعل البدعة .
(۲/۳۵۳، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة) (فتاویٰ محمودیہ:۱۹/۴۲۳)

الحجة على ما قلنا :

(۳) ما فی " الحديث النبوی " : عن حذيفة بن اليمان قال : " أخذ رسول الله ﷺ بعضلة ساقی أو ساقه، وقال : هذا موضع الإزار، فإن أبيت فأسفل فإن أبيت فلا حق للإزار فی الكعبين ".
(الشمائل للترمذی :ص۸، باب ما جاء فی إزار رسول الله)

ما فی " جمع الوسائل فی شرح الشمائل " :وينبغي أن يعلم أن فی معنى الإزار القميص وسائر الملبوسات ، وإنما خص الإزار بالذكر بناء على القضية الاتفاقية أو خرج الكلام فخرج الغالب ، فإن غالب ملبوساتهم كان إزاراً....... ... وكان رسول الله ﷺ يلبس قميصاً فوق الكعبين .
(۱/۱۱۰. ۱۷۴، باب اللباس)

(۴) ما فی " شرح النووی على الصحيح لمسلم " : وأما القدر المستحب فيما ينزل إليه طرف القميص والإزار فنصف الساق . (۲/۱۹۵، كتاب اللباس، باب تحريم جر الثوب خيلاء)=

اتباع اختیار کرنے میں ثواب ملے گا، اور ترک کرنے میں ثواب سے محرومی ہوگی، البتہ گنہگار نہیں ہوگا[۱]، لیکن کفار یا فساق کے شعار کو اختیار کرے گا، تو گنہگار ہوگا۔[۲]

کالردار قمیص اور بڑے پائچوں کا پاجامہ پہننا

مسئلہ (۲۲۱): کالردار قمیص اور بڑے پائچوں کا پاجامہ کفار یا فساق کا شعار نہیں ہے، اس لیے یہ تشبہ ممنوع میں داخل نہیں، لہذا ان دونوں کا پہننا جائز ہے، تاہم لباس کے سلسلے میں ہمیشہ اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ اتقیاء وصلحاء کا لباس ہو، کیوں کہ اخلاق واعمال پر لباس کا بھی اثر پڑتا ہے، اور یہ ایسی بات ہے کہ ہم اور آپ اسے محسوس کرسکتے ہیں۔[۳]

= (۱) ما فی " الشامیة " : قال ابن عابدین : إن السنة هی الطریقة المسلوکة فی الدین ، وهی نوعان : سنة الهدی ، وترکها یوجب إساء ة وکراهیة کالجماعة والأذان والإقامة ونحوها ، وسنة الزوائد وترکها لا یوجب ذلک ، کسیر النبی فی لباسه وقیامه وقعوده .

(۱/۹۱، کتاب الطهارة، مطلب فی السنة وتعریفها)

(۲) ما فی " الحدیث النبوی " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " من تشبه بقوم فهو منهم ". (السنن لأبی داود: ص ۵۵۹، مشکوة المصابیح : ص ۳۷۵) (فتاوی محمودیہ: ۹/۲۶۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۳) ما فی " تکملة فتح الملهم " : إن الإنسان جبل علی حب التنوع فی أنواع اللباس والطعام، فإن الإسلام لم یقصره علی نوع دون نوع، ولم یقرر للإنسان نوعاً خاصاً أو هیئة خاصة من اللباس ولا اسلوباً خاصاً للمعیشة.......... إن اللباس الذی یتشبه به الإنسان بأقوام کفرة لا یجوز لبسه لمسلم إذا قصد بذلک التشبه بهم ، ثم اعلم أن التشبه بأهل الکتاب لا یکره فی کل شيء فإنا نأکل ونشرب کما یفعلون ، إنما الحرام هو التشبه فیما کان مذموماً وفیما یقصد به التشبه .

(۴/۷۶، کتاب اللباس والزینة)=

مجبوراً قومی لباس چھوڑ کر دوسرا لباس پہننا

مسئلہ (۲۲۲): اگر کوئی شخص کسی ایسی جگہ نوکری اور ملازمت کرتا ہو، جہاں کام پر آنے کیلئے پینٹ شرٹ پہن کر آنا شرط ہے، ورنہ نوکری سے نکال دیا جاتا ہے، تو اس کیلئے بحالتِ مجبوری اپنا قومی لباس چھوڑ کر ایسی ڈھیلی ڈھالی پینٹ وشرٹ پہننے کی گنجائش ہے[1]، جس میں اعضاء کی ساخت نمایاں نہ ہو[2]، اور نہ ہی مردوں کیلئے ممنوع کپڑے کی

= ما فی " فیض القدیر للمناوي" : إن المشارکة فی الهدي فی الظاهر تؤثر تناسباً وتشاکلاً بین المتشابهین تعود إلی موافقة ما فی الأخلاق والأعمال ، وهذا أمر محسوس فإن لابس ثیاب العلماء مثلاً یجد من نفسه نوع انضمام إلیهم . (۱۰۴/۶ ، رقم الحدیث:۸۵۹۳)

ما فی " تکملة فتح الملهم " : الواقع أن اللباس والزیّ ، وإن کان أمراً یتعلق بمظهر الإنسان دون مخبره ، غیر أن له أثراً عمیقاً علی سیرته وخلقه وأحواله النفسیة ، فإن من اللباس ما یغرس فی النفوس بذور الکبر والخیلاء، ومنه ما یربیّ فیها التواضع لله، ومنه ما ینشئ فیها الأخلاق الحسنة، ومنه ما یمهد لها السبیل إلی الإسراف والأشر والبطر وغمط حقوق الناس .

(۶۷/۱۰، کتاب اللباس والزینة) (فتاویٰ محمودیہ:۲۶۷/۱۹)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " تکملة فتح الملهم " : إن الإنسان جبل علی حب التنوع فی أنواع اللباس والطعام ، فإن الإسلام لم یقصره علی نوع دون نوع، ولم یقرر للإنسان نوعاً خاصاً أو هیئةً خاصةً من اللباس ولا أسلوباً خاصاً للمعیشة . (۶۷/۹)

(۲) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿یا بنی آدم قد أنزلنا علیکم لباساً یواری سوء اتکم وریشاً ولباس التقوی ذلک خیر﴾ . (سورة الأعراف : ۲۶)

ما فی " أحکام القرآن للجصاص " : وقد اتفقت الأمة علی معنی ما دلت علیه الآیة من لزوم فرض ستر العورة . (۴۰/۳) =

بنی ہو[۱]، اوراس پینٹ کے پائچے بھی ٹخنوں سےاوپر رہیں۔[۲]

حجاب مسلمان عورتوں کی عزت وآبروکامحافظ ہے

مسئلہ (۲۲۳): حجاب مسلمان عورتوں کی عزت وآبروں کی اہمیت اوراس کی عصمت کی حفاظت کا ضامن ہے، عام حالات میں عورتوں کواپنے گھروں سےنہیں نکلنا

= ما فی " تکملة فتح الملهم " : ستر العورة من أعظم مقاصد اللباس، فيحرم على الإنسان استعماله كل لباس ينكشف معه جزء من عورة الرجل والمرأة . (۱۰/۷۷)

ما فی " الشامية " : قال العلامة ابن عابدين : أقول : مفاده أن رؤية الثوب بحيث يصف حجم العضو ممنوعة وهو كثيفة لا ترى البشرة منه .

(۹/۴۴۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر والمس)

ما فی " تكملة فتح الملهم " : فبين الله سبحانه وتعالى أن مواراة السوء ة، هو ستر العورة، من أعظم مقاصد اللباس، وأن اللباس الذی يخل بهذا المقصد يهمل ما خلق اللباس لأجله، فيحرم على الإنسان استعماله فكل لباس ينكشف معه جزء من عورة الرجل والمرأة، لا تقره الشريعة الإسلامية مهما كان جميلاً أو موافقاً لدور الأزياء ، وكذلک اللباس الرقيق أو اللاصق بالجسم الذی يحكي للناظر شكل حصة من الجسم الذی يجب ستره، فهو فی حكم ما سبق فی الحرمة وعدم الجواز . (۱۰/۷۷)

(۱) ما فی " الحديث النبوی " : عن عبد الله بن عُكيم أن رسول الله ﷺ قال : " لا تشربوا فی إناء الذهب والفضة ولا تلبسوا الديباج والحرير فإنه لهم فی الدنيا وهو لكم فی الآخرة يوم القيامة " .

(الصحيح لمسلم :۲/۱۸۹، كتاب اللباس والزينة)

(۲) ما فی " الحديث النبوی " : عن أبی هريرة عن النبی ﷺ قال :" ما أسفل من الكعبين من الإزار فی النار " . (صحيح البخاری: ۲/۸۶۱)

چاہیے، بہت زیادہ مجبوری وضرورت کے وقت اگر نکلنا ہی پڑے تو پورے حجاب کے ساتھ نکلے (۱)، اور حجاب بھی ایسا ہو جو پورے جسم کو اچھی طرح چھپاتا ہو، ایسا نہ ہو جس سے جسم کا نشیب وفراز دکھائی دے، اور نہ ایسا ہو کہ مردوں کو اپنی طرف مائل کرے، بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج حجاب بجائے اس کے کہ گناہوں کیلئے مانع اور رکاوٹ بنتا، گناہوں کی دعوت دینے والا ثابت ہورہا ہے، نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ صرف مردوں کو ہی یہ حکم نہیں ہے کہ وہ غیر محرم عورتوں کو نہ دیکھیں، بلکہ عورتوں کو بھی اس بات کا حکم ہے کہ وہ غیر محرم مردوں کو نہ دیکھیں۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿يآيها النبي قل لأزواجک وبناتک ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن﴾ . (سورة الأحزاب: ۵۹)

ما فی " أحكام القرآن للجصاص " : قال أبوبكر: هذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجنبيين وإظهار الستر والعفاف عند الخروج لئلا يطمع أهل الريب فيهن . (۴۸۶/۳)

(۲) ما فی " الحديث النبوى " : عن أم سلمة قالت : كنت عند النبیﷺ وعنده ميمونة، فأقبل ابن أم مكتوم وذلک بعد أن أمرنا بالحجاب ، فقال : "احتجبا منه ، فقلنا: يا رسول الله ! أليس أعمىٰ لا يبصرنا ولا يعرفنا ؟ فقال النبیﷺ :" أفعمياوان أنتما ألستما تبصرانه ".

(السنن لأبی داود: ص۵۶۸، كتاب اللباس، فی قوله تعالى وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن)

ما فی " بذل المجهود " : فيه دليل على أن المرأة لا يجوز لها النظر إلى الرجل، قال النووی : وهو الأصح ، وقال الجمهور: يجوز نظر المرأة إلى بدن الأجنبی سوى ما بين سرته وركبته، إن لم يكن خوف الفتنة، والدليل عليه حديث عائشةؓ أنها نظرت إلى الحبشة وهم يلعبون فی المسجد ، فوقع التعارض بين الأحاديث بالمنع والرخصة ، فقيل : المنع محمول على الورع ، وحديث الحبشة وغيرها فمحمول على الرخصة ، وقيل : المنع محمول على خوف الفتنة والرخصة فی حالة الأمن . (۱۴۰/۱۲)

مسائل شتّٰی

مختلف ومتفرق مسائل

مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرنا مسنون ہے

مسئلہ(۲۲۴): مصافحہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ وہ دونوں ہاتھوں سے ہو، جیسا کہ عبداللہ ابن مسعودؓ کی روایت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے: ’’ **كان كفي بين كفيه**‘‘. کہ میری ہتھیلی آپ ﷺ کے دونوں ہتھیلیوں کے درمیان تھی، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی یہ روایت اس بارے میں صریح ہے کہ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا، رہی یہ بات کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے صرف اپنی ایک ہتھیلی کا ذکر کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی آپ کی ہتھیلی سے ملی ہوئی نہیں تھی بلکہ اس کے پشت پر تھی، اس لیے انہوں نے اس کا ذکر نہیں کیا، ورنہ یہ بات بعید از عقل ہے کہ آپ ﷺ تو اپنے دونوں مبارک ہاتھوں سے مصافحہ فرمائیں، اور صحابیٔ رسول وہ بھی ابن مسعودؓ، صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کریں، نیز اسی روایت سے امام بخاریؒ نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کے مسنون ہونے کو ثابت فرمایا ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

ما فی ” الحديث النبوی “ : عن عبد الله بن سخبرة أبی معمر قال : سمعت ابن مسعود يقول : ” علمنی النبی ﷺ وكفی بين كفيه التشهد كما يعلمنی السورة من القرآن “.

(صحيح البخاری : ۹۲۶/۲، كتاب الاستيذان ، باب الأخذ باليدين)=

عورتیں آپس میں مصافحہ ومعانقہ کرسکتی ہیں

مسئلہ (۲۲۵): جس طرح ایک مرد دوسرے مرد سے مصافحہ ومعانقہ کرسکتا ہے، اسی طرح ایک عورت دوسری عورت سے مصافحہ ومعانقہ کرسکتی ہے، کیوں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ بھی کرتے ہیں، تو الگ ہونے سے پہلے ان کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں''۔

آپ ﷺ نے اپنے فرمان میں مردوں اور عورتوں کی کوئی تفریق نہیں کی، اور نہ فقہائے کرام نے فرق کیا، اس لیے عورتیں بھی آپس میں مصافحہ ومعانقہ کرسکتی ہیں۔ (۱)

= ما فی " فیض الباری " : التصافح بالیدین حدیث مرفوع أیضاً کما فی الأدب المفرد ، وأراد المدرسون أن یستدلوا علیه من حدیث ابن مسعود هذا ، فقالوا : أما کون التصافح فیه بالیدین من جهة النبی ﷺ ، فالحدیث نص فیه ، وأما کونه کذلک من جهة ابن مسعود ، فالراوی إن اکتفی بذکر یده الواحدة إلا أن المرجو منه أنه لم یکن لیصافحه بیده الواحدة، والنبی ﷺ قد صافحه بیدیه الکریمتین، فإنه یستبعد من مثله أن لا یبسط یدیه للنبی ، وقد بسط محمد له یدیه ، غیر أن الراوی لم یذکره لعدم کون غرضه متعلقاً بذلک ، ولا ریب أن الرواة یختلفون فی التعبیرات .

(۲۰۴/۶ ، باب المصافحة) (فتاویٰ محمودیہ:۱۴۱/۳، فتاویٰ رحیمیہ:۱۲۱/۱۰، کتاب الفتاویٰ:۱۲۷/۶)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن البراء بن عازب قال : قال النبی ﷺ : "ما من مسلمین یلتقیان فیتصافحان إلا غفر لهما قبل أن یتفرّقا " . (مشکوة المصابیح :ص ۴۰۱، باب المصافحة والمعانقة)

ما فی " التنویر وشرحه مع الشامیة " : وکره تحریماً تقبیل الرجل وکذا معانقته فی إزار واحد ، ولو کان علیه قمیص أو جبة جاز..... قوله : (وکذا معانقته) قال فی الهدایة : ویکره أن یقبل =

....

....

....

....

= الرجل فم الرجل أو يده أو يعانقه ، وذكر الطحاوى : أن هذا قول أبى حنيفة ومحمد، وقال أبويوسف : لا بأس بالتقبيل والمعانقة لما روى أنه عليه السلام عانق جعفراً حين قدم من الحبشة وقبله بين عينيه . (۹/۳۶۲/۴، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء)

ما فى " الموسوعة الفقهية " : أطلق الفقهاء القول بسنية المصافحة ، ولم يقصروا ذلک على ما يقع منها بين الرجال، إنما استثنوا مصافحة الرجل للمرأة الأجنبية ، فقالوا بتحريمها ، ولم يستثنوا مصافحة المرأة للمرأة من السنية ، فيشملها هذا الحكم ، وقد صرح بذلک الشربينى الخطيب، فقال : وتسن مصافحة الرجلين والمرأتين ، واستدل لذلک بأنه المستفاد من عموم الأحاديث الشريفة فى الحث على المصافحة، مثل قول الرسول : " ما من مسلمين يلتقيان فيتصافحان إلا غفر لهما قبل أن يفترقا " .

وما روى عن حذيفة بن اليمان عن النبى ﷺ قال :" إن المؤمن إذا لقى المؤمن فسلم عليه وأخذ بيده فصافحه تناثرت خطاياهما كما يتناثر ورق الشجر". فهذه الأحاديث عامة فى كل مسلمين يلتقيان وتشمل بعمومها المرأة تلاقى المرأة فتصافحها . (۳۷/۳۵۷)

ما فى " الموسوعة الفقهية " : ذهب الحنفية فى الصحيح إلى أنه يجوز معانقة الرجل للرجل إذا كان على كل واحد منهما قميص أو جبة ، واستدلوا بحديث أبى ذر أن النبى ﷺ عانقه ، وقال : سألت أبا عبد الله عن الرجل يلقى الرجل يعانقه؟ قال : نعم فعله أبو الدرداء . (۳۸/۱۸۴)

(کتاب الفتاوی:۶/۱۲۵)

مصافحہ کے بعد سینہ پر ہاتھ پھیرنا

مسئلہ (۲۲۶): بعض لوگ سلام ومصافحہ کے بعد اپنے ہاتھوں کو اپنے سینہ پر پھیرتے ہیں، جبکہ مصافحہ کے بعد سینہ پر ہاتھ پھیرنا نہ کسی حدیث میں مذکور ہے، اور نہ ہی فقہائے کرام نے کتبِ فقہ میں اس کا تذکرہ کیا ہے، یہ محض ایک رواج ہے، اس لیے اس سے گریز کرنا چاہیے۔ (۱)

ٹیلی فون اور موبائل کے ذریعہ نومولود کے کان میں اذان دینا

مسئلہ (۲۲۷): بچے کے پیدا ہونے پر اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا مستحب ہے (۲)، جس کی حکمت یہ ہے کہ دنیا میں آتے ہی اس کے

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحديث النبوی " : عن عائشة رضی الله عنها قالت: قال رسول الله ﷺ : " من أحدث فی أمرنا هذا ما ليس فيه فهو رد " . (صحيح البخاری : ۱/۳۷۱، كتاب الصلح)

ما فی " الشامية " : البدعة ما أحدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله ﷺ من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً .

(۲/۲۵۶، مطلب البدعة خمسة أقسام)

ما فی " الحديث النبوی " : عن ابن عباس قال : قال رسول الله ﷺ : " أبغض الناس إلى الله ثلاثة : ملحد فی الحرم، ومبتغ فی الإسلام سنة الجاهلية ، ومطلب دم امرئٍ مسلم بغير حق ليهريق دمه ".

(مشكوة المصابيح : ص۲۷، باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما فی " الحديث النبوي " : عن ابن عباس : " أن النبی ﷺ أذن فی أذن الحسن بن علی يوم ولد فأذن فی أذنه اليمنى وأقام فی أذنه اليسرى " .

(شعب الإيمان للبيهقی : ۶/۳۹۰، رقم الحديث : ۸۶۲۰)=

کانوں میں پہلا جو کلمہ پڑے وہ اللہ کی وحدانیت اور نیکی کی جانب پکار کا ہو، اس لیے پیدا ہوتے ہی اس کے کان میں اذان دینی چاہیے، بعض لوگ کسی اور شہر یا ملک میں رہتے ہیں، اور جب ان کے یہاں کسی بچے کی ولادت ہوتی ہے، تو ٹیلی فون یا موبائل کے ذریعہ اپنے بچے کے کان میں اذان واقامت کہتے ہیں، جس سے اوپر ذکر کردہ مقصد گرچہ حاصل ہوجاتا ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ موجود شخص اذان واقامت کہے، کیوں کہ یہی طریقہ آپ ﷺ سے ماثور ومنقول ہے۔[1]

= ما فی " الحدیث النبوی " : عن الحسین بن علی قال : قال رسول الله ﷺ : " من ولد له مولود فأذن فی أذنه الیمنی وأقام فی أذنه الیسری رفعت عنه أم الصبیات ".

(شعب الإیمان للبیهقی : ۶/۳۹۰، رقم الحدیث: ۸۶۱۹)

ما فی " الفقه الأسلامی وأدلته " : یستحب للوالد أن یؤذن فی أذن المولود الیمنی وتقام الصلاة فی الیسری حین یولد لما روي أبورافع ، أن النبی ﷺ أذن فی أذن الحسن حین ولدته فاطمة......... فیقتصر فی تقدیری علی الأذان الثابت فی حدیث أبی رافع لیکون إعلام المولود بالتوحید أول ما یقرع سمعه عند قدومه إلی الدنیا ولما فیه من طرد الشیطان عنه، فإنه یدبر عنه سماع الأذان .

(۴/۲۷۵۰ ، المبحث الثانی ، أحکام المولود ، الموسوعة الفقهیة الکویتیة : ۳۴۸/۳۹ ، مولود ، الشامیة : ۴۶/۲ ، مطلب فی المواضع التی یندب لها الأذان)

(۱) ما فی " الحدیث النبوی" : عن عبید الله بن أبی رافع عن أبیه قال : " رأیت رسول الله ﷺ أذن فی أذن الحسن بن علی حین ولدت فاطمة بالصلوة " .

(جامع الترمذی : ۲۷۸/۱ ، أبواب الأضاحي ، باب ما جاء فی أذن المولود ، السنن لأبی داود: ص۶۹۲ ، کتاب الأدب، باب فی المولود یؤذن فی أذنه) (فتاویٰ محمودیہ:۴۵۵/۵)

ویلکم (Welcome) کہنے کا حکم شرعی

مسئلہ (۲۲۸): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ''ویلکم'' عربی کا لفظ ''ویل لکم'' کی طرح ہے، جس کے معنی تمہارے لئے تباہی وبربادی کے ہیں، اس لئے اس کا استعمال کرنا جائزنہیں ہے، ان کا یہ خیال صحیح نہیں ہے، کیوں کہ ''ویلکم'' یہ لفظ عربی زبان کا نہیں انگریزی کا ہے، جو کسی کی آمد پر ''خوش آمدید'' کے طور پر بولا جاتا ہے، اس کا استعمال گرچہ جائز ہے، مگر آج کل اپنی اسلامی زبان چھوڑ کر انگریزی الفاظ استعمال کرنے کی ایک ہوا چل پڑی ہے، جو غلامانہ ذہن کی عکاس ہے، اس لئے اس سے اجتناب برتنا چاہیے، ہاں بوقتِ ضرورت استعمال کرنے میں کوئی حرج ومضائقہ نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿إنا أنزلناه قرآناً عربياً﴾ . (سورة يوسف: ۲)

ما في '' روح المعاني '' : والجمهور على أن العرب القحطانية من عرب اليمن وغيرهم ليسوا من ذريته عليه السلام ، وأن اللغة العربية مطلقاً كانت قبله وهي إحدى اللغات التي علمها آدم عليه السلام وكان يتكلم بها وبغيرها أيضاً ..... وادعى بعضهم أنها أول اللغات وأن كل لغة سواها حدثت بعدها إما توقيفاً أو اصطلاحاً ...... وهي أفضل اللغات . (۷/ ۲۵۹)

ما في '' الحديث النبوي '' : عن ابن عباس قال : قال رسول الله ﷺ : '' أحبوا العرب لثلاثٍ لأني عربي والقرآن عربي وكلام أهل الجنة عربي '' . (شعب الإيمان للبيهقي: ۲/ ۲۳۰، رقم الحديث: ۱۶۱۰)

ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿وما أرسلنا من رسول إلا بلسان قومه ليبين لهم﴾ . (سورة إبراهيم : ۴)

ما في '' التفسير لابن كثير '' : هذا من لطفه تعالى بخلقه أنه يرسل إليهم رسلاً منهم بلغاتهم ليفهموا عنهم ما يريدون وما أرسلوا به إليهم، كما روى الإمام أحمد عن أبي ذر قال : قال رسول الله ﷺ : '' لم يبعث الله عزوجل نبياً إلا بلغة قومه ''. (۲/ ۲۹۰) =

فون سننا اور مس کال (Missed Call) کا جواب دینا

مسئلہ (۲۲۹): بعض لوگ ان کی اپنی ضروریات ہونے کے باوجود محض مس کال (Missed Call) کرتے ہیں، تو اس طرح مس کال کرنے والوں کو جوابی فون کرنا شرعاً ضروری نہیں ہے، کیوں کہ جب کوئی شخص کسی سے ملنے کیلئے اس کے گھر آئے، تو اسے اختیار ہے چاہے ملے چاہے نہ ملے [1]، جبکہ آنے والا شخص مسافت طے کرکے آیا ہے، جس

= ما فی " الحدیث النبوی " : عن خارجة بن زید بن ثابت عن أبیه زید بن ثابت قال : " أمرنی رسول الله ﷺ أن أتعلم له کلمات من کتاب یهود قال : إنی والله ما آمن یهود علی کتابی قال : فما مر بی نصف شهر حتی تعلمته له قال : فلما تعلمته کان إذا کتب إلی یهود کتبت إلیهم وإذا کتبوا إلیه قرأت له کتابهم " . (السنن للترمذی: ۲/۱۰۰، أبواب الاستیذان ، باب فی تعلیم السریانیة)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿یآیها الذین آمنوا لا تدخلوا بیوتاً غیر بیوتکم حتی تستأنسوا وتسلموا علی أهلها ذلکم خیر لکم لعلکم تذکرون ، فإن لم تجدوا فیها أحداً فلا تدخلوها حتی یؤذن لکم ، وإن قیل لکم ارجعوا فارجعوا هو أزکی لکم والله بما تعملون علیم﴾ . (سورة النور: ۲۷/۲۸)

ما فی " أحکام القرآن للجصاص": حُظِر الدخول إلا بالإذن ، فدل علی أن الإذن مشروط فی إباحة الدخول...... ویدل علی أن للرجل أن ینهی من لا یجوز له دخول داره عن الوقوف علی باب داره أو القعود علیه لقوله تعالی : ﴿وإن قیل لکم ارجعوا فارجعوا هو أزکی لکم﴾ . (۳/۴۰۴.۴۰۶)

ما فی " الحدیث النبوي" : عن أبی موسی أنه أتی عمر فاستأذن ثلاثاً ، فقال: یستأذن أبوموسی یستأذن الأشعری ، یستأذن عبد الله بن قیس، فلم یأذن له فرجع ، فبعث إلیه عمر ما ردک؟ قال : قال رسول الله ﷺ : "یستأذن أحدکم ثلاثاً فإن أذن له وإلا فلیرجع". قال : ائتني ببینة علی هذا ، فذهب ثم رجع فقال : هذا أبيّ ، فقال أبيّ : یا عمر! لا تکن عذاباً علی أصحاب رسول الله ﷺ فقال عمر: لا أکون عذاباً علی أصحاب رسول الله ﷺ .

(السنن لأبی داود: ص ۷۰۴، کتاب الأدب، باب کم مرة یسلم الرجل فی الاستیذان)=

میں مشقت ہے، اور مس کال کرنے والا بلا کسی صَرف کے مس کال کرتا ہے، جس میں کوئی مشقت نہیں، تو جوابی کال کرنے اور نہ کرنے میں اسے بدرجۂ اولیٰ اختیار ہوگا، البتہ اخلاقی طور پر مس کال پر جوابی فون کرلیا جائے تو یہ احسان ہے، اور اگر نہ کیا جائے تو کوئی گناہ لازم نہیں آئیگا، کیوں کہ فقہ کا قاعدہ ہے کہ ''ترکِ احسان گناہ نہیں ہے''۔(۱)

انگریزی اور ہندی وغیرہ سیکھنے کا حکم

مسئلہ (۲۳۰): زبانیں اللہ تعالی کی پیدا کی ہوئی ہیں، اور دلی باتوں کے اظہار کا ذریعہ ہیں، کوئی بھی زبان اپنے آپ میں مذموم و بری نہیں ہے، اب یہ انسان کا اپنا کام ہے کہ وہ اپنے جائز کاموں کیلئے استعمال کرتا ہے، یا ناجائز کاموں کیلئے، صرف اس وجہ سے کوئی زبان مذموم و ناپسندیدہ نہیں ہوتی کہ اس کو بولنے والے زیادہ تر غیر مسلم ہیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن ثابت کو عبرانی زبانی سیکھنے کا حکم دیا تھا، جبکہ عبرانی زبان یہودیوں کی زبان تھی، اس لیے اگر کوئی شخص انگریزی، ہندی، مراٹھی اور سنسکرت وغیرہ زبان سیکھتا ہے، اور ان زبانوں کو سیکھنے کا مقصد محض ان سے واقفیت یا ان کے ذریعہ کسبِ معاش میں آسانی و سہولت پیش نظر ہے تو ان کا سیکھنا جائز ہے، اور اگر یہ مقصد ہو کہ ان زبانوں کو سیکھ کر

= ما في '' الموسوعة الفقهية '' : من استأذن فأذن له دخل وإن لم يؤذن له فلينصرف ، ولا يُلَحُّ بالاستيذان ولا يتكلم بقبيح الكلام ، ولا يقعد على الباب لينتظر ، لأن للناس حاجات وأشغالاً في المنازل . (۱۵۲/۳)

(۱) ما في '' قواعد الفقه '' : ترک الإحسان لا يكون إساءة . (ص : ۷۰ ، رقم القاعدة : ۸۲)

اسلام کی دعوت دوں گا، یا ان زبانوں میں اسلامی تعلیمات کو عام کروں گا، تو اس صورت میں ان زبانوں کا سیکھنا نہ صرف جائز بلکہ مستحب وباعثِ اجروثواب بھی ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ومن آياته خلق السموات والأرض واختلاف ألسنتكم وألوانكم﴾ . (سورة الروم : ۲۲)

ما في " روح المعاني " : (واختلاف ألسنتكم) أي لغاتكم بأن علم سبحانه كل صنف لغته أو ألهمه جل وعلا وضعها وأقدره عليها فصار بعض يتكلم بالعربية وبعض بالفارسية وبعض بالرومية إلى غير ذلك مما الله تعالى أعلم بكميته . (۱۲/۴۸، سورة الروم : ۲۲)

ما في " الحديث النبوي " : عن خارجة بن زيد بن ثابت عن أبيه زيد بن ثابت قال : " أمرني رسول الله ﷺ أن أتعلم له كلمات من كتاب يهود قال : إني والله ما آمن يهود على كتابي، قال : فما مر بي نصف شهر حتى تعلمته له ، قال : فلما تعلمته كان إذا كتب إلى يهود كتبت إليهم وإذا كتبوا إليه قرأت له كتابهم ". (جامع الترمذي : ۲/۱۰۰ ، أبواب الاستيذان ، باب ما جاء في تعليم السريانية)

ما في " مرقاة المفاتيح " : فيه دليل على جواز تعلم ما هو حرام في شرعنا للتوقي والحذر عن الوقوع في الشر، كذا ذكره الطيبي في ذيل كلام المظهر وهو غير ظاهر، إذ لا يعرف في الشرع تحريم تعلم لغة من اللغات سريانية أو عبرانية أو هندية أو تركية أو فارسية ، وقد قال تعالى :﴿ومن آياته خلق السموات والأرض واختلاف ألسنتكم﴾ أي لغاتكم بل هو من جملة المباحات ، نعم يعد من اللغو ما لا يعني وهو مذمومة عند أرباب الكمال إلا إذا ترتب عليه فائدة ، فحينئذٍ يستحب كما يستفاد من الحديث .

(۸/۴۷۷، رقم الحديث: ۴۶۵۹، كتاب الآداب، باب السلام، الفصل الثاني)

ما في " قواعد الفقه ": الأصل في الأشياء الإباحة حتى يدل الدليل على عدم الإباحة .

(ص: ۵۹، رقم القاعدة :۳۳، الأشباه والنظائر لإبن نجيم :ص ۱/۲۵۲)

ما في " الأشباه والنظائر " : الأمور بمقاصدها . (۱/۱۱۳) (فتاویٰ عبدالحی اللکنویؒ:ص۵۵۰)

مدرسۃ البنات یعنی لڑکیوں کے اقامتی ادارے قائم کرنا

مسئلہ (۳۳۱): مدرسۃ البنات یعنی لڑکیوں کے اقامتی اداروں کے قیام کے متعلق ہمارے علماء کے مابین اختلافِ رائے پایا جاتا ہے، بعض اسے جائز اور بعض ناجائز کہتے ہیں، جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ علمِ دین کا سیکھنا شرعاً مرد وعورت دونوں پر لازم ہے۔(۱)

اب اگر کسی عورت کیلئے گھریلو زندگی کے دوران اور گھر میں رہتے ہوئے اپنے محارم میں سے کسی سے علمِ دین حاصل کرنے کی ترتیب بن سکتی ہو، تو اس کیلئے سب سے بہتر یہ ہے کہ وہ ان سے عبادات، اخلاقیات، معاملات اور معاشرت کے ضروری مسائل سیکھ لے، اور اس کے موافق عملی زندگی گزارنے کی فکر کرے، لیکن اگر یہ ترتیب نہ بن سکتی ہو اور وہ قریب کے کسی معتمد مدرسۃ البنات میں کسی محرم کے ساتھ آجا سکتی ہو، یا گھریلو مجبوریوں کے تحت

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن أنسؓ قال : قال رسول الله ﷺ : " طلب العلم فریضة علی کل مسلم " . (مشکوة المصابیح : ص ۳۴)

ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : واعلم أن تعلم العلم یکون فرض عین، وهو بقدر ما یحتاج لدینه قال : من فرائض الإسلام تعلم ما یحتاج إلیه العبد فی إقامة دینه ، وإخلاص عمله لله تعالی ومعاشرة عباده، وفرض علی کل مکلف ومکلفة بعد تعلمه علم الدین والهدایة ، تعلم علم الوضوء والغسل والصلوة والصوم . (۱/ ۱۲۱، قبیل مطلب فی فرض الکفایة وفرض العین)

ما فی " الفتاوی الحدیثیة " : واعلم أن النهی عن تعلیم النساء للکتابة لا ینافی طلب تعلمهن القرآن والعلوم والآداب ، لأن فی هذه مصالح عامة من غیر خشیة مفاسد تتولد علیها بخلاف الکتابة ، فإنه وإن کان فیها مصالح إلا أن فیها خشیة مفسدة ودرء المفاسد مقدم علی جلب المصالح . (ص: ۱۱۹، مطلب یکره تعلیم النساء للکتابة) =

ایسے مدرسہ میں قیام کرنا پڑتا ہو، اوراس آمدورفت اور مدرسہ کی رہائش کے دوران کسی قسم کے فتنہ اور فساد کا اندیشہ نہ ہو، اور نہ بے پردگی ہوتی ہو، بلکہ شرعی پردہ میں رہتے ہوئے اپنے محارم کی اجازت کیساتھ علم دین حاصل کرے تو بلاشبہ اس کی اجازت ہونی چاہیے۔(۱)

جوعلماء کرام لڑکیوں کے اقامتی اداروں کے قیام کو، لڑکیوں کی طرف سے آمدورفت کے سلسلے میں ہونے والی بے احتیاطی، اور دورانِ قیام، انتظامیہ کی طرف سے ان کے اخلاق وعادات کی صحیح طور پر نگرانی نہ کرنے کی بناء پر ناجائز کہتے ہیں، اگر یہ خرابیاں نہ ہوں تو غالبًا انہیں بھی جواز کے قائل ہونے میں کوئی تأمل نہیں ہوگا، کیوں کہ فقہ کا قاعدہ ہے: ''حکم کا مدار علت پر ہوتا ہے، علت کے ختم ہونے پر حکم بھی ختم ہوجاتا ہے''۔(۲)

البتہ انتہائی دور دراز کی لڑکیوں کو اقامتی اداروں میں رکھنا بڑے مسائل پیدا کرتا ہے، اس لئے اس سے بچنا ہی بہتر ہے۔(۳)

= (۱) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿یآیها النبی قل لأزواجک وبناتک ونساء المؤمنین یدنین علیهن من جلابیبهن﴾. (سورة الأحزاب: ۵۹)

ما فی " أحکام القرآن للجصاص " :قال أبوبکر : هذه الآیة دلالة علی أن المرأة الشابة مامورة بستر وجهها عن الأجنبیین وإظهار الستر والعفاف عند الخروج لئلا یطمع أهل الریب فیهن .
(۴۸۶/۳)

(۲) ما فی " القواعد الفقهیة " : الأصل أن تزول الأحکام بزوال عللها .
(ص: ۱۷۶، القواعد الفقهیة علی أحمد الندوی:ص ۱۷۰)

(۳) ما فی " القواعد الکلیة والضوابط الفقهیة " : درء المفاسد أولی من جلب المصالح .
(ص: ۱۸۲) (فتاوی محمودیہ:۳۸۰/۳)

جھنڈے کو سلامی دینا

مسئلہ (۲۳۲): کسی بھی ملک کا جھنڈا اور پرچم اس ملک کی عزت، بلندی، اور شان کا نشان ہوتا ہے، ہمارے ملک ہندوستان کا بھی ایک پرچم ہے، جو انہی چیزوں کی علامت ونشانی ہے، ۱۵/اگست یا ۲۶/جنوری کو پرچم کشائی کے موقع پر اسکولوں اور کالجوں کے طلباء واساتذہ اور دیگر محکموں کے افسران وملازمین اسے اپنے ہاتھ کے اشارے سے سلامی دیتے ہیں، یہ عمل محض عرفی طریقہ پر اس کا احترام ہے [۱]، اس میں اس کی عبادت وتعظیم کا کوئی پہلو نہیں ہے، اور نہ ہی کوئی مسلم اس کا یہ احترام اس نیت سے کرتا ہے کہ وہ قابلِ تعظیم وعبادت ہے، کیوں کہ اس کا عقیدہ ہے کہ لائق عبادت وتعظیم صرف اللہ کی ذات ہے (۲)، اس لیے شرعاً اسے جائز ہونا چاہیے، جیسا کہ حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم صاحب لاجپوریؒ

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " موسوعة الفتاوی " : التشبه بالكفار ممنوع، والضابط فيها أن يقوم الإنسان بشئ يختص به الكفار، بحيث يظن من رآه أنه من الكفار، وأما ما انتشر بين المسلمين ولا يتميز به الكفار، فإنه لا يكون تشبهاً وإن كان أصله ماخوذا من الكفار . (بحواله اسلام ویب)

ما فی " القواعد الفقهية ": الأصل أن تزول الأحكام بزوال عللها .

(ص: ۱۷٦، القواعد الفقهية لعلی أحمد الندوی : ص ۱۷۰، أصول الشاشی : ص ٤٦/٤٧)

ما فی " الأشباه والنظائر " : الأمور بمقاصدها . (۱/۱۱۳)

(۲) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿إياك نعبد وإياك نستعين﴾ . (سورة الفاتحة: ٤)

ما فی " الحديث النبوی " : عن ابن عمر رضی الله عنهما قال: قال رسول الله ﷺ : " بني الإسلام على خمس : شهادة أن لا إله إلا الله ، وأن محمداً رسول الله ، وإقام الصلاة وإيتاء الزكوة والحج وصوم رمضان ". (صحيح البخاری : ۱/٦، كتاب الإيمان، باب قول النبی ﷺ بني الإسلام الخ)=

فرماتے ہیں کہ ''یہ محض سیاسی چیز ہے اور حکومتوں کا طریقہ ہے، اسلامی حکومتوں میں بھی ہوتا ہے، بچنا اچھا ہے، اگر فتنہ کا ڈر ہو تو بادلِ ناخواستہ کرنے میں مواخذہ نہیں ہوگا''۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۱۰/۱۸۰)

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ '' جھنڈے کو سلامی مسلم لیگ بھی کرتی ہے، اور اسلامی حکومتوں میں بھی ہوتی ہے، وہ ایک قومی عمل ہے، اس میں اصلاح ہوسکتی ہے، مگر مطلقاً اس کو مشرکانہ فعل قرار دینا صحیح نہیں ہے''۔ (کفایت المفتی: ۹/ ۳۷۸)

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب فرماتے ہیں کہ '' جھنڈا لہرانا درست ہے، اور اہل علم نے اس کو جائز قرار دیا ہے، البتہ اس موقع پر ایسا عمل کرنا جس سے جھنڈے کی غیر معمولی تعظیم ظاہر ہوتی ہو، جیسے دونوں ہاتھ جوڑنا یا جھکنا جائز نہیں ہے''۔ (کتاب الفتاوی: ۱/۲۸۲)

بھیک مانگنے کا شرعی حکم

مسئلہ (۲۳۳): آج کل بھیک مانگنا ایک پیشہ بن چکا ہے، یہاں تک کہ بعض لوگ حج جیسی عظیم عبادت کا سفر بھی بھیک مانگنے کیلئے کررہے ہیں، جیسا کہ سعودی نیوز پیپروں کے ذریعہ اس طرح کی خبریں شائع ہوچکی ہیں، جبکہ شرعاً بلاضرورتِ شدیدہ بھیک مانگنا بالکل جائز نہیں ہے [1]، اور نہ ہی ایسے بھکاریوں کو بھیک دینا جائز ہے، جنہوں نے بھیک مانگنے کو

= ما فی " الحدیث النبوی ": عن أنس بن مالک قال : قال رجل : یا رسول الله ! " الرجل منا یلقی أخاه أو صدیقه أ ینحنی له ؟ قال : لا، قال : أ فیلتزمه ویقبله؟ قال: لا، قال : أفیأخذ بیده ویصافحه ؟ قال : نعم " . (السنن للترمذی: ۲/ ۱۰۱ ، باب المصافحة)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن قبیصة بن مخارق قال: تحملت حمالةً فأتیت رسول الله ﷺ أسئله فیها فقال: أقم حتی تأتینا الصدقة فنأمر لک بها ثم قال : یا قبیصة ! " إن المسئلة=

اپنا پیشہ بنالیا ہو، کیوں کہ ایسے بھکاریوں کو بھیک دینا حرام میں تعاون کرنے کے مترادف ہے۔(۱)

نیز جولوگ بلاضرورت شدیدہ بھیک مانگتے ہیں، وہ سخت وعید کے مستحق بھی ہیں، کہ قیامت کے دن ان کے چہروں پر خراشیں اور ذلت طاری ہوگی(۲)، اس لیے بلاضرورت بھیک مانگنے سے بچنا انتہائی ضروری ہے، ہاں البتہ ضرورت شدیدہ کے وقت جان بچانے، اوراس کی حفاظت کیلئے بقدرِضرورت سوال کرنا جائز ہے۔(۳)

= لا تحل إلا لأحد ثلاثة : رجل تحمل حمالة فحلت له المسئلة، حتى يصيبها ثم يمسک، ورجل أصابته جائحة إجتاحت ماله فحلت له المسئلة حتى يصيب قواماً من عيش، أو قال سداداً من عيش ورجل أصابته فاقة حتى يقوم ثلاثة من ذوى الحجىٰ من قومه لقد أصابت فلانا فاقة فحلت له المسئلة حتى يصيب قواماً من عيش، أو قال سداداً من عيش فما سواهن من المسئلة يا قبيصة سحت يأكلها صاحبها سحتاً".

(مشكوة المصابيح :ص ۱۶۲، كتاب الزكاة ، باب من لا تحل له المسئلة)

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامي" : لا يحل أن يسئل شيئاً من القوت من له قوت يومه بالفعل أو بالقوة كالصحيح المكتسب، ويأثم معطيه إن علم بحاله لإعانته على المحرم .

(۲۷۶/۳، كتاب الزكاة، مطلب فى الحوائج الأصلية)

(۲) ما فی " الحديث النبوى " : عن عبد الله بن مسعودؓ قال : قال رسول الله ﷺ : " من سأل الناس وله ما يغنيه جاء يوم القيامة ومسألته فى وجهه خموش أو خدوش أو كدوح ".

(مشكوة المصابيح:ص ۱۶۲)

(۳) ما فی " الحديث النبوى " : عن حُبْشِيّ بن جُنادة قال : قال رسول الله ﷺ : " إن المسئلة لا تحل لغنى ولا لذي مِرة سوىّ إلا لذى فقر مدقع أو غرُم مفظع ، ومن سأل الناس ليثرى به ماله كان خموشاً فى وجهه يوم القيامة ورضفا يأكله من جهنم فمن شاء فليقلّ ومن شاء فليكثر " .

رواه الترمذى (مشكوة المصابيح :ص ۱۶۳)

غیر مسلم ممالک میں رہائش پذیر ہونا

مسئلہ (۲۳۴): اگرکسی مسلمان کو اس کے وطن میں کسی جرم کے بغیر تکلیف پہنچائی جارہی ہو، یا اس کوظلماً قید کرلیا جائے، یا اس کی جائداد ضبط کرلی جائے، اورکسی غیر مسلم ملک میں رہائش اختیار کرنے کے سوا ان مظالم سے بچنے کی کوئی صورت نہ ہو، تو ایسی صورت میں کسی غیر مسلم ملک میں رہائش اختیار کرنا، اوراس ملک کا باشندہ بن کر وہاں رہنا چار شرطوں کے ساتھ جائز ہوگا۔ (۱)

۱/ اپنی ذات پر اطمینان ہوکہ عملی زندگی میں دین کے احکام پر کاربند رہے گا۔

۲/ وہاں رائج شدہ منکرات وفواحشات سے اپنے آپ کومحفوظ رکھے گا۔

۳/ اس کے پاس ایسا علم ہوکہ جس سے وہ شبہات کودفع کرسکتا ہو۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " أحكام القرآن لإبن العربی " : الهجرة تنقسم إلى ستة أقسام : الرابع الفرار من الأذاية فی البدن ، وذلک فضل من الله عز وجل أرخص فيه ، فإذا خشی المرء على نفسه فی موضع فقد أذن الله سبحانه له فی الخروج عنه والفرار بنفسه ، ليخلها من ذلک المحذور . (۱/۴۸۵)

ما فی " الهجرة إلى بلاد غير المسلمين " : تجوز الهجرة من بلاد الإسلام إلى غيرها من بلاد الإسلام أو بلاد الكفر عند ما تضيق على المسلم الأرض بما رحبت، بسبب بلاء نزل به، أو ضيق فی كسبه أو معاشه أو بظلم، ولم يبلغ كل ذلک حداً لا ينفع معه الصبر والاحتمال ، كأن يؤذی إلى إزهاق الروح ، أو إتلاف الأعضاء ، أو الفقر المدقع الذی يوصل الإنسان إلى درجة الكفر، وهو يختلف بحسب الأشخاص .

(ص: ۲۱۴)

ما فی " المحلی لإبن حزم " : وأما من فرّ إلى أرض الحرب لظلم خافه ، ولم يحارب المسلمين ، ولا أعانهم عليهم ، ولم يجد فی المسلمين من يجيره ، فهذا لا شيء عليه ، لأنه مضطر مكره .

(۱۳/۶۷، مسألة: ۲۲۰۲)=

۴ر اس کے پاس اتنی دینداری ہو جو اسے شہوات سے روک سکتی ہو۔[۱]

عبادت میں ایثار جائز نہیں

مسئلہ (۲۳۵): اگر کسی مدرسہ میں طلباء کیلئے کسی نماز سے پہلے یا نماز کے بعد قرآن کریم[۲]، حدیث نبوی ﷺ[۳]، یا ادعیۂ مأثورہ[۴]، سنانے کا معمول ہو، اور طلبہ اس معمول پر باری باری عمل پیرا ہوتے ہوں، تو کسی طالب علم کے لیے اپنی باری اپنے علاوہ طالب علم کو دینا، اس طور پر کہ اس کی دوبارہ باری نہ آئے، درست نہیں ہے، اس لئے کہ مذکورہ چیزوں کا یاد کرنا اور سنانا عبادت ہے، اور عبادت میں ایثار جائز نہیں ہے۔

= (۱) ما فی " مجموع الثمین للعثیمین " : شرط علی المسافر إلی تلک البلاد: أن یکون عنده علم یدفع به الشبهات، ودین یمنعه الشهوات، وأن یکون محتاجاً إلی ذلک السفر .

(ص : ۵۰ ، بحواله : الهجرة إلی بلاد غیر المسلمین : ص ۱۷۹) (فقہی مقالات:۱/۲۴۳)

الحجة علی ما قلنا:

(۲) ما فی " الحدیث النبوی ":عن عثمان بن عفان قال : قال رسول الله ﷺ : " خیرکم من تعلم القرآن وعلمه " . (صحیح البخاری : ۲/۷۵۲، باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمه)

(۳) ما فی " الحدیث النبوی " : عن زید بن ثابت قال : سمعت رسول الله ﷺ یقول : " نضّر الله امرأً سمع منا حدیثاً فحفظه، حتی یبلغه فرب حامل فقه إلی من هو أفقه منه ، ورب حامل فقه لیس بفقیه " .

(السنن لأبی داود: ص ۵۱۵، کتاب العلم، باب فضل نشر العلم)

(۴) ما فی " القرآن الکریم ": ﴿وإذا سألک عبادی عنی فإنی قریب أجیب دعوة الداع إذا دعان﴾ .

(سورة البقرة : ۱۸۶)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن النعمان بن بشیر عن النبی ﷺ قال : " الدعاء هو العبادة ". ثم قرأ : ﴿وقال ربکم ادعونی استجب لکم إن الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جهنم داخرین﴾. هذا حدیث حسن صحیح . (جامع الترمذی: ۲/۱۷۵ ، أبواب الدعوات)

ما فی " الأشباه والنظائر ":وکره إیثار الطالب غیره بنوبته فی القراءة، لأن قراءة العلم والمسارعة إلیه قربة ، والإیثار بالقرب مکروه ...... وفیه أیضاً : الإیثار فی القرب لا یجوز . (۱/۳۹۹)

تمت بالخیر

مصادر و مراجع

رقم	اسماء الکتب	اسماء المصنفین	المکتبۃ
	کتبِ عقائد		
۱	شرح فقہ الاکبر	شیخ ملا علی قاری	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۲	اقتضاء الصراط المستقیم	شیخ الاسلام ابن تیمیہ	مطابع المجد التجاریۃ
۳	القول المفید علی کتاب التوحید	محمد بن صالح عثیمین	دار ابن جوزیہ
۴	عقیدۃ الطحاوی	ابی جعفر طحاوی	مکتبہ یاسر ندیم دیوبند
	کتبِ تفاسیر		
۵	الجامع لاحکام القرآن	امام ابو عبد اللہ احمد الانصاری قرطبی	مکتبہ غزالی/ مناہل العرفان
۶	البحر المحیط	امام ابو حیان غرناطی اندلسی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۷	التفسیر الکبیر	امام فخر الدین رازی شافعی	علوم اسلامیہ اردو بازار لاہور
۸	تفسیر المظہری	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	مکتبہ زکریا دیوبند
۹	روح المعانی	امام شہاب الدین سید محمد محمود آلوسی	زکریا دیوبند/ احیاء التراث
۱۰	الدر المنثور فی التفسیر الماثور	امام جلال الدین سیوطی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۱	التفسیر المنیر	دکتور وہبہ زحیلی	رشیدیہ کوئٹہ پاکستان
۱۲	فتح القدیر فی علم التفسیر	امام محمد بن علی بن محمد شوکانی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۳	احکام القرآن	امام ابو بکر بن علی رازی جصاص	شیخ الہند دیوبند
۱۴	احکام القرآن لابن العربی	امام ابو بکر معروف بابن عربی	ریاض الحدیثیہ
۱۵	حاشیۃ القونوی علی تفسیر البیضاوی	امام ناصر الدین بن عبد اللہ شیرازی	دار الکتب العلمیۃ بیروت

۱۶	احکام القرآن	مفتی محمد شفیع عثمانی	ادارۃ القرآن لاہور
۱۷	احکام القرآن للتھانوی	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	ادارۃ القرآن لاہور
۱۸	مدارک التنزیل وحقائق التاویل للنسفی	امام ابوالبرکات عبداللہ بن محمود نسفی	رحمانیہ لاہور
۱۹	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع عثمانی	فرید بکڈپو
۲۰	التفسیرات الاحمدیۃ	شیخ احمد ملاجیون	مکتبہ مجتبائی سہارنپور
۲۱	تفسیر الکشاف	علامہ جاراللہ زمخشری	دارالایمان سہارنپور
۲۲	احکام القرآن	مولانا ظفر احمد تھانوی	ادارۃ القرآن کراچی
۲۳	احکام القرآن	مفتی محمد شفیع عثمانی	ادارۃ القرآن کراچی
۲۴	تاویلات أہل السنۃ للماتریدی	امام ابومنصور ماتریدی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۲۵	التفسیر لابن کثیر	علامہ ابن کثیر	مکتبہ اشرفی دیوبند

کتبِ احادیث

۲۶	صحیح البخاری	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	مکتبہ بلال دیوبند
۲۷	صحیح مسلم	امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری	مکتبہ بلال دیوبند
۲۸	جامع الترمذی	امام ابوعیسی محمد بن عیسی	مکتبہ بلال دیوبند
۲۹	تحفۃ الاحوذی	مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری	داراحیاء التراث العربی
۳۰	سنن ابوداؤد	امام ابوداود سجستانی	مکتبہ بلال دیوبند
۳۱	سنن نسائی	امام ابوعبدالرحمٰن بن شعیب نسائی	یاسر ندیم اینڈ کمپنی
۳۲	سنن ابن ماجہ	امام ابن ماجہ قزوینی	مکتبہ بلال دیوبند
۳۳	مشکوٰۃ المصابیح	امام ولی الدین خطیب تبریزی بغدادی	یاسر ندیم دیوبند
۳۴	العرف الشذی علی ہامش الترمذی	علامہ انور شاہ کشمیری	مکتبہ بلال دیوبند
۳۵	مصنف ابن ابی شیبۃ	امام عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ	امدادیہ ملتان

۳۶	شعب الایمان للبیہقی	امام ابوبکر بیہقی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۳۷	بذل المجہود	علامہ خلیل احمد سہارنپوری	دار البشائر الاسلامیۃ
۳۸	اعلاء السنن	مولانا ظفر احمد عثمانی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۳۹	کنز العمال	علامہ علاء الدین علی متقی ہندی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۴۰	المعجم الأوسط للطبرانی	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۴۱	نیل الاوطار	علامہ محمد بن علی بن محمد شوکانی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۴۲	مجمع الزوائد	شیخ نور الدین ہیثمی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۴۳	مسند الامام احمد	امام احمد بن حنبل	دار الحدیث قاہرہ
۴۴	جمع الجوامع	علامہ جلال الدین سیوطی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۴۵	شرح النووی علی صحیح لمسلم	علامہ محی الدین نووی	بلال دیوبند
۴۶	موسوعۃ تکملۃ فتح الملہم مع التکملۃ کاملۃ	علامہ شبیر احمد عثمانی / مفتی محمد تقی عثمانی	احیاء التراث / اشرفیہ یوبند
۴۷	انعام الباری	مفتی محمد تقی عثمانی	الحراء
۴۸	فتح الباری	علامہ ابن حجر عسقلانی	دار السلام ریاض
۴۹	مرقاۃ المفاتیح	علامہ ملا علی قاری	مکتبہ اشرفیہ دیوبند
۵۰	المعجم الکبیر للطبرانی	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد	احیاء التراث
۵۱	سنن کبریٰ بیہقی	امام ابوبکر بیہقی	طبع بیروت / تالیفات اشرفیۃ
۵۲	عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی	امام ابوبکر احمد بن محمد دینوری	مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ
۵۳	حاشیۃ ابن ماجۃ المعروف بانجاح الحاجۃ	شیخ عبد الغنی مجددی دہلوی مدنی	مکتبہ بلال دیوبند
۵۴	المنہاج شرح صحیح مسلم للنووی	امام یحی بن اشرف نووی	دار احیاء التراث العربی
۵۵	شرح الصدور	علامہ جلال الدین سیوطی	دار الکتاب العربی
۵۶	سنن الدراقطنی	حافظ علی بن عمر دار قطنی	دار الایمان سہارنپور

۵۷	عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری	علامہ بدر الدین عینی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان
۵۸	سبل السلام شرح بلوغ المرام	امام محمد بن اسماعیل صنعانی	دار الجیل بیروت
۵۹	المعجم الاوسط للطبرانی	امام سلیمان بن احمد طبرانی	دار الفکر عمان
۶۰	اتحاف السادۃ المتقین للزبیدی	امام محمد بن محمد حسینی شہیر بمرتضی	مؤسسۃ التاریخ العربی
۶۱	فیض القدیر للمناوی	امام جلال الدین سیوطی	دار المعرفۃ بیروت
۶۲	قاموس البدع للالبانی	علامہ محمد ناصر الدین البانی	دار الامام البخاری قطر
۶۳	المؤطا للامام مالک	امام مالک بن انس	مکتبہ بلال دیوبند
۶۴	اوجز المسالک	علامہ محمد زکریا کاندھلوی	دار القلم دمشق
۶۵	فیض الباری	علامہ انور شاہ کشمیری	شیخ الہند دیوبند
۶۶	کتاب الموضوعات	امام عبد الرحمٰن جوزی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۶۷	الموضوعات الکبری	علامہ ملا علی قاری	
۶۸	تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاحادیث الشنیعۃ	امام ابی الحسن علی بن محمد عراقی کنانی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۶۹	الیواقیت الغالیۃ	شیخ محمد یونس جونپوری	مجلس دعوۃ الحق یو۔کے
۷۰	شرح الطیبی	امام شرف الدین الطیبی	مکتبہ زکریا دیوبند
۷۱	شمائل ترمذی	امام ابو عیسی محمد بن عیسی ترمذی	مکتبہ بلال دیوبند
۷۲	لامع الدراری	شیخ الحدیث محمد زکریا کاندھلوی	مکتبہ اشرفیہ دیوبند

کتبِ اصولِ فقہ و قواعدِ فقہ

۷۳	اعلام الموقعین	علامہ ابن قیم جوزی	دار احیاء التراث العربی
۷۴	الاشباہ والنظائر	امام ابن نجیم مصری حنفی	مکتبہ فقیہ الامت دیوبند
۷۵	درر الحکام شرح مجلۃ الاحکام	علی حیدر استنبول ترکی	دار الجیل بیروت
۷۶	المقاصد الشرعیۃ	دکتور نور الدین خادمی	دار اشبیلیا للنشر والتوزیع

۷۷	القواعد الكلية والضوابط الفقهية	دکتور محمد عثمان شبیر	دار النفائس الاردن
۷۸	قواعد الفقه	مفتی عمیم الاحسان مجددی برکتی	اشرفی بکڈپو دیوبند
۷۹	جمهرة القواعد الفقهية	دکتور علی احمد ندوی	شركة الراجحي المصرفية
۸۰	حاشیہ نور الانوار	مولانا محمد عبد الحلیم	یاسر ندیم دیوبند
۸۱	کشف الاسرار للبزدوی	امام علاء الدین بخاری	دار الکتاب العربی لبنان
۸۲	اصول الشاشی	امام نظام الدین شاشی	المکتبۃ البشریٰ کراچی
۸۳	القواعد والضوابط	بحوالہ موسوعۃ القواعد الفقہیۃ	
۸۴	موسوعۃ القواعد الفقہیۃ	دکتور محمد صدقی بن احمد بورنو	التوبۃ دار ابن حزم
۸۵	القواعد الفقہیۃ	علی احمد ندوی	دار القلم دمشق

کتبِ فقہ وفتاویٰ

۸۶	فتاوی محمودیہ	مفتی محمود حسن گنگوہی	جامعہ فاروقیہ کراچی
۸۷	امداد الفتاوی	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	دار العلوم کراچی
۸۸	فتاوی عثمانی	مفتی محمد تقی عثمانی	معارف القرآن کراچی
۸۹	خیر الفتاوی	مفتی خیر محمد جالندھری	مکتبۃ الحق جوگیشوری
۹۰	فتاوی رحیمیہ	مفتی عبد الرحیم لاجپوری	دار الاشاعت پاکستان
۹۱	کفایت المفتی	مفتی کفایت اللہ	دار الاشاعت پاکستان
۹۲	فتاوی دار العلوم دیوبند	مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی	شائع کردہ دار العلوم
۹۳	احسن الفتاوی	مفتی رشید احمد پاکستان	دار الاشاعت دیوبند
۹۴	فتاوی حقانیہ	شیخ عبد الحق پاکستان	دار العلوم حقانیہ اکوڑہ
۹۵	کتاب الفتاوی	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	نعیمیہ دیوبند
۹۶	نظام الفتاوی	مفتی نظام الدین اعظمی	اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

۹۷	جامع الفتاوی	مولانا مہربان علی بڑوتوی	ادارہ تالیفات اشرفیہ
۹۸	فتاوی عبدالحی	مولانا عبدالحی لکھنوی	مکتبہ تھانوی دیوبند
۹۹	جدید فقہی مسائل	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	مکتبہ نعیمیہ دیوبند
۱۰۰	فتاویٰ حبیبیہ	مفتی حبیب اللہ مظاہری	جامعہ خلیلیہ کراچی
۱۰۱	فتاویٰ احیاء العلوم	مفتی محمد یاسین	شعبۂ نشر و اشاعت مبارکپور
۱۰۲	نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے	اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا	ایفا پبلیکیشنز دہلی
۱۰۳	فتاویٰ رشیدیہ	مفتی رشید احمد گنگوہی	مکتبہ جسیم دیوبند
۱۰۴	شرح عقود رسم المفتی	علامہ محقق محمد امین شہیر بابن عابدین شامی	مکتبہ زکریا دیوبند
۱۰۵	جدید معاملات کے شرعی احکام	مفتی احسان اللہ شائق	دارالاشاعت کراچی
۱۰۶	آپ کے مسائل اور ان کا حل	شہید مولانا محمد یوسف لدھیانوی	مکتبہ نعیمیہ دیوبند
۱۰۷	فتاوی امارت شرعیہ	مفتی محمد سعید الرحمٰن	نشر و اشاعت امارت شرعیہ بہار
۱۰۸	قربانی کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا	مفتی محمد انعام الحق	بیت العمار کراچی
۱۰۹	روزے کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا	مفتی محمد انعام الحق	بیت العمار کراچی
۱۱۰	حلال و حرام	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	مکتبہ نعیمیہ دیوبند
۱۱۱	اصلاح الرسوم	مولانا اشرف علی تھانوی	عشرون دیوبند
۱۱۲	فقہی مقالات	مفتی محمد تقی عثمانی	زمزم بکڈ پو دیوبند
۱۱۳	فتاوی عزیزی	شاہ عبدالعزیز دہلوی	سعیدیہ لاہور
۱۱۴	ردالمحتار	محمد امین شہیر بابن عابدین شامی	مطبع بیروت/ دیوبند
۱۱۵	الدر المختار مع ردالمحتار	علامہ علاء الدین حصکفی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۱۶	تنویر الابصار مع الدر والرد	محمد بن عبداللہ تمرتاشی	دارالکتاب دیوبند
۱۱۷	حاشیۃ قرۃ عیون الاخیار تکملۃ ردالمحتار	شیخ محمد علاء الدین آفندی	دارالکتب العلمیۃ بیروت

۱۱۸	تقریرات الرافعی علی حاشیۃ رد المحتار	شیخ عبد القادر رافعی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۱۹	البحر الرائق	زین الدین معروف بابن نجیم مصری	مکتبہ دار الکتاب دیوبند
۱۲۰	بدائع الصنائع	شیخ علاء الدین کاسانی	مکتبہ دار الکتاب دیوبند
۱۲۱	الفتاوی الہندیۃ	نظام و جماعۃ من علماء الہند	مکتبہ زکریا دیوبند
۱۲۲	الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ	وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیۃ	وزارۃ الاوقاف کویت
۱۲۳	الفتاوی البزازیۃ علی ہامش الہندیۃ	محمد بن محمد ابن شہاب	زکریا بکڈپو دیوبند
۱۲۴	فتح القدیر	کمال الدین معروف بابن ہمام	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۲۵	اللباب فی شرح الکتاب	عبد الغنی میدانی	قدیمی کتب خانہ کراچی
۱۲۶	شرح العینی علی الکنز (رمز الحقائق)	علامۃ بدر الدین عینی	ادارۃ القرآن کراچی
۱۲۷	کنز الدقائق مع تبیین الحقائق	امام ابو البرکات نسفی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۲۸	درر المنتقی فی شرح الملتقی	محمد بن علی معروف بالعلاء حصکفی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۲۹	العنایۃ	اکمل الدین بابرتی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۳۰	البحر العمیق فی مناسک المعتمر والحاج	امام ابو البقاء محمد بن محمد مکی حنفی	المکتبۃ المکیۃ مکۃ المکرّمۃ
۱۳۱	نوازل فقہیۃ معاصرۃ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	الصحوۃ الکویت
۱۳۲	المناسک	ملا علی القاری	بحوالہ فتاوی محمودیہ
۱۳۳	غنیۃ الناسک فی بغیۃ المناسک	علامہ محمد حسن شاہ مہاجر مکی	مکتبہ یادگار سہارنپور
۱۳۴	تیسیر الفقہ الحنفی	شیخ ابوذر حسن فاضلی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۳۵	السعایۃ	علامہ عبد الحی لکھنوی	سہیل اکیڈمی لاہور
۱۳۶	الکافی فی فقہ الحنفی	وہبی سلیمان غاوجی	مؤسسۃ الرسالۃ بیروت
۱۳۷	نفع المفتی والسائل (مجموعۃ المسائل)	علامۃ عبد الحی لکھنوی	صدیقیہ یوپی
۱۳۸	الفتاوی الحدیثیۃ	ابن حجر ہیثمی مکی	دار احیاء التراث العربی

۱۳۹	الہجرۃ إلی بلاد غیر المسلمین	عماد بن عامر	دار ابن حزم
۱۴۰	مجموع الثمین للعثیمین	بحوالہ: الہجرۃ إلی بلاد غیر المسلمین	
۱۴۱	المحلی لإبن حزم	ابن حزم الظاہری	دار احیاء التراث العربی
۱۴۲	الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید	عبد الحمید محمود طہماز	دار القلم دمشق
۱۴۳	بیع التقسیط واحکامہ	سلیمان ترکی	دار اشبیلیا ریاض
۱۴۴	التجرید	ابی الحسن احمد بن محمد بغدادی قدوری	محمودیہ قندھار افغانستان
۱۴۵	فقہ الزکوۃ	یوسف قرضاوی	مؤسسۃ الرسالۃ الناشرون
۱۴۶	المال الماخوذ ظلما	طارق بن محمد خویطر	دار اشبیلیا ریاض
۱۴۷	المغنی علی مختصر الخرقی	ابو محمد عبد اللہ مقدسی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۴۸	مجموعۃ رسائل اللکنوی	عبد الحی لکھنوی	ادارۃ القرآن کراچی
۱۴۹	المدخل	محمد بن محمد لابن الحاج	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۵۰	موسوعۃ الفقہ الإسلامی المعاصر	عبد الحلیم	دار الوفاء المنصورۃ
۱۵۱	فقہ وفتاوی البیوع	اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والإفتاء	دار ابن حزم
۱۵۲	فتاوی معاصرہ	محمد بن صالح عثیمین	دار الغد الجدید مصر
۱۵۳	حلبی کبیر	ابراہیم حلبی	سہیل اکیڈمی لاہور
۱۵۴	البنایہ شرح الہدایۃ	محمد محمود بن احمد عینی	رشیدیہ کوئٹہ
۱۵۵	الاختیار لتعلیل المختار	ابن المودود حنفی	مطبع بیروت/کراچی
۱۵۶	الفقہ الإسلامی وأدلتہ	وہبۃ زحیلی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۱۵۷	کتاب المبسوط	شمس الدین سرخسی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۵۸	الجوہرۃ النیرۃ	ابو بکر بن علی الحداد	مکتبہ تھانوی دیوبند
۱۵۹	المحیط البرہانی	محمو بن احمد بخاری	دار احیاء التراث العربی

۱۶۰	مجمع البحرین وملتقی النیرین فی فقہ الحنفی	مظفرالدین معروف باابن ساعاتی حنفی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۶۱	مجمع الأنہر شرح ملتقی الأبحر	عبدالرحمٰن بن محمد مدعو بشیخی زادہ	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۶۲	تبیین الحقائق	فخرالدین عثمان بن علی الزیلعی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۶۳	النہرالفائق	سراج الدین ابن نجیم حنفی	دارالایمان سہارنپور
۱۶۴	الفتاوی الولوالجیۃ	ابوالفتح ظہیرالدین عبدالرشید الولوالجی	دارالایمان سہارنپور
۱۶۵	نصب الرایۃ	جمال الدین زیلعی	داالایمان سہارنپور
۱۶۶	الفتاوی التاتارخانیۃ	عالم بن العلاء دہلوی ہندی	دارالایمان سہارنپور
۱۶۷	منحۃ الخالق علی البحرالرائق	محمد امین شہیر باابن عابدین شامی	دارالکتاب دیوبند
۱۶۸	حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح	احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی	طبع: شیخ الہند/ اشرفیہ یوبند
۱۶۹	فقہ النوازل	شیخ محمد بن حسین جیزان	دارابن الجوزی بیروت
۱۷۰	خلاصۃ الفتاوی	امام طاہر بن عبدالرشید بخاری	رشیدیہ کوئٹہ
۱۷۱	فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ الہندیۃ	شیخ حسن بن منصور بن محمود اوزجندی	زکریا دیوبند/حقانیہ لاہور
۱۷۲	مراقی الفلاح شرح نورالإیضاح	حسن بن عمار بن علی شرنبلالی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۷۳	الہدایۃ	امام برہان الدین مرغینانی	یاسرندیم دیوبند
۱۷۴	فتح باب العنایۃ شرح النقایۃ	محدث نورالدین ہروی قاری	دارارقم

کتبِ سیرتِ نبوی ﷺ

۱۷۵	زادالمعاد فی ہدی خیرالعباد	ابن قیم جوزی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۷۶	السیرۃ النبویۃ	ابن ہشام	دارالثقافۃ العربیۃ
۱۷۷	رحمۃ للعالمین	محمد سلیمان منصورپوری	مکتبہ اسلامیہ لاہور
۱۷۸	جمع الوسائل فی شرح الشمائل		

کتبِ متفرقہ

۱۷۹	التعریفات الفقہیۃ	عمیم الاحسان مجددی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۸۰	انوار رحمت	مفتی شبیر احمد قاسمی	فیصل فبلیکیشنز دیوبند
۱۸۱	اشرف العملیات	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	نعیمیہ دیوبند
۱۸۲	حصن حصین	امام ابوالخیر محمد جزری	رحیمیہ دیوبند
۱۸۳	الرحیق المختوم	مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۸۴	احیاء علوم الدین	امام ابوحامد غزالی	دار المعرفۃ بیروت